خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم









چاروں خلفاء یعنی حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمانِ غنیؓ، حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے حالات وکمالات نہایت جامعیت اور صحیح تاریخی روایات کی روشنی میں نہایت دلچسپ انداز میں تحریر کیے گئے ہیں۔

مولانا عبدالشکور فاروقی لکھنویؒ

دارالاشاعت

اردو بازار ۰ ایم اے جناح روڈ ۰ کراچی پاکستان فون: 32631861

خلفائے راشدینؓ

چاروں خلفاء یعنی حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمانِ غنیؓ، حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے حالات و کمالات نہایت جامعیت اور صحیح تاریخی روایات کی روشنی میں نہایت دلچسپ انداز میں تحریر کیے گئے ہیں۔

حضرت مولانا عبدالشکور صاحب فاروقی لکھنویؒ

دارُالاشاعت
اردو بازار، کراچی

باہتمام : خلیل اشرف عثمانی
طباعت : مئی ۲۰۱۵ء
ضخامت : 160 صفحات

www.darulishaat.com.pk

قارئین سے گزارش

اپنی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ اس بات کی نگرانی کے لئے ادارہ میں مستقل ایک عالم موجود رہتے ہیں، تصحیح کی مکمل ذمہ داری ان کے سپرد ہے۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو از راہ کرم مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تا کہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاک اللہ

﴿........ملنے کے پتے........﴾

ادارۃ المعارف جامعہ دارالعلوم کراچی
بیت القرآن اردو بازار کراچی
بیت القلم اردو بازار کراچی
مکتبہ اسلامیہ امین پور بازار۔ فیصل آباد
مکتبۃ المعارف محلّہ جنگی۔ پشاور
مکتبہ اسلامیہ گامی اڈا۔ ایبٹ آباد

مکتبہ معارف القرآن جامعہ دارالعلوم کراچی
ادارہ اسلامیات ۱۹۰۔ انارکلی لاہور
بیت العلوم 20 نابھہ روڈ لاہور
مکتبہ سید احمد شہیدؒ اردو بازار لاہور
کتب خانہ رشیدیہ۔ مدینہ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی

﴿انگلینڈ میں ملنے کے پتے﴾

AZHAR ACADEMY LTD.
54-68 LITTLE ILFORD LANE
MANOR PARK, LONDON E12 5QA

ISLAMIC BOOKS CENTRE
119-121, HALLI WELL ROAD
BOLTON BL 3NE, U.K.

﴿امریکہ میں ملنے کے پتے﴾

MADRASAH ISLAMIAH BOOK STORE
6665 BINTLIFF, HOUSTON,
TX-77074, U.S.A.

DARUL-ULOOM AL-MADANIA
182 SOBIESKI STREET,
BUFFALO, NY 14212, U.S.A

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

فہرست مضامین

اے پروردگارِ عالم! اس ناچیز خدمت کو قبول فرما اور اس کتاب کی طباعت واشاعت میں ہر سطح پر ہر قسم کے تعاون کرنے والوں کو خصوصاً مؤلفِ کتاب و ناشر کو اپنی شایانِ شان اجرِ عظیم وبہتر بدلہ نصیب فرما اور ہمارے حق میں اس کو خیر جاری، ذریعہ نجات اور ذخیرۂ آخرت وتوشہ آخرت بنا۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ۖ إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿۱۲۷﴾ وَتُبْ عَلَيْنَا ۖ إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ﴿۱۲۸﴾ آمین یارب العلمین

اے پروردگارِ عالم! اس پر رحم فرما جو اس دعا پر آمین کہے، خواہ آہستہ کہے یا آواز سے کہے اور اس کی مغفرت فرما جو ہاتھ اٹھا کر اس ناچیز کو دعاءِ مغفرت سے یاد کرے اور سورہ فاتحہ اور کم از کم تین آیتیں اور مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ پڑھ کر ثواب پہنچائے۔

احقر العباد محمد عابد قریشی غفر اللہ لہ ولوالدیہ ولاساتذتہ فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

تعارف

از مصنف کتاب حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی ؒ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ألحمد لله الذی بعث إلینا خاتم النبیین داعیا إلی أکمل الأدیان وهادیًا إلی الشرع المتین فصلّی الله تعالیٰ وبارك وسلّم علیه وعلیٰ آله وأصحابه وخلفاء الرّاشدین المهدیّین ووفقنا لإتباعهم وحشرنا فی زمرتهم یوم الدین، اما بعد!

رسول رب العالمین ﷺ کی سیرت قدسیہ موسوم بہ ''نفحۂ عنبریہ'' کی تالیف کے بعد بعض مخلصین کا اصرار ہوا کہ اسی طرز پر آپؐ کے خلفائے راشدین کا تذکرہ بھی اگر لکھ دیا جائے اور عبارت کی سہولت واختصار کا بھی لحاظ رکھا جائے تو برادران دینی کے لیے بہت مفید ہو اور جس طرح نفحۂ عنبریہ مسلمان بچوں کے درس میں داخل ہوگئی ہے اسی طرح خلفائے راشدین کا تذکرہ داخل درس ہوکر مسلمانوں کی موجودہ اور آیندہ نسلوں کی دینی واقفیت اور مذہبی، حفاظت کا ذریعہ بنے۔ اس اصرار کے ساتھ جوخود میرے دل کا تقاضا بھی تھا، مگر وَمَا تَشَآءُوۡنَ اِلَّاۤ اَنۡ یَّشَآءَ اللّٰہُ رَبُّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۲۹﴾

اس میں شک نہیں کہ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین خصوصاً خلفائے راشدین ؓ کا تذکرہ اور ان کے اوصاف وکمالات کا بیان درحقیقت آنحضرت ﷺ کے ذکر مبارک کا تتمہ اور تکملہ ہے، بلکہ ان حضرات کے کمالات کا مطالعہ کرنے سے جوعظمت ورفعت رسولِ خدا ﷺ کی اور جومحبت آپؐ کی دل میں پیدا ہوتی ہے، وہ ہرگز کسی دوسرے طریقہ سے نہیں ہوسکتی ان حضرات کی یاد میں ایمان کی قوت وتازگی پیدا کرنے کی جوتاثیر ہے اس کو کسی اور چیز میں تلاش کرنا لاحاصل ہے۔

لہٰذا اللہ تعالیٰ کا پاک نام لے کر یہ مبارک تذکرہ شروع کرتا ہوں خداوند کریم اپنے فضل وکرم سے اس کے اتمام کی توفیق دے اور اس کو اور میری تمام تالیفات کو اور میرے سب کاموں کو قبول فرمائے اور برادران دینی کو ان سے منتفع کرے۔ آمین

اصل تذکرہ سے پہلے ایک مقدمہ لکھا جاتا ہے جس میں اختصار کے ساتھ ان عقائد کا بیان ہے جو صحابہ کرام اور خلفائے راشدین کے متعلق اہلِ سنت کے لیے ضروری ہیں۔

مقدمہ

صحابہ کرام وخلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق ضروری عقائد

عقیدہ: ① ......رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت بہت بڑی چیز ہے اس امت میں صحابہ کرام کا رتبہ سب سے بڑا ہے ایک لمحہ کے لیے بھی جس کو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت حاصل ہوگئی۔ مابعد والوں میں بڑے سے بڑا بھی اس کے برابر نہیں ہوسکتا۔

ف: ......صحابہ کرام کی تعداد غزوۂ بدر میں تین سو چودہ تھی، حدیبیہ میں پندرہ سو، فتح مکہ میں دس ہزار، حنین میں بارہ ہزار، حجۃ الوداع یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری حج میں چالیس ہزار، غزوۂ تبوک میں ستر ہزار، بوقت وفات نبوی ایک لاکھ چوبیس ہزار اور جن صحابہ کرامؓ سے کتب حدیث میں روایات منقول ہیں ان کی تعداد ساڑھے سات ہزار ہے۔

عقیدہ: ② ......صحابہ کرامؓ میں مہاجرین وانصار کا مرتبہ باقی صحابہ سے زیادہ ہے اور مہاجرین وانصار میں اہل حدیبیہ کا مرتبہ سب سے بڑھ کر ہے اور اہل حدیبیہ میں اہل بدر اور اہل بدر میں چاروں خلفا کا رتبہ سب سے زیادہ ہے اور چاروں خلفاء میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کا، پھر حضرت فاروقؓ کا مرتبہ سب سے فائق ہے۔

ف: ......مہاجرین ان صحابہ کرام کو کہتے ہیں جنہوں نے خدا اور رسول کے لیے اپنے وطن مکہ معظّمہ کو چھوڑ دیا، جن کی مجموعی تعداد ایک سو چودہ تھی اور انصار ان صحابہ کرام کو کہتے ہیں جو مدینہ منورہ کے رہنے والے تھے اور انہوں نے آنحضرتؐ کو اور مہاجرین کو اپنے شہر میں جگہ دی اور ہر طرح مدد کی۔

عقیدہ: ③ ...... چاروں خلفاء کا افضل امت ہونا خلافت کی وجہ سے نہیں ہے، اگر بالفرض بجائے ان کے دوسرے حضرات خلافت کے لیے منتخب ہوجاتے تو بھی یہ حضرات افضل امت مانے جاتے۔

عقیدہ: ④ ......خلیفۂ رسول مثل رسول کے معصوم نہیں ہوتا، نہ اس کی اطاعت ہر کام میں مثل رسول کی اطاعت کے واجب ہوتی ہے۔ بالفرض کوئی خلیفہ سہواً یا عمداً کوئی حکم شریعت کے خلاف دے تو اس حکم میں اس کی اطاعت نہ کی جائے گی۔ عصمت خاصۂ نبوت ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی کو معصوم ماننا عقیدۂ نبوت کے خلاف ہے۔

عقیدہ: ⑤ ...... خلیفۂ رسول کا یہ کام نہیں ہے کہ وہ دین میں نئے احکام دے، نہ اس کو کسی چیز کے حلال وحرام کرنے کا اختیار ہوتا ہے، بلکہ اس کا صرف یہ کام ہے کہ قرآن وحدیث پر لوگوں کو عمل کرائے، احکام شرعیہ کو نافذ کرے اور انتظامی امور کو سرانجام دے۔

عقیدہ: ⑥ ...... خلیفہ رسول کا مقرر کرنا خدا کے ذمے نہیں ہے، بلکہ مسلمانوں کے ذمے ہے، جس طرح امامِ نماز کا مقرر کرنا مقتدیوں کے ذمے ہوتا ہے۔

ف: ...... اہلسنت وجماعت جو خلفائے راشدین کی خلافت کو منجانب اللہ مانتے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ چاروں خلفاء مہاجرین میں سے ہیں اور مہاجرین میں اہل بیت خلافت کا ہونا اور جو ان میں سے خلیفہ ہو جائے اس کی خلافت کا پسندیدۂ خدا ہونا قرآن مجید میں وارد ہو چکا ہے۔

(دیکھیے! ہمارا رسالہ "تفسیر آیت تمکین")

اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یا تینوں خلفاء کی خلافت کو منصوص کہنا بایں معنی نہیں ہے کہ خدا یا رسول نے ان کو خلیفہ کر دیا تھا بلکہ بایں معنی ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کو خلافت دینے کا وعدہ فرمایا اور خلیفہ موعود کے متعلق کچھ علامات اور کچھ پیش گوئیاں ارشاد فرمائیں جو ان تینوں خلفاء میں پائی گئیں اور ان تینوں خلافتوں کے نہ ماننے کے بعد ان آیتوں کے صادق ہونے کی کوئی صورت ممکن نہیں۔ علی ہذا احادیث نبویہ میں بھی ان تینوں خلفاء کے متعلق پیش گوئیاں بہت ہیں اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق تو ان پیش گوئیوں وغیرہ کے علاوہ ایک بات یہ بھی ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اپنی آخری بیماری میں اپنی جگہ پر امامِ نماز بنا دیا تھا۔

عقیدہ: ⑦ ...... رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن گیارہ تھیں: حضرت خدیجہ، حضرت زینب بنت خزیمہ (ان دونوں کی وفات آپ ؐ کے سامنے ہی ہوگئی) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا، حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا، حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا، حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا، حضرت سودہ رضی اللہ عنہا، حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا، حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا، سب بیبیاں خدا اور رسول کی برگزیدہ اور تمام ایمان والوں کی ماں ہیں اور سارے جہاں کی ایمان والی عورتوں سے افضل ہیں، ان میں بھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور عائشہ رضی اللہ عنہا کا رتبہ زیادہ ہے۔

عقیدہ: ⑧ ...... رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادیاں چار تھیں: حضرت زینب رضی اللہ عنہا (جن کا نکاح حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ سے ہوا)، حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا (ان دونوں کا نکاح یکے بعد دیگرے حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا) حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جن کا نکاح حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ

کے ساتھ ہوا، یہ چاروں صاحبزادیاں بڑی برگزیدہ اور صاحب فضائل تھیں اور ان چاروں میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا رتبہ سب سے زیادہ ہے، وہ اپنی ماؤں کے سوا سب جنتی بیبیوں کی سردار ہیں،

ف:......رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صرف ایک بیٹی فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو کہنا نص قرآنی کے خلاف ہے۔[1]

عقیدہ: (۹) ......آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دس چچاؤں میں سے صرف حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما ایمان لائے تھے، ان دونوں کے فضائل بہت زیادہ ہیں اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا مرتبہ خصوصیت کے ساتھ زیادہ ہے، ان کو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سید الشہداء[2] کا خطاب دیا تھا جب کہ وہ غزوۂ احد میں شہید ہوئے تھے اور آپ علیہ السلام کی پانچ پھوپھیوں میں سے صرف حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا مشرف بہ اسلام ہوئیں۔

عقیدہ: (۱۰) ......مہاجرین وانصار بالخصوص اہل حدیبیہ میں باہم رنجش وعداوت بیان کرنا افتراء اور بے دینی ہے، قرآن مجید کے نصوص صریحہ[3] کے خلاف ہے۔

عقیدہ: (۱۱) ......صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مشاجرات یعنی ان کے باہمی جھگڑوں کا بیان کرنا حرام ہے مگر بضرورت شرعی وبہ نیت نیک اور جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں باہم کوئی جھگڑا ہوا تو ہمیں دونوں فریق سے حسن ظن رکھنا اور دونوں کا ادب کرنا لازم ہے، جس طرح[4] دو پیغمبروں کے درمیان میں اگر کوئی بات اس قسم کی ہوجائے تو ہم کسی کو برا نہیں کہہ سکتے، بلکہ دونوں پر ایمان لانا نص قرآنی سے ہم پر فرض ہے۔

---

[1] قولہ تعالیٰ: يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ (ترجمہ: اے نبی اپنی بیبیوں اور بیٹیوں سے کہہ دیجیے) اس آیت میں جمع کا صیغہ ''بنات'' ارشاد فرمایا جو عربی زبان میں تین سے کم پر نہیں بولا جاتا۔ ۱۲

[2] بعض لوگ ناواقفیت یا بے توجہی سے سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہ کو سید الشہداء کہہ دیتے ہیں حالاں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی خاص لقب جس کسی کو دیا ہو، وہ اسی کے ساتھ مخصوص رہنا چاہیے۔ ۱۲

[3] اہل حدیبیہ کے حق میں ارشاد خداوندی ہے کہ ''رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ'' یعنی وہ باہم مہربان ہیں اور عموماً مہاجرین وانصار کے حق میں ہے کہ ''هو الذی: فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا'' (یعنی اللہ نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کردی پس خدا کے فضل سے تم بھائی بھائی ہوگئے) ۱۲

[4] مثلاً: حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کے درمیان میں ایک ایسی بات ہوگئی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام کی ڈاڑھی اور سر کے بال پکڑ کر کھینچے۔ اس واقعے کا ذکر قرآن شریف میں ہے، ہمارے لیے دونوں واجب التعظیم ہیں نص قرآنی ہے کہ: لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْ رُسُلِهِ [البقرة: ۲۸۵] یعنی خدا کے رسولوں میں ہم تفرقہ نہیں کرتے۔

ف:...... حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اپنے زمانۂ خلافت میں دو خانہ جنگیاں پیش آئیں:
اول:...... جنگ جمل جس میں ایک جانب حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ تھے اور دوسری جانب ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں اور ان کے ساتھ حضرت طلحہ وحضرت زبیر رضی اللہ عنہما تھے جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں، دونوں جانب اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم تھے، مگر یہ لڑائی دھوکہ میں چند مفسدوں کی حیلہ سازی سے پیش آگئی، ورنہ ان میں باہم نہ رنجش تھی، نہ آپس میں لڑنا چاہتے تھے۔

مفسدوں کی فتنہ پردازی ہوئی باعث خونریزی جنگ جمل
ورنہ شیرِ حق سے طلحہؓ اور زبیرؓ چاہتے ہرگز نہ تھے جنگ وجدل

اس لڑائی میں ہر فریق سے دوسرے کے فضائل منقول ہیں جیسا کہ اسی کتاب میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ان شاء اللہ بیان ہوگا۔
دوم:...... جنگ صفین جس میں ایک جانب حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دوسری طرف حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، اس لڑائی کے متعلق اہل سنت کا فیصلہ یہ ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ خلیفہ برحق تھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ والے باغی اور خاطی، مگر اس خطا پر ان کو برا کہنا جائز نہیں، کیوں کہ وہ بھی صحابی ہیں، صاحب فضائل ہیں اور ان کی یہ خطا غلط فہمی کی وجہ سے تھی اور غلط فہمی کے اسباب موجود تھے، ایسی خطا کو ''خطائے اجتہادی'' کہتے ہیں، جس پر عقلا وشرعاً کسی طور پر مواخذہ نہیں ہوسکتا۔

حضرت شیخ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ''اِزالۃ الخفا'' میں فرماتے ہیں:
باید دانست کہ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ یکے از اصحاب آنحضرت بود صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صاحب فضیلت جلیلہ درزمرۂ صحابہ رضی اللہ عنہم زینہار درحق او سوءِ ظن نکنی ودر ورطۂ سب او نیفتی تا مرتکب جرائم نشوی۔
ترجمہ:...... جاننا چاہیے کہ معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ اعلیٰ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک صحابی تھے اور زمرہ صحابہ میں بڑی فضیلت والے تھے، خبردار! ان کے حق میں بدگمانی نہ کرنا اور ان کی بدگوئی میں پڑ کر فعل جرائم کے مرتکب نہ بننا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ابتداءً تو باغی تھے، مگر حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی صلح وبیعت کے بعد بلاشبہ وہ خلیفہ برحق ہوگئے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق ہماری کتاب ''ترجمہ تطہیر الجنان'' کو دیکھنا چاہیے کہ وہ اس مرض کے لیے ان شاء اللہ تعالیٰ شفائے کامل ہے۔
عقیدہ: (۱۲) ...... صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خصوصاً مہاجرین وانصار سے بدگمانی رکھنا، ان کو برا کہنا قرآن مجید

کی صریح مخالفت اور شریعت الٰہیہ کی کھلی ہوئی بغاوت ہے، ایسے شخص کے حق میں کفر کا اندیشہ ہے۔

ف :...... فرقۂ روافض جو تمام صحابہ کرام حتیٰ کہ مہاجرین وانصار کی بدگوئی کرتا ہے اور ہجرت ونصرت کو فضیلت کی چیز نہیں کہتا گو یہ صریح [1] خلاف ورزی قرآن مجید کی ہے اور اس کا لازم نتیجہ یہ ہے کہ قرآن شریف اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت اور دلائل نبوت مشکوک [2] ہوجائیں لیکن اس بنا پر ان کو کافر کہنا خلاف احتیاط ہے، اہل سنت کا مسلک یہ ہے کہ جب تک صریح انکار ضروریات دین کا نہ ہو اس وقت تک کسی کلمہ گو کو کافر کہنا نہ چاہیے۔ امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لا نکفر احدا من اهل القبلة

یعنی ہم اہل قبلہ [3] میں سے کسی کو کافر نہیں کہتے۔

روافض کا کفر اس بنیاد پر قطعی ہے کہ وہ قرآن مجید کی تحریف [4] کے قائل ہیں اور (معاذ اللہ!) اس کو اصلی قرآن نہیں مانتے۔

یہ بارہ عقیدے جو بیان کیے گئے اہلسنت وجماعت کے لیے نہایت ضروری ہیں ان میں سے اکثر وبیشتر عقیدے وہ ہیں جن کا ماخذ قرآن مجید ہے حق تعالیٰ ہم سب کو ان پاک عقائد پر استقامت عطا فرمائے۔ (آمین)

---

[1] ہمارا رسالہ ”تفسیر آیات مدح مہاجرین“ کو دیکھو! جس میں دس آیات قرآنیہ کی تفسیر ہے، اس سے معلوم ہوگا کہ قرآن شریف میں کیسے عظیم الشان فضائل مہاجرین وانصار کے ہیں اور کس صراحت کے ساتھ ہیں۔ ۱۲

[2] قرآن شریف کے کتاب اللہ ہونے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت اور دلائل نبوت کے چشم دید گواہ صحابہ کرام خصوصا مہاجرین وانصار ہیں، ان ہی نے اور ان کے تابعین نے تمام دنیا کے سامنے اس بات کی عینی شہادت دی ہے کہ یہ قرآن وہی کتاب ہے جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کتاب اللہ فرماتے تھے اور یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعلان نبوت کو اپنے کانوں سے سنا اور آپ کے معجزات ودلائل نبوت کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور یہ ظاہر ہے کہ جب کسی واقعے کے چشم دید گواہ، مجروح کردیے جائیں تو وہ واقعہ مشکوک بلکہ واجب التکذیب ہوجاتا ہے۔

[3] اہل قبلہ کا یہ مطلب نہیں ہے کہ قبلہ یعنی کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے، یا کعبہ کا قبلہ ہونا مان لے یہ بات تو کفار مکہ میں بھی موجود تھی۔ بلکہ اہل قبلہ کا مطلب یہ ہے کہ اس قبلہ کی جو ملت ہے اس ملت کی تمام ضروریات کو ماننا ہو جیسا کہ علامہ علی قاری مکیؒ نے شرح فقہ اکبر میں تصریح فرمائی ہے۔ ۱۲

[4] ہماری کتاب تنبیہ الحائرین اور اول من الماتین دیکھو، اس میں مسئلہ مفصل ملے گا کہ کتب شیعہ میں زائد از دو ہزار روایت تحریف قرآن کی ہیں اور کوئی شیعہ آج تک منکر تحریف نہیں ہوا، نہ ہوسکتا ہے، گنتی کے چار شخص ان میں منکر تحریف کہے جاتے ہیں، مگر ان کا انکار از راہ تقیہ ہے۔ ۱۲

سید ولد آدم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و بارک وسلم

اگر چہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکر مبارک کے لیے ایک مستقل رسالہ ''نفحۂ عنبریہ'' لکھ چکا ہوں مگر اس جگہ بھی چند مختصر کلمات میں آپ کا تذکرہ ضروری معلوم ہوا۔ اوّلاً اس لیے کہ مقصود اصلی آپؐ کی ذات کامل الصفات ہے، خلفائے راشدین کا تذکرہ محض آپ کے تعلق کی وجہ سے ہے۔ ثانیاً اس لیے کہ جب کسی جماعت کا ذکر کیا جائے تو ضروری ہے کہ پہلے اس جماعت کے امام کا ذکر ہو۔

* ......آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم شہر مکہ میں سردار قریش حضرت عبدالمطلب کے گھر میں پیدا ہوئے۔

* ......آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے والد ماجد کا نام نامی عبداللہ اور والدۂ محترمہ کا اسم گرامی ''آمنہ'' تھا۔

* ......آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت سراپا بشارت ربیع الاول کے مہینہ میں دوشنبہ [پیر] کے دن صبح صادق کے وقت آٹھویں یا بارہویں تاریخ کو ہوئی، انگریزی تاریخ ۲۰ اپریل ۵۷۱ء بیان کی گئی ہے، اس وقت ایران میں نوشیرواں عادل کی حکومت تھی۔

* ......آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت بابرکت کے وقت بہت سے عجائب قدرت کا ایسا ظہور ہوا کہ کبھی دنیا میں وہ باتیں نہیں ہوئیں: بے زبان جانوروں نے انسانی زبان میں آپؐ کی خوشخبری سنائی، درختوں سے آوازیں آئیں، بت پرستوں نے بتوں سے آپ کی خوشخبری سنی، دنیا کے دونوں بڑے بادشاہوں یعنی شاہِ فارس اور شاہِ روم کو بذریعہ خواب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی عظمت و رفعت سے آگاہی دی گئی اور یہ بھی ان کو بتایا گیا کہ آپؐ کی سطوت و جبروت کے سامنے نہ صرف کسریٰ و قیصر بلکہ ساری دنیا کی شوکتیں سرنگوں ہو جائیں گی۔

* ......آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم شکم مادر میں تھے کہ والد ماجد ''حضرت عبداللہ'' کا انتقال ہو گیا اور چار برس کی عمر میں مادرِ مہربان ''حضرت آمنہ'' کا سایہ بھی سر سے اُٹھ گیا۔

* ......آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے کسی سے پڑھنا لکھنا کچھ نہیں سیکھا، نہ کسی سے کوئی ہنر کمال حاصل کیا حتی کہ شعر و سخن جس کا عرب میں بہت رواج تھا، اس کی مشق بھی آپ نے نہ کی۔

نگار من کہ بہ مکتب نہ رفت وخط نہ نوشت
بہ غمزہ مسئلہ آموز صد مدرس شد

بچپن میں عجیب و غریب حالات مشاہدے میں آئے، ایک بڑا حصہ آپ علیہ السلام کی کمی سنی کے

حالات کا حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے، حق یہ ہے کہ وہ بڑی خوش نصیب تھیں۔ [۱]

شق صدر آپ علیہ السلام کا چار مرتبہ ہوا: دو مرتبہ قبل نبوت اور ایک مرتبہ بوقت بعثت اور ایک مرتبہ بوقتِ معراج، پہلی مرتبہ جب شق صدر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے یہاں تھے، اپنے رضاعی بھائی کے ساتھ بکریاں چرانے جنگل گئے ہوئے تھے، یکا یک وہ خوف زدہ ہو کر دوڑتے ہوئے حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے کہ اے ماں! میرے قریشی بھائی کو دو سفید پوش مَردوں نے آکر لٹایا اور ان کا سینہ چاک کر دیا، یہ سن کر وہ بہت پریشان ہوئیں اور فوراً جنگل گئیں، دیکھا تو آپ علیہ السلام صحیح وسالم ہیں مگر چہرہ مبارک پر خوف کے آثار ہیں، پھر سارا واقعہ خود آپ ﷺ نے بیان کیا، ہر مرتبہ شق صدر میں فرشتے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سینہ مبارک چاک کر کے اور آپ ﷺ کے قلب اطہر کو ایک طشت میں (جس میں زمزم کا پانی ہوتا تھا) دھوتے تھے۔

بت پرستی اور بے حیائی کے کاموں سے آپ علیہ السلام ہمیشہ پرہیز کرتے رہے۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت اور امانت قبل نبوت بھی تمام مکہ میں مشہور اور مسلّم الکل تھی، حتی کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا لقب صادق وامین زبان زدِ خلائق تھا۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر گرامی پچیس سال کی ہوئی تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ آپ ﷺ کا نکاح ہوا، جو خاندان قریش میں ایک بڑی دانش مند اور دولت مند خاتون تھیں اور آپ علیہ السلام کے اوصاف وکمالات سن کر یہ اندازہ کر چکی تھیں کہ جس نبی موعود کی پیش گوئیاں علمائے یہود ونصاریٰ بیان کرتے ہیں، کیا عجب ہے کہ آپ ہی ہوں، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر بہ وقت نکاح چالیس سال کی تھی آپ علیہ السلام کی سب اولاد ان ہی کے بطن سے ہے، سوائے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے کہ وہ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھے۔

جب عمر شریف چالیس سال کی ہوئی تو دوشنبہ کے دن ۱۷؍رمضان کو اور ایک قول کے مطابق ۲۴؍رمضان کو جب کہ خسرو پرویز بادشاہ ایران کے جلوس کا بیسواں سال تھا، وہ دولتِ عظمیٰ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو عطا ہوئی جو روز ازل سے آپ کے لیے نامزد ہو چکی تھی، جس کی دعا حضرت ابراہیم

---

[۱] حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کی خوش نصیبی کا کیا کہنا ان کو خدا نے زمانۂ نبوت تک زندہ رکھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائیں۔ مقام جعرانہ میں جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مال غنیمت تقسیم کر رہے تھے، آکر ملیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی بہت کچھ خاطر کی اور حنین کے چھ ہزار اسیران جنگ محض اس وجہ سے آزاد کر دیے گئے کہ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے۔ ۱۲

خلیل علیہ السلام نے مانگی، جس کی بشارت حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام نے دی تھی یعنی حق تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا رسول بنایا اور سارے عالم کی طرف مبعوث کیا۔

صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وبارك وسلّم

اس کے بعد کامل تیئس ۲۳ سال تک آپ نے بڑی شفقت، بڑی رافت بڑی جان فشانی، بڑی جفاکشی کے ساتھ فرائض رسالت کو ادا فرمایا اور بڑی بڑی ایذائیں برداشت کیں، اس وقت دنیا میں ہر طرف ابلیس کی حکومت تھی، کفر وشرک اور ہر قسم کے مظالم سے زمین تاریک ہو رہی تھی، عیسائی یہودی مجوسی سب ایک حالت میں تھے عرب وعجم سب کی ایک کیفیت تھی، فواحش ومعاصی کو کوئی عیب نہ سمجھتا تھا، چوری اور رہزنی کو لوگوں نے پیشہ بنالیا تھا اپنی اولاد کو اپنے ہاتھ سے قتل کر دینا کوئی بات نہ تھی اس ہادی برحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یکا یک دنیا کی کایا پلٹ کر دی اور بجائے کفر وشرک کے ایمان کی روشنی سے زمین کو جگمگا دیا۔ تھوڑے دنوں میں آپ کی تعلیم نے خدا پرستوں کی ایک بڑی جماعت تیار کر دی جو اعلیٰ ترین اخلاق اور کامل ترین زہد وتقوے میں اس مرتبے پر تھے کہ تاریخ عالم ان کی مثال پیش کرنے سے عاجز ہے۔

نبوت کے بعد تیرہ ۱۳ برس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قیام مکہ معظّمہ میں رہا، پھر ہجرت کر کے آپ علیہ السلام مدینہ منورہ تشریف لائے، دس برس مدینہ میں قیام رہا، اس دس سال میں انیس ۱۹ لڑائیاں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کافروں سے لڑنی پڑیں۔ بکثرت معجزات وخوارق عادات کا آپ سے ظہور ہوا، سب سے بڑا معجزہ آپ علیہ السلام کا قرآن شریف ہے جس میں فصاحت وبلاغت کا اعجاز بھی ہے اور اخبار غیب کا بھی اور قوت تاثیر وسرعت تاثیر کا بھی۔

نبوت کے بارہویں سال جب کہ عمر شریف اکیاون ۵۱ رسال نو ماہ کی تھی، حق تعالیٰ نے آپؐ کو معراج عطا فرمائی یعنی آپ علیہ السلام کو آسمان پر بلایا گیا جنت ودوزخ کی سیر آپ کو کرائی گئی اور عالم ملکوت کے عجائب اور اللہ تعالیٰ کی آیات کبریٰ کا مشاہدہ آپؐ کو کرایا گیا ہے۔

خواجہ دراں پردہ بدید آنچہ دید | آنچہ نیاید بزبان ہم شنید

آپ علیہ السلام کے اخلاق کریمانہ کی یہ کیفیت تھی کہ آپؐ کے اصحاب میں ہر شخص یہ سمجھتا تھا کہ سب سے زیادہ لطف وکرم میرے اوپر ہے ہمیشہ غرباء ومساکین کی طرف آپ کی توجہ زیادہ ہوتی

تھی، یتیموں اور بیواؤں کا بڑا خیال کرتے تھے، اگر کوئی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں بیمار ہوتا تو اس کی عیادت کو تشریف لے جاتے، جنازوں کے ساتھ جاتے اور نماز پڑھ کر دفن کر کے واپس آتے۔ کسی کی آخری حالت سنتے تو اس کے پاس جا کر بیٹھ جاتے۔ رُوئے انور اس کی آنکھوں کے سامنے ہوتا، ایسے مرنے والے کی خوش قسمتی کا کیا کہنا۔

بچہ ناز رفتہ باشد ز جہاں نیاز مندے
چو بوقت جان سپردن بسرش رسیدہ باشی

دنیا میں عیش و آرام کبھی آپ علیہ السلام نے نہیں اٹھایا، موٹے کپڑے پہنتے تھے اور اکثر آپ کے گھر میں فاقہ ہو جاتا تھا، کبھی ایسا نہ ہوا کہ دو دن متواتر دونوں وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھانا کھایا ہو۔

اللہ تعالیٰ نے حسن صورت بھی آپ علیہ السلام کو ایسا عطا فرمایا تھا کہ چہرۂ مبارک آپؐ کا چودہویں رات کے چاند سے زیادہ چمکتا تھا، جس راستے سے آپ گزر جاتے دیر تک اس راستے میں خوشبو آیا کرتی، صحابہ کرامؓ اس خوشبو سے پہچان لیتے۔

جب عمر شریف تریسٹھ برس کی ہوئی اور ہجرت کا گیارہواں سال شروع ہوا تو بارہویں ربیع الاول کو دوشنبہ [پیر] کے دن بوقت چاشت جودہ [دس] دن بیمار رہ کر اس عالم سے رحلت فرمائی اور رفیق اعلیٰ جل مجدہ کے جوارِ عزت میں سکونت اختیار کی۔ انا للہ وانا الیہِ راجعون۔

آخری وصیت جو آپ نے مسلمانوں کو فرمائی وہ یہ تھی کہ نماز کی حفاظت کرنا اور اپنے لونڈی غلاموں کے ساتھ نیک سلوک کرنا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں جس جگہ آپ کی وفات ہوئی تھی وہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر شریف بنائی گئی جو زیارت گاہِ عالم ہے۔

صلوات اللہ وسلامہٗ علیہ وعلیٰ الہٖ وصحبہٖ اجمعین

شجرۂ طیبہ

اس شجرۂ طیّبہ میں حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ عشرہ مبشرہ کا نسب نامہ دکھلانا مقصود ہے آپ کی والدہ ماجدہ اور ام المؤمنین خدیجہؓ کا بھی نسب نامہ اس میں آ گیا اور حضرت سیف اللہ خالد بن ولیدؓ اور حضرت معاویہؓ کا نسب نامہ بھی تبعاً ظاہر کر دیا گیا۔

رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھم واماتنا علی جھم وحشرنا فی زمرتھم۔ آمین۔

قریش:...... یہ لقب نضر کے وقت سے شروع ہوا اور بقول بعض فہر کے وقت سے، اس لقب کی وجہ میں اختلاف ہے۔ جمہور کا قول یہ ہے کہ قریش ایک دریائی جانور کو کہتے ہیں جو سب دریائی جانوروں سے قوی ہے اور سب اس سے ڈرتے ہیں چوں کہ نضر عرب کے سردار تھے اور بہت قوی تھے اس وجہ سے ان کو یہ لقب ملا۔

خلیفۂ رسول اللہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ

نام مبارک آپ کا عبداللہ ہے۔ لقب [۱] صدیق اور عتیق یہ دونوں لقب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے عطا [۲] فرمائے تھے، کنیت ابوبکر، نسب آپ کا آٹھویں پشت میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے مل جاتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آٹھویں پشت میں ایک نام مرہ ہے۔ ان کے دو فرزند تھے کلاب اور تیم، کلاب کی اولاد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں اور تیم کی اولاد میں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ۔

ولادت آپ کی رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت باسعادت سے دو برس کئی مہینے بعد ہوئی، وہی دو برس کئی مہینے بعد وفات پائی عمر بھی تریسٹھ برس کی ہوئی۔

رنگ آپ رضی اللہ عنہ کا سفید تھا، جسم لاغر تھا، رخساروں پر گوشت کم تھا، پیشانی ابھری ہوئی تھی، بال سفید ہو گئے تھے، مہندی اور تیل کا خضاب کرتے تھے، بڑے نرم دل اور نہایت بردبار تھے، رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رفاقت میں سب سے سابق وفائق تھے، حیات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وزیر رہے اور آپ کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین ہوئے۔ خلیفۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا مبارک خطاب آپ کے سوا کسی کے لیے استعمال نہیں ہوا خلفائے مابعد امیر المؤمنین کہہ کر پکارے گئے۔

دو ۲ برس تین مہینے نو دن تخت خلافت پر متمکن رہ کر ۱۷ جمادی الاخری ۱۳ھ کو مابین مغرب وعشا اس دار فانی سے رحلت کی اور اپنے حبیب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پہلو میں اسی روضۂ مقدس میں قیامت تک کے لیے جائے استراحت پائی۔ (رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه وارضاه)

آپ کی اولاد میں تین لڑکے تھے: حضرت عبداللہ جو غزوہ طائف میں بہ معیت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم زخمی ہوئے اور اسی زخم سے اپنے والد کی شروع خلافت میں وفات پائی۔ حضرت عبدالرحمن، محمد۔ اور تین ہی لڑکیاں بھی تھیں: حضرت اسماء رضی اللہ عنہا والدۂ عبداللہ بن زبیر، حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور ام کلثوم رضی اللہ عنہا جو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت شکم مادر میں تھیں۔

---

[۱] صدیق کے معنی بڑا سچا اور شریعت میں ایک خاص مرتبہ ہے جس کی سرحد نبوت کی سرحد سے ملی ہوئی ہے اور عتیق کے معنی آزاد یعنی عذاب آخرت سے ۱۲

[۲] دیکھو تاریخ الخلفاء اور ازالۃ الخفاء ۱۲

حالات قبل از اسلام

اشراف قریش میں سے تھے۔ بڑی عزت اور وجاہت وثروت رکھتے تھے۔

تمام اہل مکہ ان کو اس قدر مانتے تھے کہ دیت اور تاوان کے مقدمات کا فیصلہ ان ہی کے متعلق تھا۔ جب کسی کی ضمانت کر لیتے تھے تو قابل اعتبار سمجھی جاتی تھی۔

سب لوگ ان سے محبت کرتے تھے اور لوگوں کے بہت کام ان سے نکلتے تھے۔ اہل عرب کے نسب کا علم سب سے زیادہ رکھتے تھے فن شعر میں اچھی مہارت تھی۔ نہایت فصیح وبلیغ تھے، مگر اسلام کے بعد شعر کہنا چھوڑ دیا تھا۔

زمانۂ جاہلیت میں بھی کبھی شراب نہیں پی اور کبھی بت پرستی نہیں کی۔ (ازالۃ الخفا، وصواعق)

بچپن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ فدائیانہ محبت رکھتے تھے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صغرسنی میں اپنے چچا ابوطالب کے ساتھ ملک شام جانے لگے تو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو کرایہ میں لے کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کے لیے ساتھ بھیجا اور ایک خاص قسم کی روٹی اور زیتون ناشتے کے لیے آپ کے ہمراہ کیا۔

ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا نکاح رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جو ہوا اس میں ان کی کوشش بھی شریک تھی۔

حالات بعد اسلام قبل ہجرت

(١) ......رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مبعوث ہوتے ہی سب سے [1] پہلے اسلام لائے اور کوئی معجزہ بھی آپ سے طلب نہیں کیا، حق تعالیٰ نے فطرت سلیمہ عطا فرمائی تھی پھر پے در پے تنبیہات غیبیہ نے

---

[1] بعض روایات میں حضرت خدیجہ ؓ کو بعض میں حضرت علیؓ بعض میں حضرت زید بن حارثہ کو اول الاسلام بیان کیا گیا ہے، لیکن احادیث نبویہؐ سے حضرت صدیقؓ ہی کی اولیت کی تائید ہوتی ہے، بعض علما نے لکھا ہے کہ عورتوں میں سب سے پہلے حضرت خدیجہؓ اسلام لائیں، لڑکوں میں حضرت علیؓ، غلاموں میں حضرت زید اور مردوں میں حضرت صدیق لیکن حضرت شیخ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ازالۃ الخفا میں اس جگہ ایک نفیس نکتہ لکھا ہے فرماتے ہیں: اولیت اسلام محض اس لیے فضیلت ہے کہ جو سب سے پہلے اسلام لایا ہوگا اس کو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مصائب میں زیادہ شرکت کا موقع ملا ہوگا، نیز وہ دوسروں کے اسلام کا سبب بنا ہوگا یہ دونوں باتیں ان چاروں میں حضرت صدیقؓ کے ساتھ مخصوص تھیں۔ ١٢

آپ کو بعثت کا منتظر بنا دیا تھا سچ ہے۔

در دل ہر بندہ کز حق مزہ است روی و آواز پیمبر معجزہ است

(۲)...... آپ کے مسلمان ہوجانے سے خود بخود لوگوں کو [1] اسلام کی طرف توجہ پیدا ہوئی اور پھر آپ نے تبلیغ کا کام شروع کر دیا، قبل ہجرت کا پر خطر وقت جب کہ خود اپنے اسلام کا اظہار مشکل تھا، کلمۂ اسلام کو زبان پر لانا اژدہے کے منہ میں ہاتھ ڈالنا تھا۔ ایسے نازک وقت میں دوسروں کو مسلمان بنانے کی کوشش کرنا ان ہی کا کام تھا۔

ایک جماعت اشراف قریش کے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ ہی کے وعظ وتبلیغ سے مشرف ہوئی۔ عشرہ مبشرہ میں سے حضرت عثمانؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیر، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فاتح ایران حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہم ان ہی کی ہدایت سے مسلمان ہوئے۔

یوں تو اور بھی بہت سے اکابر کو ان سے ہدایت ہوئی۔ مگر یہ پانچ وہ ہیں جن کے مسلمان ہوجانے سے کفر کی تیز چھری ذرا کند ہوگئی کیوں کہ یہ حضرات مکہ کے چار ذی اثر قبائل میں سے تھے اور ہر ایک اپنے قبیلے میں باوجاہت تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بنی امیہ میں، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بنی اسد میں، حضرت سعد رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ بنی زہرہ میں [باوجاہت تھے]۔

(۳)...... جب حضرت صدیق رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو علاوہ مال تجارت کے چالیس ہزار روپے نقد جو ان کے پاس تھے، وہ سب انہوں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اور اسلام کی اشاعت میں

---

[1] آج بھی اغیار کے لیے حضرت ابوبکر صدیقؓ کا اسلام رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت کی بہترین برہان ہے چنانچہ میور صاحب سابق گورنر صوبہ متحدہ کی کتاب لائف آف محمدؐ کے دیباچے سے چند فقرات نقل کیے جاتے ہیں، یہ متعصب یورپ کا عیسائی لکھتا ہے، آپ کا عہد خلافت مختصر تھا مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اور کوئی ایسا نہیں ہوا جس کا اسلام کو ان سے زیادہ ممنون اور مرہون احسان ہونا چاہیے، چوں کہ ابوبکرؓ کے دل میں رسول اکرم کا اعتقاد نہایت راسخ طور پر متمکن تھا اور یہی عقیدہ خود رسول اکرم کے خلوص اور سچائی کی ایک زبردست شہادت ہے، لہٰذا میں نے آپ کی حیات وصفات کے تذکرہ کے لیے کچھ جگہ زیادہ وقف کی ہے، اگر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ابتدا سے اپنے کذاب ہونے کا یقین ہوتا تو وہ کبھی ایسے شخص کو دوست اور عقیدت مند نہ بنا سکتے جو نہ صرف دانا اور ہوشمند تھا بلکہ سادہ مزاج اور صفائی پسند بھی تھا ابوبکرؓ کو نفسانی عظمت وشوکت کا کبھی خیال نہ آیا انہیں شاہانہ اقتدار حاصل تھا اور بالکل خود مختار تھے مگر وہ اس طاقت واقتدار کو اسلام کی بہتری اور کافہ انام کے فائدہ پہنچانے میں لایا کیے اور ان کی ہوش مندی اس امر کی مقتضی نہ تھی کہ خود فریب کھالیں اور وہ خود ایسے متدین تھے کہ کسی کو دھوکا نہ دے سکتے تھے (منقول از آیات بینات حصہ فدک)۔

صرف کردے ازاں جملہ سات [1] غلاموں کو (جو مسلمان ہو جانے کے سبب سے طرح طرح کے ظلم و ستم کا نشانہ بنے ہوئے تھے) مال لے کر آزاد کیا کہ جن میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا قصہ عام طور پر مشہور ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ مال راہ خدا میں دینے کا حکم دیا، اس وقت میرے پاس مال بہت تھا دل میں خیال آیا کہ آج میں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے بڑھ جاؤں گا چنانچہ میں نے آدھا مال حاضر کر دیا (جو ایک معقول مقدار میں تھا) اس کے بعد حضرت صدیق رضی اللہ عنہ بھی کچھ قدر قلیل مال لائے، مجھ سے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: اپنے اہل وعیال کے لیے کس قدر چھوڑا ہے؟ میں نے عرض کیا: آدھا، مگر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے جو دریافت فرمایا تو انہوں نے کہا: اہل وعیال کے لیے میں نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑا ہے۔ یعنی کل مال لے آیا ہوں، گھر میں کچھ مال نہیں چھوڑا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس وقت مجھے یقین ہو گیا کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے میں کبھی سبقت نہیں لے جا سکتا۔

(۴)...... جب ابتدائے نبوت میں تبلیغ کا حکم آیا اور یہ آیت اتری فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ یعنی اے نبی! احکام خداوندی کے لیے تکلیف برداشت کیجیے تو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ ابتدا نہ کریں۔ قریش کے جہلا واشرار توحید کا بیان اور شرک کا بطلان سن کر جس سے اب تک ان کے کان نا آشنا ہیں خدا جانے کس قدر مشتعل ہوں اور کیا کر گزریں؟ لہٰذا ابتدا مجھے کرنے دیجیے چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اس وقت حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک عجیب خطبہ پڑھا جس میں حق تعالیٰ کی توحید اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت اور شرک اور بت پرستی کی مذمت بیان کی۔ یہ تقریر کچھ ایسی عشق و محبت میں ڈوبی ہوئی تھی کہ اس کا کچھ اندازہ اس خطبہ کے الفاظ سے ہوتا ہے۔ یہ پہلا خطبہ تھا جو اسلام میں پڑھا گیا۔ اس کے بعد کافروں نے جو ایذائیں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو دیں اور جس ذوق کے ساتھ ان ایذاؤں کو انہوں نے برداشت کیا وہ بجائے خود ایک دفتر عشق ہیں۔

(۵)......اسلام لانے کے بعد اپنے گھر کے سامنے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک مسجد بنائی اور یہ پہلی مسجد ہے جو اسلام میں بنائی گئی۔ اس مسجد میں روزانہ صبح کو بیٹھ کر قرآن مجید کی تلاوت کرتے

---

[1] ان ساتوں کے نام حسب ذیل ہیں، بلال، عامر فہیرہ، فہدیہ زنیرہ ام عبس، بنی مومل کی ایک کنیز رضی اللہ تعالیٰ عنہم واماتنا علی حبہم ۱۲ (ازالۃ الخفاء، مقصد ۲۵۲)

تھے۔ قرآن مجید اور پھر صدیق رضی اللہ عنہ کی زبان سے، سننے والوں کا ہجوم ہو جاتا تھا اور ناممکن تھا کہ کسی نہ کسی پر اثر نہ ہو روز کا یہ مشغلہ دیکھ کر کافروں نے مزاحمت کی آخر کار حضرت صدیق رضی اللہ عنہ باجازت نبوی بجانب حبش [1] ہجرت کی نیت سے روانہ ہو گئے۔ راستہ میں ابن الدعنہ کافر تاجر قریش ملا اور وہ باصرار واپس لایا اور روسائے قریش سے کہا: کیا تم ایسے شخص کو نکالے دیتے ہو جو بے دیکھی ہوئی چیز [2] یعنی ثواب آخرت کو کماتا اور صلہ رحمی کرتا ہے اور لوگوں کی غمخواری کرتا ہے اور مہمانوں کی ضیافت کرتا ہے۔ اچھا اب میں ان کو امان دے کر واپس لایا ہوں اور اب ان سے مزاحمت نہ کرنا سب کافروں نے ابن الدعنہ کی امان کو منظور کر لیا مگر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ فوراً بول اٹھے کہ میں ایک کافر کی امان میں نہیں رہنا چاہتا۔ میرے لیے اللہ اور رسول کی امان کافی ہے اس کے بعد رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں گئے اور سارا قصہ بیان کیا آپ نے فرمایا: اے ابوبکر! اب تم کہیں نہ جاؤ ہم کو بھی ہجرت کی اجازت ملنے والی ہے ہمارے ساتھ چلنا چنانچہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے پھر مکہ میں قیام کیا اور پھر بدستور تلاوتِ قرآن اور تبلیغِ اسلام کے دل ربا کام میں مشغول رہے سچ ہے۔

رہائی نہ خواہیم ازدام عشق — کہ صد عید قربان ایام عشق

(٦) ...... کئی بار مکہ میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کافروں کے نرغہ سے بچایا ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ کفار قریش صحن کعبہ میں بیٹھے ہوئے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر کر رہے تھے کہ وہ ہمارے معبودوں کی مذمت کیا کرتے ہیں، اتنے میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں آ گئے۔ سب نے آپ کو گھیر لیا اور چادر آپ کے گلے میں لپیٹ کر کھینچنا شروع کی، کسی نے جا کر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو خبر دی کہ ادرك صاحبك وہ بے تاب ہو کر پہنچے اور کہنے لگے: تمہاری خرابی ہو۔

اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ

ترجمہ: ...... کیا تم ایسے شخص کو قتل کیے ڈالتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور تمہارے پاس

---

[1] حبش میں نجاشی اصحمہ کی حکومت تھی، پہلے وہ عیسائی تھے ٦ھ میں مشرف بہ اسلام ہوئے، اس وقت کے بادشاہوں میں یہ سعادت صرف ان ہی کو ملی مگر اسلام سے پہلے بھی مسلمانوں کو ان کی حکومت میں بہت امن ملا تھا اسی وجہ سے حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حبش کا قصد کیا تھا۔ ١٢

[2] یہی کلمات حضرت خدیجہؓ نے وقت بعثت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق کہے تھے اللہ اکبر حضرتؓ کے اوصاف کس درجے ان میں سرایت کر گئے تھے۔ ١٢

معجزات لے کر آیا ہے؟

یہ سن کر کافروں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ دیا اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ پر جھک پڑے، اس وقت حضرت صدیق رضی اللہ عنہ پر جو کچھ گزرا مبارک ہو کہ ان ہی کا حصہ تھا بیہوش ہو گئے اور کئی دن تک بیہوش رہے۔ درمیان درمیان میں تھوڑی دیر کے لیے ہوش آتا، تو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خیریت دریافت کرتے اور پھر بے ہوش ہو جاتے، جب کئی دن کے بعد پوری طرح ہوش آیا تو پہلا سوال یہ تھا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے چلو! چنانچہ لوگ پکڑ وا کر لے گئے۔ جب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے آئے ہیں۔تو اس وقت کی حالت بیان میں نہیں آسکتی۔

اس قسم کے واقعات جان نثاری وجانبازی کے قبل ہجرت کئی بار پیش آئے

⑦......کفار قریش نے نبوت کے ساتویں سال یہ تجویز متفقہ طور پر طے کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور آپؐ کے ساتھ سارے خاندان بنی ہاشم کو محصور کر کے کھانا پانی بند کر کے فاقوں سے ہلاک کر دیں چنانچہ ایک معاہدہ مرتب ہوا کہ کوئی شخص نہ خاندان ہاشم سے قرابت کرے گا نہ ان کے ہاتھ خرید و فروخت کرے گا، نہ ان کے پاس کھانے پینے کا سامان پہنچنے دے گا جب تک کہ وہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو قتل کرنے کے لیے ہمارے حوالہ نہ کر دیں اس معاہدہ پر سب نے تصدیقی علامات بنائیں اور اس کو کعبہ میں آویزاں کیا تاکہ کوئی شخص خلاف ورزی کی جرأت نہ کرے۔ مجبور ہو کر آپ مع اپنے چچا ابوطالب اور سارے خاندان کے مکہ سے باہر ایک پہاڑ کے درّے میں (جس کو ''شعب ابی طالب'' کہتے ہیں) چلے گئے، یہ مصیبت تین سال تک رہی ان تین سالوں میں جو سختیاں گزریں ،کسی ظالم کے ظلم میں اس کی نظیر نہ ملے گی، جنگلی درختوں کی پتیاں کھا کر زندگی کے دن پورے کیے گئے۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ ایسی حالت میں زندہ رہنا خدا کی قدرت کا نمونہ تھا۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ ازخود اس مصیبت میں شریک ہو گئے آپ کے ساتھ وہ بھی شعب ابی طالب چلے گئے اور وہیں رہے۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خدا نے اس مصیبت سے نجات دی تب انہوں نے بھی نجات پائی ابوطالب نے اسی واقعے کو اپنے اس شعر میں بیان کیا ہے ۔

وَهُمْ رَجَعُوا سَهْلَ بْنِ بَيْضَاءَ رَاضِيًا   فَرَضِيَا اَبُوبكر بِهَا وَ مُحَمَّدٌ

ترجمہ:......اہل مکہ نے سہل بن بیضاء کو (جو مصالحت کے لیے قاصد بن کر گئے تھے) راضی کر کے واپس کیا (یعنی صلح کر لی) پس اس صلح سے ابوبکر اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) خوش ہوئے۔

⑧ ...... جب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کہیں تبلیغ کے لیے تشریف لے جاتے تو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ ضرور آپ کے ساتھ ہوتے اور ہر آفت و مصیبت ۲ میں سینہ سپر رہتے چنانچہ جب موسم حج میں قبائل عرب کے پاس تشریف لے گئے تو ان تمام مواقع میں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ ساتھ تھے۔

⑨ ...... مکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ معمول تھا کہ صبح وشام دونوں وقت حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے جاتے اور مشورہ طلب امور میں ان سے رائے طلب کرتے۔

⑩ ...... جب ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بہت مغموم دیکھا تو اپنی صاحبزادی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو جو اس وقت بہت کم سن یعنی چھ برس کی تھیں، بڑے ادب واخلاص کے ساتھ آپ کے نکاح میں دیا اور مہر کی رقم اپنے پاس سے ادا کی۔

⑪ ...... جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو معراج ہوئی تو سب سے پہلے ان ہی نے تصدیق کی کفار مکہ نے ان سے کہا کہ وہ بیت المقدس گئے اور وہاں سے آسمان پر تشریف لے گئے اور وہاں کے عجائب وغرائب کی سیر کی اور پھر لوٹ آئے اور اتنا بڑا سفر رات کے ایک قلیل حصے میں طے ہوگیا تو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے کیا خوب جواب دیا، فرمایا: ہم تو اس سے زیادہ بعید از عقل بات ان کی مان چکے ہیں وہ فرماتے ہیں: جبرئیل علیہ السلام آسمانوں کے اوپر سے ابھی آئے اور ابھی گئے۔ مطلب یہ کہ جب جبرئیل کی آمد رفت چشم زدن ہیں ہم مان چکے ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جسم مبارک کی لطافت ونورانیت تو جبرئیل سے بھی فائق ہے، لہٰذا آپ کی آمد ورفت میں ہم کو کیا شک ہوسکتا ہے۔ اسی تصدیق معراج کے صلے میں صدیق کا لقب آپ کو ملا۔

⑫ ...... جب کامل تیرہ برس تک مکہ کے کافروں کی طرف سے ہر قسم کے ظلم وستم اٹھا کر سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم امتحان خداوندی میں کامل ہو چکے اور علم الٰہی میں ان ظالموں کا پیمانہ بھی لبریز ہو چکا۔ تو وحی الٰہی میں آپ کو حکم ملا کہ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے جائیں اس سفر ہجرت میں خدا اور خدا کے رسول نے تمام جماعت صحابہ میں صرف حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو منتخب کیا وہی اس سفر میں آپ کے ساتھ تھے، اس سفر میں قدم قدم پر جیسی کچھ جانی و مالی خدمتیں حضرت صدیق نے کیں عشق ومحبت کی داستانوں میں کوئی واقعہ اس سے مافوق نہیں مل سکتا۔ ''یارِغار'' کی مثل دنیا میں اسی وقت سے رائج ہوئی جب سے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے غار

میں اپنے حبیب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی یاری کی اب جو کوئی کسی کا بڑا مخلص دوست ہوتا ہے تو کہتے ہیں کہ فلاں شخص ہمارا یارِ غار ہے۔

اس سفرِ ہجرت میں رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنی رفاقت کے لیے منتخب اور مخصوص کر کے یہ بات سب پر ظاہر کر دی کہ ان کے اخلاص و محبت پر آپ کو کامل ترین اعتماد تھا اور یہ سب سے زیادہ عقلمند اور مدبر اور تجربہ کار اور سب سے زیادہ شجاع اور بہادر تھے کیوں کہ اس خطرناک سفر کے رفیق میں ان سب اوصاف کا ہونا ضروری تھا۔

* ......ذرا اس سفرِ ہجرت پر ایک اجمالی نظر ڈالو تو وہ کفار مکہ کا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے قتل کے لیے جمع ہونا اور آپؐ کے مکان کا محاصرہ کرنا۔

* ......وہ آپ کا اس محاصرہ سے نکل کر حضرت صدیقؓ کے گھر جانا اور ان کو سفر ہجرت اور اس سفر کی رفاقت کی خوشخبری سنانا، وہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا فوراً تیار ہو جانا اور ان کی صاحبزادیوں کا عجلت کے ساتھ ناشتہ تیار کرنا۔

* ......وہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا اپنی ان دونوں اونٹنیوں کو جو چار مہینہ سے اس سفر ہجرت کے لیے پرورش پا رہی تھیں ایک معتمد راز دار کے سپرد کرنا کہ تین روز کے بعد فلاں مقام پر لے آنا۔

* ......وہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے پائے مبارک کا پیادہ چلنے کے سبب سے زخمی ہو جانا اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا آپ کو اپنے شانے پر سوار کر کے غارِ ثور تک لے جانا۔

* ......وہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا عرض کرنا: ''حضرت آپ ذرا غار کے باہر بیٹھ جایئے میں اندر جا کر صفائی کر دوں''۔

* ......وہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا اس غار میں سوراخوں کو دیکھ کر اپنی چادر کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے سوراخوں کو بند کرنا اور ایک سوراخ پھر بھی باقی رہ گیا اس میں اپنا پاؤں لگا دینا اور اس پاؤں میں سانپ کا کاٹنا پھر لعابِ دہن مبارک سے شفا پانا۔

* ......وہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے نوجوان صاحبزادے عبداللہ رضی اللہ عنہ کا تین روز برابر شب کو اس غار میں آپ کے ساتھ سونا اور اندھیرے منہ غار سے نکل کر مکہ چلا جانا اور دن بھر کی خبریں شام کو پہنچانا۔

* ......وہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے غلام عامر بن فہیرہ کا یا ان کی صاحبزادی حضرت اسماءؓ کا تین

دن برابر بوقتِ شب اس میں کھانا پہنچانا، وہ کفار مکہ کا اعلان دینا کہ جو کوئی محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یا ابوبکرؓ کو گرفتار کر کے لائے گا، اس کو ایک سو اونٹ انعام میں دیے جائیں گے اور اس انعام کے لالچ میں کفار مکہ کا بڑے ماہر قدم شناسوں کی قیادت میں چاروں طرف تلاش میں پھرنا، پھر کچھ لوگوں کا تلاش کرتے کرتے اس غار کے منہ پر پہنچ جانا اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا ان کو دیکھ کر رنجیدہ ہونا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ان کو یہ کہہ کر تسکین دینا کہ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا ''رنجیدہ نہ ہو اللہ ہم دونوں کے ساتھ ہے''۔

* ......وہ تین دن کے بعد اس غار سے نکل کر بجانب مدینہ روانہ ہونا اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اونٹ پر ردیف بننا اور چاروں طرف نظر دوڑاتے رہنا تا کہ کوئی آرہا ہو تو معلوم ہو جائے اتنے میں سراقہ کا بغرض گرفتاری پہنچ جانا اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسی دِلنواز کلمہ سے تسکین دینا کہ "اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا" پھر بہ دعائے نبوی سراقہ کا مع اپنے گھوڑے کے سنگلاخ زمین میں زانوں تک دھنس جانا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پناہ مانگ کر زمین کی گرفت سے رہائی پانا۔

* ......وہ ایک منزل میں جبکہ کھانے پینے کی کوئی چیز دستیاب نہ ہوئی تھی حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا ایک چرواہے سے دودھ مانگ کر لانا اور ٹھنڈا پانی اس میں ملا کر حضرت کے سامنے پیش کرنا اور اصرار کر کے پلانا اور بچا ہوا خود پینا اور یہ کہنا کہ شرب حتی رضیت یعنی حضرت نے اتنا پیا کہ میں خوش ہو گیا۔

یہ وہ واقعات ہیں کہ جس کا دل دردِ محبت سے کچھ آشنا ہو وہ ان کی قدر جان سکتا ہے۔

سفر ہجرت میں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی رفاقت کا تذکرہ قرآن مجید میں بڑی شان کے ساتھ ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی بار باران کی اس خدمت کا تذکرہ فرماتے تھے صحیح بخاری میں ہے کہ حملنی الی دار الھجرۃ یعنی ابوبکرؓ مجھے دار الھجرۃ مدینہ میں سوار کر کے لائے۔ اور وفات سے پانچ دن پہلے جو خطبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑھا، اس میں فرمایا: جس نے کوئی احسان ہمارے ساتھ کیا ہم نے اس کا بدلہ کر دیا سوا ابوبکر کے کہ ان کی خدمت کا بدلہ قیامت کے دن خدا دے گا۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں بھی حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی بے نظیر جان نثاری کا چرچہ بہت تھا،

لوگ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے اس سفر کے حالات پوچھا کرتے تھے اور خود ان کی زبان مبارک سے سننے کے مشتاق [1] رہتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے عہد خلافت میں فرماتے تھے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ صرف شب غار کی اپنی خدمت اور قتال مرتدین کا کارنامہ مجھے دے دیں اور میری ساری عمر کے تمام اعمال لے لیں تو میں ہی فائدہ میں رہوں گا۔

ایک مفید تبصرہ:

مہاجرین کی ایک جماعت نے قبل ہجرت کیسے کیسے ظلم کفار کے برداشت کیے اور ان کے پائے استقامت کو ذرا لغزش نہ ہوئی ان واقعات کو دیکھ کر ایک کافر بھی یہ نتیجہ نکالنے پر مضطر ہو جاتا ہے کہ بے شک! آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بابرکات میں کچھ ایسے ہی غیر معمولی صفات کاملہ جمع تھے کہ لوگ اس طرح پر اپنی جانیں نثار کرتے تھے اور جو ایک مرتبہ ان کے حلقہ غلامی میں داخل ہو جاتا تھا پھر وہ کسی طرح نکلنے کا نام نہ لیتا تھا، ظلم وستم کے پہاڑ ان پر توڑے جاتے تھے اور اس بے دردی اور بے رحمی سے ستائے جاتے تھے کہ آج ان واقعات کو کتابوں میں پڑھ کر بدن کانپ اٹھتا ہے تیرہ برس تک ان ہی مظالم سے سابقہ رہا مگر کسی نے دین اسلام کو ترک نہ کیا۔

اسیرش نخواہد رہائی زبند   شکارش نجوید خلاص از کمند

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے مظالم اور مصائب کی طویل داستان میں سے کچھ بطور نمونہ بیان ہو چکا۔ اب ذرا دوسرے مہاجرین کے اوپر مظالم بھی کچھ قدر قلیل سنو جن میں زیادہ تر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے آزاد کیے ہوئے حضرات ہیں۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ: پر یہ ظلم کیا گیا کہ ٹھیک دوپہر میں تپتی ہوئی ریگ (ریت) پر برہنہ کر کے لٹائے جاتے اور پتھر کی وزنی چٹان جو دھوپ میں تپ کر مثل آگ کے ہو جاتی تھی ان کے سینہ پر رکھی جاتی اور ان سے کہا جاتا کہ اسلام سے باز آؤ ورنہ اسی طرح تکلیف دیدے کو مار ڈالے جاؤ گے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اس کے جواب میں أَحَدٌ أَحَدٌ (اللہ ایک ہے اللہ ایک ہے) کا نعرۂ مستانہ لگاتے اور ذرا آہ و بکا نہ کرتے گویا ان کو اس میں مزہ ملتا تھا، پہلی مرتبہ جب اس گرم ریگ سے اٹھائے گئے تو سارا جسم ایک آبلہ تھا۔ دوسرے دن پھر ان ہی آبلوں پر اسی طرح تپتی ہوئی چٹان سینہ پر رکھی گئی، وہ

---

[1] چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کے اشتیاق کا ایک خاص واقعہ مروی ہے ۱۲

آبلے ٹوٹے ہوں گے اور ان میں گرم ریگ نے جو لطف دیا ہوگا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے سوا کس کی قسمت تھی کہ اس لطف سے بہرہ اندوز ہوتا پھر لطف پر لطف یہ تھا کہ جب اس تپتی ہوئی ریگ سے اٹھائے جاتے تھے تو گلے میں رسی باندھی جاتی اور بدتمیز لڑکوں کے حوالے کیے جاتے کہ تمام شہر میں گھسیٹتے ہوئے لے جائیں اس حالت میں بھی وہی نعرہ زبان پر تھا: احَدٌ احَدٌ

حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ: ان پر سب سے بڑا ظلم یہ کیا گیا کہ ایک دن کوئلے دہکائے گئے اور ان دہکتے ہوئے کوئلوں پر چت لٹایا گیا اور ایک شخص سینہ پر پاؤں رکھے رہا کہ ہٹنے نہ پائیں، تمام پیٹھ جل گئی مدتوں کے بعد حضرت فاروق اعظم کے سامنے اس ظلم کا تذکرہ ہوا تو حضرت خباب ؓ نے اپنی پیٹھ کھول کر ان کو دکھائی ساری پیٹھ سفید تھی۔ گویا سفید داغ تھے۔

حضرت عمار ؓ اور ان کے والد یاسر ؓ: یہ دونوں بھی گرم ریگ پر لٹائے جاتے اور اس قدر مار ان سنگدلوں کے ہاتھ سے ان پر پڑتی کہ بے ہوش ہو جاتے، حضرت یاسر رضی اللہ عنہ اسی ظلم سے جان بحق ہو گئے۔

حضرت عمار ؓ کی والدہ حضرت سمیہ ؓ: کے ساتھ تو وہ ظلم کیا گیا کہ غیرت انسانی اس پر ہمیشہ ماتم کرے گی ان کے پاؤں دو اونٹوں کے پاؤں میں باندھے گئے اور ان کو مختلف سمتوں میں بھگایا گیا پھر ابو جہل نے ایک نیزہ ان کی شرمگاہ میں مارا اور وہ شہید ہو گئیں۔

حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ: ان پر اس قدر مار پڑتی کہ ان کے حواس مختل ہو جاتے جب ان کی ہجرت کا وقت آیا تو کفار مکہ نے ان سے کہا کہ اپنا مال و اسباب سب یہیں چھوڑ دو تو تمہیں جانے دیں گے۔ انہوں نے بخوشی اس کو منظور کر لیا۔

حضرت ابو فُکیہہ رضی اللہ عنہ: ان کے پاؤں میں رسی باندھی گئی اور گھسیٹے گئے اور تپتی ہوئی ریگ پر لٹائے گئے۔ ایک روز اُمیّہ نے اس زور سے ان کا گلا گھونٹا کہ لوگ سمجھے دم نکل گیا۔ ایک دفعہ ان کے سینہ پر اتنا وزنی پتھر رکھا گیا کہ ان کی زبان نکل پڑی۔

حضرت زُنیرہ رضی اللہ عنہا: کو ابو جہل نے ایک روز اس قدر مارا کہ ان کی دونوں آنکھیں پھوٹ گئیں۔

"ایں قصۂ غم بسے دراز است"

یورپ کا مشہور اور متعصب مؤرخ گبن مہاجرین کے اس صبر واستقامت کے تذکرہ میں لکھتا ہے:

''اس صورت میں کوئی یقین کرسکتا ہے کہ ایسے شخصوں نے ایذائیں سہیں اور مُلک سے جلاوطنی گوارا کی اور اس سرگرمی سے اس کے پابند ہوئے اور یہ سب امور ایک ایسے شخص کی خاطر ہوئے ہوں جس میں ہر طرح کی برائیاں ہوں اور اس سلسلہ اور سخت عیاری کے لیے ہوں جو ان کی ترتیب کے بھی خلاف ہو اور ان کی ابتدائی زندگی کے تعصبات کے بھی مخالف ہوں اس پر یقین نہیں ہوسکتا یہ خارج از حیطۂ امکان ہے''۔

عیسائی اس بات کو یاد رکھیں تو اچھا ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مسائل نے اس درجہ نشر دینی اس کے پیروؤں میں پیدا کیا کہ جس کو عیسیٰ علیہ السلام کے ابتدائی پیروؤں میں تلاش کرنا بے فائدہ ہے اور اس کا (یعنی جناب رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا) مذہب اس تیزی سے پھیلا جس کی نظیر دین عیسوی میں نہیں چنانچہ نصف صدی سے کم میں اسلام بہت سے عالی شان اور سرسبز سلطنتوں پر غالب آ گیا، جب عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر لے گئے تو اس کے پیرو بھاگ گئے اور مقتداء کو موت کے پنجہ میں چھوڑ کر چل دیے، اگر بالفرض اس کی حفاظت کرنے کی ممانعت تھی تو اس کی تسلی کے لیے موجود رہتے اور صبر سے اس کے اور اپنے ایذاءرسانوں کو دھمکاتے۔ برعکس اس کے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیرو اپنے مظلوم پیغمبر کے گرد و پیش رہے اس کے بچاؤ میں اپنی جانیں خطرہ میں ڈال کر کل دشمنوں پر اس کو غالب کر دیا۔

دیکھو! تو یہ نصرانی مؤرخ باوجود اس تعصب کے جو ان لوگوں کو دین اسلام سے ہے مہاجرین کی اس بےنظیر استقامت کو دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت کا کس طرح اعتراف کر رہا ہے اور آپ کی ذات پاک میں فریب وعیاری اور کسی قسم کی برائی کا پایا جانا خارج از حیطہ امکان (یعنی ناممکن) قرار دیتا ہے اسی طرح یورپ کے اور مورخوں نے بھی لکھا ہے۔ (دیکھیے آیات بینات حصہ فدک)

واقعی عقلمندوں اور راست بازوں کی جماعت کا کسی ایسے شخص کی پیروی میں اس قدر مصائب اور مظالم کا برداشت کرنا جو بچپن سے ان کے درمیان میں رہا جس کی زندگی کا ہر لمحہ ان کی نظر کے سامنے گزرا اس شخص کی صداقت کی بہترین دلیل ہے اس لیے قرآن مجید میں مہاجرین کے مصائب حق تعالیٰ نے بیان فرمائے ہیں، کہیں فرمایا: أُوذُوا فِي سَبِيلِي اور کہیں فرمایا: يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا اور أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ۔

حالات بعد ہجرت

ہجرت کے بعد ان روح فرسا مصائب کا تو خاتمہ ہو چکا تھا جو مکہ میں ہر وقت اور ہر آن پیش رہتے تھے لیکن مدینہ منورہ میں دوسری قسم کی خدمات مسلمانوں کے سپرد کی گئیں اور جاں بازی وجان نثاری کے امتحانات دوسرے طریقے سے لیے جانے لگے مسلمانوں کو جہاد کی اجازت دی گئی اور ایک سلسلہ غزوات کا قائم ہوا۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو انیس غزوات پیش آئے جن میں سب سے پہلا غزوۂ بدر اور سب سے آخر غزوۂ تبوک تھا، ان تمام غزوات میں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے ہمراہ رہے اور بڑی پسندیدہ خدمتیں انجام دیں جن میں سے چند بطور مثال کے درج ذیل ہیں:

غزوۂ بدر

جو رمضان ۲ھ میں ہوا۔ یہ اسلام کی پہلی فتح ہے اس غزوہ میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے عریش یعنی چادریں تان کر سائبان سا بنا دیا گیا تھا حضرت صدیق رضی اللہ عنہ اسی عریش میں آپ کے ساتھ رہے اور آپ کی حفاظت کا حق خوب ادا کیا۔ رات بھر تلوار ہاتھ میں لے کر عریش کے چاروں طرف کی نگہبانی کرتے رہے جس صبح کو لڑائی شروع ہونے والی تھی اس کی اخیر شب میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہایت بے قراری کے ساتھ دعا مانگنا شروع کی کہ خداوندا اپنا وعدہ پورا کر، اگر یہ تیرے فرماں بردار بندے اس جگہ شکست پا جائیں گے تو پھر روئے زمین پر تیری عبادت کبھی نہ ہوگی، حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے اپنے حبیب کی یہ بے قراری نہ دیکھی گئی اور بالآخر عریش کے اندر آ کر آپ کے روئے مبارک کا گوشہ ہاتھ میں لے کر کہنے لگے: كفتك مناشدتك يارسول اللّٰه یعنی یا رسول اللہ! بس اتنی دعا آپ کی کافی ہے۔ ان کے کہنے سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سر اٹھایا تو جبریل امین وحی الٰہی لیے ہوئے کھڑے تھے: سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ﴿۴۵﴾ یعنی ان کافروں کو عنقریب ہزیمت دی جائے گی اور یہ پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے۔

حضرت شیخ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی فراست ایمانی تو دیکھو جبرئیل علیہ السلام وحی لے کر چلے اور ان کے قلب مبارک پر انعکاس ہو گیا اور وہ کہہ اٹھے: بس اتنی دعا کافی ہے اور ان کا کہنا ٹھیک اترا۔

اس غزوہ میں لشکر کا میمنہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی ماتحتی میں تھا، حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ (جو اس وقت مشرف بہ اسلام نہیں ہوئے تھے) اس لڑائی میں کافروں کے ساتھ آئے تھے، میدان جنگ میں بڑھے تو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ تلوار کھینچ کر اپنے لخت [1] جگر کو اپنے ہاتھ سے قتل کرنے کے لیے گئے۔ مگر وہ زد سے بچ کر نکل گئے۔ (استیعاب لابن عبدالبر)

بدر کی لڑائی میں جب کفار قید ہو کر آئے تو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کے قتل کی رائے سے اختلاف کیا اور فدیہ لے کر چھوڑ دینے کی رائے دی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہی کی رائے پر عمل کیا اور ان کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تشبیہ دی اگر چہ نتیجہ میں حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کی فضیلت [2] اس معاملہ میں غالب رہی۔

غزوۂ اُحد

جو شوال ۳/ہجری میں ہوا، اس غزوہ میں جب کہ مسلمانوں کو شکست ہوئی اور کافروں کی فوج مسلمانوں کے لشکر کے بیچ میں آ گئی جس کی وجہ سے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور مسلمانوں کے درمیان میں جدائی ہو گئی اور اسی کے ساتھ یہ قیامت خیز خبر بھی کفار نے مشہور کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہید ہو گئے جو مسلمان جہاں تھا وہیں گھر کر رہ گیا۔ اس وقت سوا حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے کوئی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس نہ تھا مگر تھوڑی دیر کے بعد پھر اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم آپ کے پاس پہنچ گئے ان پہنچنے والوں میں سب سے پہلا نمبر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا تھا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لڑائی ختم ہونے کے بعد پہاڑ پر چڑھے تو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ اس وقت بھی جاں نثاری کے لیے ساتھ رہے۔

جب دوبارہ کافروں کی آمد سن کر آپ نے پھر تیار ہو جانے کا حکم دیا تو باوجود کہ صحابہ کرام بہت زخمی اور خستہ تھے مگر حکم پاتے ہی ستر آدمی فوراً تیار ہو گئے جن میں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ بھی تھے، یہ مستعدی خدا کو اس قدر پسند آئی کہ قرآن مجید میں اس کا ذکر فرمایا:

اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۛ [سورۂ آل عمران: ۱۷۲]

ترجمہ: ...... وہ لوگ جنہوں نے اللہ اور رسول کی پکار کو قبول کیا بعد اس کے کہ ان کو زخم پہنچ چکے ہیں۔

---

[1] اس کے بالمقابل ایک دوسرا واقعہ اس غزوہ کا یہ ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اپنے باپ عتبہ کے مقابلہ میں گئے، اشداء علی الکفار کی تصدیق ان حضرات کے ہر ہر عمل سے ہوتی ہے ۱۲

[2] دیکھو آیندہ صفحات میں حالات حضرت فاروق رضی اللہ عنہ ۱۲

غزوۂ خندق وخیبر

غزوۂ خندق میں خندق کے ایک جانب کی حفاظت حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے سپرد تھی اور اس طرف سے کوئی کافر خندق عبور کرنے نہیں پایا۔

غزوۂ خیبر میں ایک روز حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سردار لشکر بنا کر بعض قلعوں کو فتح کرنے کے لیے بھیجے گئے اگر چہ اس روز فتح نہیں ہوئی لیکن اس روز کی لڑائی نے یہودیوں کا غرور ایک حد تک توڑ دیا بالآخر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر فتح پائی۔

متفرق واقعات

① ......سریہ بنی فزارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان ہی کو سردار لشکر بنا کر بھیجا، بڑی فتح پائی اور قیدی بہت ہاتھ آئے۔

② ......فتح مکہ میں اپنے والد کو مسلمان کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لے آئے تو آپ نے فرمایا: تم نے ان کو بڑھاپے میں کیوں تکلیف دی میں خود آجاتا۔

ف: ......صحابہ کرامؓ میں سوا حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے کوئی نہیں جس کی چار پشت صحابی ہوں، ماں باپ بھی بیٹے بھی، پوتے بھی۔

③ ......۹ ہجری میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو امیر حج بنایا اور سورۂ براءت کی تبلیغ بھی ان ہی کے متعلق کی، مگر بعد میں معلوم ہوا کہ اہل عرب کا دستور ہے کہ اس قسم [1] کی تبلیغ یا تو اصل شخص خود کرتا ہے یا اس کا سب سے قریبی رشتہ دار، ورنہ قابل اعتبار نہیں ہوتی۔ لہذا آپ علیہ السلام نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بماتحتی حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے سورۂ براءت کی تبلیغ پر مامور فرمایا۔ چنانچہ خطبہ حج (جو خاص کام امیر حج ہی کا ہے) حضرت صدیق رضی اللہ عنہ ہی نے پڑھا۔

④ ......غزوۂ تبوک میں لشکر کا جائزہ لینا اور لشکر کی امامت کرنا یہ دونوں کام حضرت صدیق کے سپرد کیے گئے اسی غزوہ میں حضرت صدیقؓ نے اپنا کل مال سامانِ جہاد درست کرنے کے لیے دیا تھا۔

---

[1] سورۂ براءت (توبہ) میں کفار مکہ کو یہ اطلاع دی گئی ہے کہ تم سے اور مسلمانوں سے جو معاہدہ صلح حدیبیہ میں ہوا تھا وہ ختم ہو چکا لہذا اب تم خدا اور رسول کی ذمہ داری میں نہیں ہو۔ ۱۲

۵...... ایک مرتبہ جمعہ کے دن ایک تجارتی قافلہ ملک شام سے آیا۔ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ پڑھ رہے تھے لوگ اس قافلہ کی آمد سن کر خطبہ چھوڑ کر چلے گئے کیوں کہ اس وقت غلہ کی ضرورت بہت زیادہ تھی اس پر یہ آیت عتاب کی اتری:

وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انْفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا ط (سورۃ جمعہ:۱۱)[۱]

ترجمہ:...... اور جب یہ لوگ کوئی تجارت یا کھیل کی چیز دیکھتے ہیں تو اس کی طرف چلے جاتے ہیں اور آپ کو کھڑا ہوا چھوڑ دیتے ہیں۔

مگر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ ان بارہ اشخاص میں تھے جو مسجد سے نہیں ہٹے۔

۶...... جب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرض وفات میں مبتلا ہوئے تو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے فضائل بیان فرمائے اور حکم دیا کہ مسجد میں جن کے دروازے ہیں سب بند کر دیے جائیں سوا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پھر ان کو اپنی جگہ پر امام[۲] نماز بنا دیا جو کھلا ہوا اشارہ ان کی خلافت کا تھا، نیز اس بیماری میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لیے خلافت نامہ لکھوانے کا کاغذ وغیرہ طلب فرمایا مگر پھر کسی مصلحت[۳] سے اپنا ارادہ ترک کر دیا اور فرمایا[۴] سوا ابوبکر کے اور کسی کے لیے خدا کی مشیت نہ ہوگی اور مسلمان بھی راضی نہ ہوں گے۔ (صحیح مسلم صحیح بخاری)

---

[۱] اگرچہ اس قسم کے عتاب معلمانہ ہیں، دستاویز طعن نہیں بن سکتے مگر جن پر یہ نہ ہو ان کی فضیلت اس معاملہ میں ظاہر ہوئی

[۲] حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو آخر وقت میں امام نماز بنانے کی روایت بکثرت راویوں نے روایت کی ہے، محدثین نے اس کو متواتر لکھا ہے، تواتر لفظی نہیں مگر تواتر معنوی تو یقینی ہے اس آخری وقت کے علاوہ بھی جب کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود امامت نہ کر سکتے تو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ ہی کو امامت کا حکم دیتے جب آپ قبیلہ بنی عمر بن عوف میں صلح کرانے کو تشریف لے گئے تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرما گئے کہ نماز کا وقت آجائے تو ابوبکر کو اپنا امام بنانا غزوۂ تبوک میں لشکر کا جائزہ لینے میں بھی ایسا ہوا۔

[۳] غالباً وہ مصلحت یہ ہو کہ رسولِ خدا اگر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو صراحۃً خلیفہ بناتے تو لوگ یہ سمجھتے کہ خلیفہ کا تقرر امت کے اختیار میں نہیں ہے بلکہ رسول کا کام ہے اور اس اعتقاد فاسق سے جو جو رخنے دین اسلام میں پڑتے ان کا اندازہ مذہب رفض کے مسئلہ امامت سے ہو سکتا ہے۔ ۱۲

[۴] وحی الٰہی نے آپ کو مطلع کر دیا تھا کہ آپ کے بعد پہلی خلافت حضرت صدیق کے لیے مقدر ہو چکی ہے بعض روایات میں جو وارد ہوا ہے کہ کسی صحابی نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ آپ کے بعد کس کو خلیفہ بنائیں تو آپ نے شیخین کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ذکر کرتے ہوئے فرمایا: میں نہیں سمجھتا کہ تم علی کو پہلی خلافت کے لیے منتخب کرو اول تو یہ روایت مجروح ہے ایک راوی اس کا عبدالرحمن مینا ناقابل وثوق ہے، دوسرے اگر صحیح بھی ہو تو مطلب یہی ہوگا کہ تقدیر الٰہی میں پہلی خلافت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے ہے تم علی رضی اللہ عنہ کو پہلا خلیفہ نہیں بنا سکتے۔ ۱۲

(۷)......رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے صحابہ کرام ان کا ادب کرتے اور اگر کسی سے ادب واحترام کے خلاف کوئی بات صادر ہوتی تو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ناگوار گزرتی اور آپؐ منع کرتے حتیٰ کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ سے ایک بات خلاف مزاج ہوگئی تو آپ بہت ناراض ہوئے۔(صحیح بخاری)

ایک مرتبہ کسی غیر بدری صحابی کو حضرت صدیقؓ سے آگے آگے چلتے ہوئے دیکھا تو فرمایا:

تمْشِي بين يَدَى مَن هُو خَيرٌ مِنْك

ترجمہ:......تم اس کے آگے چل رہے ہو جو تم سے بہتر ہے۔(استیعاب)

حضرت صدیقؓ کی خلافت کا بیان

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد سقیفۂ بنی ساعدہ میں انصار کا مجمع ہوا تا کہ کسی خلیفہ کا تقرر کریں وہ چاہتے تھے کہ ایک خلیفہ انصار میں سے ہو اور ایک مہاجرین میں سے مگر دو خلیفہ کا تقرر جس قدر باعث افتراق ہوتا ظاہر ہے لہٰذا حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما نے نظم خلافت کے درست کرنے کو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تدفین [۱] پر مقدم فرمایا اور یہی ہونا بھی چاہیے تھا چنانچہ یہ دونوں حضرات اور پھر بعد میں اور بھی چند مہاجرین وہاں پہنچے اور انصار کو سمجھایا بالآخر سب کا اتفاق حضرت صدیق رضی اللہ عنہ پر ہوگیا اور موجودہ لوگوں نے ان کے دست حق پرست پر بیعت کر لی۔ابتدا بیعت کی

---

[۱] اس لیے کہ تجہیز وتکفین میں دیر ہونے سے عام اموات کی طرح جسم مقدس میں (نعوذ باللہ) کسی قسم کی خرابی کے پیدا ہونے کا اندیشہ نہ تھا البتہ خلافت کا انتظام بگڑ جاتا اور کوئی ایسا شخص خلافت کے لیے منتخب ہوجاتا جس میں سیاسی قابلیت اور روحانی قوت اس درجہ کی نہ ہوتی تو اس کی اصلاح ناممکن تھی اور جو فتنے ارتداد کے پیش آتے ان میں دین اسلام کا باقی رہ جانا بظاہر ناممکن تھا پھر ایک بات یہ بھی تھی کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تجہیز وتکفین جیسے عظیم الشان کام کا بغیر کسی خلیفہ کی سرکردگی کے انجام پانا ہزاروں خرابیوں کا سبب بنتا مثلاً نماز جنازہ کے متعلق اختلاف ہوتا کچھ لوگ جنازہ مبارک کو حجرہ سے باہر پڑھنا چاہتے تھے اس میں جو قیامت برپا ہوتی ظاہر ہے کوئی آپ کو دیکھنا چاہتا کوئی روتا کوئی بیہوش ہوجاتا عورتوں اور بچوں کا بھی ہجوم ہوتا اور خدا جانے کیا کیا ہوتا پھر مقام دفن میں اختلاف ہوا کہ مکہ میں لے جا کر دفن کریں جو آپ کا مولد ہے یا ملک شام میں جو حضرت خلیل کا مدفن ہے یا جنۃ البقیع میں جو عام مسلمانوں کا قبرستان ہے اگر کوئی خلیفہ نہ ہوتا تو ان اختلاف کا فیصلہ کون کرتا اب چوں کہ حضرت صدیقؓ خلیفہ ہوگئے تھے لہٰذا انہوں نے فیصلہ کر دیا کہ نماز حجرہ کے اندر ہوگی دس دس آدمی اندر جائیں اور نماز پڑھ کر باہر آجائیں اور تنہا تنہا نماز پڑھیں نبی کے جنازہ پر کوئی امام نہیں بن سکتا وہ خود امام ہیں اور مقام دفن کے لیے حضرت صدیقؓ نے ایک حدیث پڑھی کہ انبیاء علیہم السلام کی روح پاک جہاں قبض کی جاتی ہے وہیں ان کی قبر مبارک ہونی چاہیے لیجیے سب اختلافات بہ آسانی دفع ہوگئے۔ ۱۲

ایک انصاری سے ہوئی۔ (تاریخ الخلفاء)

پھر دوسرے دن عام بیعت ہوئی اور تمام انصار ومہاجرین نے آپ رضی اللہ عنہ کو خلیفۂ رسول اللہ تسلیم کرلیا اور چند روز کے بعد جب آیتِ استخلاف اور آیتِ تمکین کے بیان کیے ہوئے اوصاف خلیفۂ موعود کے ان میں پائے گئے تو سب کی آنکھیں کھل گئیں کہ وہ خلیفۂ موعود آپ رضی اللہ عنہ ہیں، خدا نے اپنا وعدہ ہمارے پردہ میں پورا کیا۔ والحمدللّٰہ علی ذٰلک۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے متعلق بعض روایات میں ہے کہ انہوں نے بلا توقف ابتدا ہی میں بیعت [1] کرلی تھی اور صحیح بخاری کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ چھ مہینے کے بعد۔ ممکن ہے کہ انہوں نے دو مرتبہ بیعت کی ہو پہلی بیعت مجمع عام میں نہ ہوئی ہو اس لیے عام لوگوں کو غلط فہمی سے بچانے کے لیے چھ مہینے کے بعد مجمع عام میں بیعت کی، خود حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کی زبان سے جو کچھ منقول ہے، اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے ایک لمحہ کے لیے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے خلیفہ برحق ہونے میں تردد نہیں کیا۔

علامہ حافظ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ استیعاب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

عَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَادَةَ، قَالَ: قَالَ لِي عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ: انَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرِضَ لَيَالِيَ وَأَيَّامًا يُنَادِي بِالصَّلاةِ فَيَقُولُ: مُرُوا أَبَا بَكْرٍ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ، فَلَمَّا قُبِضَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَظَرْتُ فَإِذَا الصَّلاةُ عَلَمُ الإِسْلامِ، وَقِوَامُ الدِّينِ، فَرَضِينَا لِدُنْيَانَا مَنْ رَضِيَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِدِينِنَا، فَبَايَعْنَا أَبَا بَكْرٍ.

ترجمہ:...... حضرت قیس بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کئی شب وروز بیمار رہے، ان دنوں میں نماز کی اذان ہوتی تھی تو آپؐ فرماتے تھے: ابوبکر کو حکم پہنچا دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھا دیں پھر جب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوگئی تو میں نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ نماز اسلام کا جھنڈا ہے اور دین

---

[1] فتح الباری جلد ہفتم ۳۷۹ میں ہے: وقد صحح ابن حبان وغیرہ حدیث ابی سعید الخدری ان علیا بایع ابابکر فی الأول الأمر۔ یعنی ابن حبان اور ان کے سوا اور محدثین نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی اس روایت کو صحیح کہا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شروع ہی میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بیعت کرلی تھی چنانچہ فتح الباری جلد ہفتم میں ۳۷۹ر میں اس قول کو ذکر کر کے بہت پسند کیا۔ ۱۲

کارکن ہے، لہذا ہم نے اپنی دنیا کی پیشوائی کے لیے اس شخص کو پسند کرلیا جس کو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمارے دین کی پیشوائی کے لیے پسند فرمایا پس آپ نے ابوبکر سے بیعت کرلی۔

خلافت صدّیقی کے بابرکات کارنامے

اگرچہ آپ کا زمانہ خلافت بہت مختصر تھا اور ایک ایسے نازک وقت میں خلیفہ ہوئے تھے کہ کوئی فرشتہ بھی اگر ہوتا تو کچھ نہ کرسکتا مگر پھر بھی آپ نے جو کام کیے امن واطمینان کے زمانے میں بھی اس سے بڑھ کر نہ ہوسکتے چنانچہ چند امور درج ذیل ہیں:

① ......سب سے پہلا اور اہم کام رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز جنازہ اور تدفین تھا۔ جس کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بڑی حسن وخوبی سے انجام دیا۔[1]

② ......صحابۂ کرامؓ پر اس قیامت کبریٰ یعنی رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کا جو اثر تھا اس نے ان کے حواس کو مختل کردیا تھا۔ کوئی آپؐ کی وفات کا منکر تھا کسی کے منہ پر مہر خاموشی لگ گئی تھی۔ کوئی بے تاب تھا جیسا کہ روایات میں مذکور ہے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے یہ کیا کہ حجرۂ مقدس میں تشریف لے گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم انور سے چادر ہٹا کر جبین مبارک کو بوسہ دیا اور سوزجگر نے یہ چند کلمات زبان مبارک پر جاری کیے: وانبیّاہ واخلیْلاہ واصفیّاہ[2] بس یہ کہہ کر باہر آگئے اور ایک خطبہ پڑھا جس کا ایک ایک لفظ مسلمانوں کے لیے آب حیات تھا۔ اس خطبہ میں آیات قرآنیہ کے حوالے تھے، نیز یہ بھی آپ نے بتادیا کہ قرآن مجید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کی خبر موجود ہے اور یہ بھی فرمایا کہ جولوگ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عبادت کرتے تھے ان کو معلوم ہو کہ ان کے خدا کا انتقال ہوگیا لیکن جو اللہ کی عبادت کرتے ہیں وہ مطمئن رہیں کہ ان کا خدا زندہ ہے، کبھی نہ مرے گا اس خطبہ نے سب کو باہوش کردیا، لوگوں کو سوتے میں جگادیا۔

③ ......رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذمہ کسی کا کچھ قرض باقی رہ گیا تھا۔ یا کسی سے آپؐ نے کچھ وعدہ کیا تھا اس کے ادا کرنے اور پورا کرنے کا بڑا اہتمام کیا جب بحرین سے مال غنیمت آیا اور یہ پہلا مال تھا جو آپ کی خلافت میں آیا آپ نے اعلان کرایا کہ جس کا قرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذمہ ہو یا آپ

---

[1] اس کا مفصل بیان صفحات سابقہ کے حاشیہ میں ہے۔ ۱۲

[2] ترجمہ:......اے میرے نبی! اے میرے دلی دوست! اے میرے برگزیدہ!۔

نے کسی سے کچھ وعدہ کیا ہو وہ ہمارے پاس آئے چنانچہ حضرت جابرؓ آئے اور ایک وعدہ انہوں نے بیان کیا جس کو حضرت صدیقؓ نے پورا کیا، اور ڈیڑھ ہزار درہم دیے۔

④ ...... بڑا اہتمام اس بات کا کیا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا جو برتاؤ جس کے ساتھ تھا اس کو قائم رکھا چنانچہ ام ایمن کے پاس رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کبھی کبھی تشریف لے جاتے تھے حضرت صدیق نے بھی یہ دستور جاری رکھا اور خصوصیت کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلقین اور اہل قرابت کی دل جوئی اور ان کے اکرام و احترام کا اہتمام بلیغ فرمایا، حضرات حسنین یا حضرت فاطمہ یا دوسری امہات المؤمنین کے متعلق تو کچھ کہنے کی ضرورت نہیں خود اپنی بیٹی حضرت عائشہؓ کا ادب و احترام فرماتے تھے اور ان کو میری ماں اور ام المؤمنین کے لقب سے یاد کیا کرتے تھے (طبقات ابن سعد جلد سوم)

⑤ ...... جب فاطمہ زہرہ رضی اللہ عنہا نے اپنی میراث طلب کی تو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو وہ حدیث سنائی کہ ''انبیاء کے مال میں میراث جاری نہیں ہوسکتی''۔ لہٰذا میراث تو نہیں البتہ میرے پاس جس قدر مال ہے وہ میں آپ کے لیے حاضر کیے دیتا ہوں، وہ آپ ہی کا ہے۔

واقعی منصبِ نبوت کی تقدیس [1] اس مسئلہ میراث سے خوب ظاہر ہوئی اور یہ بہت بڑی خدمت دین پاک کی تھی جو خدا نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے لی۔

ف :...... میراث نہ ملنے سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حضرت صدیقؓ سے رنجیدہ ہو جانا بالکل بے اصل ہے جیسا کہ میرے متعدد رسائل میں اس کی مکمل تحقیق شائع ہو چکی ہے۔

⑥ ...... جب کوئی معاملہ آپ کے سامنے پیش آتا تو اس کے فیصلہ کے لیے سب سے پہلے آپ قرآن شریف کو دیکھتے، اگر قرآن سے یہ فیصلہ نہ ہوسکتا تو پھر کوئی حدیث آپ کو یاد ہوتی تو اس سے فیصلہ کرتے، ورنہ دوسرے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے دریافت کرتے کہ کسی کو اس مضمون کی حدیث یاد ہو تو بیان کرے۔ اگر کوئی حدیث مل جاتی تو بہت خوش ہوتے اور اگر کوئی حدیث بھی نہ ملتی تو پھر علمائے صحابہ کو جمع کر کے ان کی اتفاق رائے سے فیصلہ کرتے۔ چنانچہ جب دادی کی میراث کا ایک مقدمہ پیش ہوا تو قرآن شریف میں کہیں اس کا ذکر نہیں اور کوئی حدیث بھی آپ کو یاد نہ تھی، آپ نے

---

[1] اگر انبیاء علیہم السلام کے مال میں میراث جاری ہوتی اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وارثوں کو میراث ملتی تو مخالفین اسلام کہتے کہ یہ دعوائے نبوت اس لیے تھا کہ اس کے ذریعہ سے اپنی اولاد کے لیے مال جمع کر جائیں۔

لوگوں سے دریافت کیا تو حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دادی کو چھٹا حصہ دلایا تھا۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ اور کوئی بھی اس حدیث کو جانتا ہے؟ محمد بن مسلم رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے بھی یاد ہے، اس پر آپ رضی اللہ عنہ بہت خوش ہوئے اور یہی فیصلہ کر دیا۔

علیٰ ہذا ایک مرتبہ دادا کی میراث کا مسئلہ پیش آیا اور کوئی حدیث بھی کسی کے پاس نہ نکلی اور کسی ایک بات پر سب کا اتفاق بھی نہ ہوا تو آپ نے دادا کو باپ کے حکم میں داخل فرمایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے جب دادا کی میراث کا مسئلہ پیش ہوا۔ تو فرمایا کہ جس کے حق میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اگر میں خدا کے سوا کسی کو خلیل بناتا تو اس کو بناتا اس نے فیصلہ کر دیا ہے کہ دادا باپ کے حکم میں ہے، غرض کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ ہر معاملہ میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کامل اقتدا کرتے تھے اور آپ نے مجتہدین امت کو مسائل میں شرعی فیصلہ کرنے کا طریقہ بھی بتا دیا جس پر سب کا عمل ہے۔

⑦ ...... حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں فروعاتِ فقہیہ میں بھی مسلمان مختلف نہیں ہونے پائے، جہاں کوئی اختلاف آپ نے سنا فوراً فیصلہ کر دیا اور آپ رضی اللہ عنہ کے فیصلہ پر سب کے سر تسلیم خم ہو گئے۔ باقی رہا عقائد کا اختلاف تو وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں اخیر تک پیدا نہیں ہوا اور یہ خدا کی بڑی رحمت تھی۔

قتال مرتدین
اور تجہیز جیش اُسامہ

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کی خبر سن کر عرب کے بعض قبائل مرتد ہو گئے اور طرح طرح کی بغاوتیں رونما ہوئیں۔ بعض مدعیان نبوت اٹھ کھڑے ہوئے جن میں ایک مسیلمہ کذاب تھا۔ جس نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخیر وقت میں سر اٹھایا اور آپ کو ایک خط بھی بھیجا تھا اور انہی مدعیانِ نبوت میں اسود عنسی بھی تھا اور سجاح نامی ایک عورت بھی تھی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان سب مرتدوں اور نبوت کے جھوٹے مدعیوں کے قتال کے لیے حکم قطعی نافذ کر دیا۔

ادھر ایک بات یہ بھی درپیش تھی کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی آخری وصیت میں حکم دے گئے تھے

کہ اسامہ رضی اللہ عنہ [1] کا لشکر ملک شام کی طرف روانہ کر دیا جائے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے اس لشکر کی روانگی کا بھی حکم دے دیا۔

مگر تمام صحابہ اس معاملہ میں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی رائے سے مخالف تھے کہتے تھے کہ ایسے پر آشوب وقت میں جب کہ اندرون ملک میں متعدد قبائل سے بغاوت کے شعلے بلند ہو رہے ہیں لڑائی میں پیش قدمی کرنا بالفعل مناسب نہیں حتیٰ کہ صحابہ کرام میں قتال کے سب سے زیادہ حامی حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ہو سکتے تھے مگر یہ دونوں بھی حالات کی نزاکت سے متاثر تھے اور لڑائی کو مصلحت نہ سمجھتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا خلیفہ رسول اللہ! یہ سختی کا وقت نہیں۔ اس وقت تالیف سے کام لیجیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس بات پر آپ کو غصہ آ گیا اور فرمایا:

''جارٌ فی الجاھلیّة وخوارٌ فی الإسلام''

یعنی اے عمر! تم جاہلیت میں تو بڑے تندخو تھے مگر اسلام میں آ کر ایسے نرم ہو گئے۔

یہ سنو! تمّ الدّین وانقطع الوَحی اینقص الدین وانا حیٌّ

یعنی دین کامل ہو چکا، وحی بند ہو چکی، کیا یہ ہو سکتا ہے کہ میری زندگی میں دین ناقص ہو جائے۔ اللہ اکبر

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو دین اسلام پر کیسا دعویٰ تھا معلوم ہوتا ہے کہ دین پاک کے اکلوتے وارث وہی تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

---

[1] رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ۶ ہجری میں شاہان روئے زمین کو دعوت اسلام کے فرامین بھیجے تو ایک فرمان شرحبیل کے نام بھی تھا جو کہ ماتحتی قیصر روم بصری وغیرہ سرحدی مقامات کا فرمارواتھا اس نے اپنے غرور کی بدمستی میں فرمان عالی کا جواب دینے کے بجائے آپ کے قاصد کو قتل کر دیا، اس کے انتقام میں آپ نے جمادی الاولیٰ ۸ ہجری کو ایک فوج ۳ ہزار کی بھیجی سردار لشکر حضرت زید بن حارثہؓ کو بنایا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کیے ہوئے غلام تھے اور فرمایا کہ زید شہید ہو جائے تو جعفر طیار (حضرت علیؓ کے حقیقی بھائی)، وہ شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہؓ کو سرداری ملے، وہ بھی شہید ہو جائیں تو پھر اپنے انتخاب سے کسی کو سردار بنالینا چنانچہ یہ تینوں شہید ہو گئے اور صحابہ کرامؓ نے اپنے انتخاب سے حضرت خالدؓ کو سپہ سالار بنایا۔ دشمن کی فوج ایک لاکھ سے زائد تھی خود قیصر روم بھی مدد کے لیے ایک بڑی فوج لیے ہوئے قریب کے مقام پر پڑا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ خدا نے مسلمانوں کو فتح دی رومیوں کو شکست ہوئی مگر شُرَحبیل اور اس کا ملک صحیح سالم رہا، لہٰذا انتقام پورا نہ ہوا۔ اس غزوہ کا نام غزوۂ مُوتہ (بضم میم) ہے، یہ ملک شام کا شہر ہے، شرحبیل کی حکومت میں تھا، اسی غزوہ کی کمی پوری کرنے کے لیے اسامہؓ کا لشکر بھیجنے کا حکم آپ نے دیا۔ اسامہ حضرت زید اولین سردار غزوۂ موتہ کے فرزند تھے۔

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی یہ باتیں سن کر میں تو سمجھ گیا کہ اللہ نے ان کا سینہ کھول دیا ہے۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بھی اسی قسم کی گفتگو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے ہوئی مگر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے کسی کی کچھ نہ سنی اور کسی مخالفت وملامت کی کچھ پروانہ کی اور حکم دیا کہ میری اونٹنی لاؤ میں خود قتال مرتدین کے لیے جاتا ہوں اور فرمایا کہ اسامہؓ کا لشکر ابھی روانہ ہو، خدا کی قسم! اگر چیل کوّے میرا گوشت نوچ ڈالیں تب بھی میں اس لشکر کو نہ روکوں گا جس کی روانگی کا حکم رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دے گئے تھے چنانچہ فی الفور وہ لشکر روانہ ہو گیا اور آپ اپنی اونٹنی پر بیٹھ گئے سب سے پہلے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر آپؓ کی اونٹنی کی مہار پکڑ لی کہ یا خلیفہ رسول اللہ! ہمارا مقصود آپ کی حکم عدولی نہ تھی، ہم نے جو کچھ عرض کیا وہ بطور مشورہ تھا، ورنہ جو حکم آپ دیجیے اطاعت کی جائے گی (تاریخ الخلفاء وغیرہ) چنانچہ قتال مرتدین کے لیے بھی فوجیں روانہ ہو گئیں جو فوج جس طرف جاتی ہے فتح ونصرت ساتھ ساتھ ہے اقبال ہمرکاب ہے، ہر طرف سے تھوڑے ہی دنوں میں فتح وکامیابی کی خبریں آنے لگیں اور اسلام میں جو ایک مہلک وبا پھیلنے کو تھی ایک دم فنا ہو گئی۔ ایک سال کے اندر ہی اندر مدعیان نبوت بھی راہی جہنم کر دیے گئے مرتدین کا قلع قمع ہو گیا۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کا لشکر بھی دشمن کی بڑی بہادر فوجوں کو تہ وبالا کر کے بڑی کامیابی کے ساتھ واپس آ گیا۔ نتیجہ کو دیکھ کر سب کی آنکھیں کھل گئیں کہ یہ تو وہی معرکہ تھا جس کی پیشین گوئی آیت قتالِ مرتدین میں سات آسمانوں کے اوپر سے اتری تھی یہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کی افواج ہی تھیں جن کو آیت مذکورہ میں بِقَوۡمٍ يُّحِبُّهُمۡ وَيُحِبُّوۡنَهٗ فرمایا گیا تھا یعنی یہ جماعت خدا کی محبوب اور محب جماعت تھی اور یہ رمز بھی سب کی سمجھ میں آ گیا کہ ان لڑائیوں میں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی مخالفت کیوں ہوئی اور اپنے مخلص دوستوں کی ملامت کیوں سننا پڑی اس لیے کہ آیت مذکورہ میں اس جماعت کا طرۂ امتیاز اس چیز کو قرار دیا گیا تھا کہ

لَا يَخَافُوۡنَ لَوۡمَةَ لَآئِمٍ یعنی وہ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی کچھ پروانہ کریں گے۔

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے اس کارنامے کی ہر صحابیؓ نے اپنے طرز بیان میں تعریف وتوصیف کی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: قام في الردة مقام الأنبياء[1]

---

[1] حضرت صدیقؓ مرتدوں کے معاملہ میں اس مقام پر کھڑے ہوئے جو نبیوں کے کھڑے ہونے کا تھا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: کرهناه فی الابتداء وحمدناه علی الانتهاء۔[1]

وعلی تفن واصفیه بوصفه یعنی الزمان وبیه مالم یوصف[2]

کرامت:...... قتالِ مرتدین واہلِ بغاوت کے سلسلہ میں کئی واقعات تائید غیبی کے ایسے پیش آئے کہ دشمن بھی ان کو دیکھ کر سمجھ گئے کہ خدا ان لوگوں کے ساتھ ہے۔

ازاں جملہ یہ کہ قبیلہ بنی بکر نے جب منذر بن ساوی کے ساتھ سازش کر کے قبیلہ عبدالقیس اور بحرین کے مسلمانوں پر تاخت وتاراج کا ارادہ کیا تو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک لشکر بہ سرکردگی حضرت علاء حضرمی رضی اللہ عنہ روانہ کیا اثنائے راہ میں ایک مقام میں پانی نہ ملا اور تشنگی کی شدت سے ساری فوج کی حالت دگرگوں ہوگئی، حضرت علاء حضرمی رضی اللہ عنہ نے دعا مانگی جس کا فوری اثر یہ ہوا کہ ایک گھوڑے نے حسبِ عادت زمین کو پاؤں سے کریدا تو ایک صاف شفاف چشمہ پانی کا نمودار ہوگیا، یہ مقام ''ماء الفرس'' کے نام سے مشہور ہوگیا۔

ازاں جملہ یہ کہ بحرین کے معاملہ سے بفتح وفیروزی فراغت پا کر حضرت علاء حضرمی رضی اللہ عنہ بجانب دارین روانہ ہوئے جہاں دشمن کا بڑا اجتماع تھا تو راستہ میں دریا ملا کیوں کہ شہر دارین سمندر کے کنارے پر آباد ہے اس شہر پر حملہ کرنے کے لیے جہازوں کی ضرورت تھی مگر غریب مسلمانوں کو جہاز کہاں ملتے، آخر حضرت علاء حضرمی رضی اللہ عنہ نے سب مسلمانوں کو جمع کر کے فرمایا کہ اے مسلمانو! تم خشک میدانوں میں خدا کی تائید اپنے ساتھ دیکھ چکے ہو، لہٰذا دریا میں بھی خدا کی مدد کا امیدوار رہنا چاہیے میری رائے یہ ہے کہ ہم سب اسی سمندر میں اپنے گھوڑوں کو ڈال دیں، سارا لشکر تیار ہوگیا اور چشم زدن میں پوری فوج سمندر میں تھی اور ہر ایک کی زبان پر چند مخصوص دعائیہ کلمات تھے۔ کوئی اونٹ پر سوار تھا، کوئی گھوڑے پر سوار تھا، کوئی خچر پر۔ خدا نے یہ کیا کہ سمندر کا پانی خشک ہو کر اس قدر رہ گیا کہ اونٹوں اور گھوڑوں کے سم بھی پورے نہ بھیگے اور لشکر نہایت آرام وآسانی کے ساتھ کنارے پر پہنچ گیا جہاز اس راستہ کو شب وروز میں طے کرتا تھا۔

---

[1] ترجمہ:...... ہم نے شروع میں تو ان کی کارروائی کو ناپسند کیا تھا مگر آخر میں ہم سب نے ان کی شکر گزاری کی۔

[2] ترجمہ:...... باوجود یہ کہ ان کے مداحوں نے ان کی تعریف مختلف پیرایوں میں کی پھر بھی ان کی ذات والا میں بہت اوصاف ایسے ہیں جو ہنوز بیان میں نہیں آئے۔

اس کرشمۂ قدرت کو دیکھ کر کفار مبہوت ہو گئے۔ ایک عیسائی راہب مسلمان ہو گیا کہنے لگا کہ میں سمجھ گیا کہ خدا ان کے ساتھ ہے چوں کہ واقعہ نہایت عجیب تھا اس لیے شعراء نے اس پر اشعار نظم کیے چنانچہ حضرت عفیف بن منذر کے یہ شعر اسی واقعہ کے متعلق ہیں۔

الم تر ان اللّٰه ذلل بحره وانزل بالکفار احدی الجلائل

ترجمہ:...... کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے اپنے سمندر کو (ہمارا) فرمانبردار بنادیا اور کافروں پر ایک بڑی مصیبت ڈالی

دعونا الذی شق البحار فجاء نا یاعجب من فلق البحارا لاوائل

ترجمہ:...... ہم نے اس کو پکارا جس نے سمندر کو پیدا کیا ہے تو اس نے ہمارے لیے اگلوں کے فلق البحر سے بھی زیادہ عجیب بات ظاہر کی۔

چوتھے مصرعے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعۂ فلق البحر کی طرف اشارہ ہے ان کے لیے دریائے نیل میں بارہ راستے خشک بن گئے تھے، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارا یہ واقعہ اس سے بھی زیادہ عجیب ہے۔

فتوح عراق وشام

قرآن مجید میں خداوندی جلال و جبروت کے ساتھ پہلے ہی یہ خبر ساری دنیا کو سنادی گئی تھی کہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دنیا میں اس لیے بھیجا گیا ہے کہ دین برحق کو تمام موجودہ مذاہبِ عالم پر غالب کر دیں۔ قولہ تعالیٰ:

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ [سورۂ توبہ:۳۳]

اور فطرۃً یہ ناممکن تھا کہ دنیا میں کفر کی زبردست طاقتیں مالک تاج و تخت صاحب فوج ولشکر موجود رہتیں اور وہ ربانی واعظین کی زبانوں کو مساوی قوتوں سے نہ روکتیں پھر ان کے تاج و تخت کے برباد ہوئے بغیر یہ مقصدِ خداوندی جو سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے تھا پورا ہو جاتا۔

اس وقت دنیا میں کفر کی دو بڑی طاقتیں تھیں ایک ایران کی جس کا مذہب مجوسی تھا۔ جہاں خداوند قدوس کی پرستش کی بجائے اس کی مخلوق یعنی آگ کی پرستش ہوتی تھی اور دوسری روم کی جس کا مذہب عیسائی تھا جہاں خدا کے بندے کو خدا کا بیٹا کہا جاتا تھا اور عالموں اور درویشوں کو

رب بنالیا گیا تھا شاہ ایران کو کسریٰ اور شاہ روم کو قیصر کہا جاتا تھا، عراق وغیرہ ایران کی سلطنت میں تھا اور شام وغیرہ روم کی حکومت میں تھا۔ پس گویا آیت مذکورہ میں ان دونوں سلطنتوں کا دین برحق کے علمبرداروں کے قبضہ میں آجانا اور ان کی شوکتوں کا دین الٰہی کی سطوت کے سامنے سرنگوں ہوجانا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے لوازم اور آپ ؐ کے معجزات میں سے قرار دیا گیا۔

ازالۃ الخفاء میں اسی آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

لاجرم واعیۂ ظہور دین حق وقصد انتقام کفرہ فجرہ برہم زدن دولت کسریٰ وقیصر را آشیانہ خود گردانید تا چوں ایں ہر دو دولت برہم خورد واعظم ادیان موجودہ واشر آنہا برہم خوردہ باشد وچوں سطوت اسلام بجائے سطوت ایں دو دولت نشیند سائر ادیان خود بخود پائمال شوکت اسلام شوند مانند پائمال بودن آنہا ایں دو دولت

اور احادیث میں تو بہت صاف پیشینگوئی ہے کہ

والذی نفسی بیدہ لتفتحن کنوز کسریٰ وقیصر ثم لتنفقھما فی سبیل اللّٰہ

پس آپ کے خلیفہ راشد کے فرائض بلکہ اوصاف امتیازیہ میں سے یہ بات تھی کہ اس کے ہاتھپر یہ پیشینگوئیاں پوری ہوں اور مقصد بعثت کی تکمیل ہو چنانچہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی قلیل مدت کی خلافت میں جہاں اور بہت سے کام کیے وہاں یہ بھی کیا کہ ان دونوں سلطنتوں کی فتح کی بنیاد ڈال گئے ابتدا ان کے دست مبارک سے ہوئی اور انتہا حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے دستِ حق پرست پر، گلشنِ اسلام میں جو بہار آئی یہ پود حضرت صدیق رضی اللہ عنہ ہی کے ہاتھ کی لگائی ہوئی تھی۔

فتنہ ارتداد کے فرو کرنے کے بعد اپنی خلافت کے دوسرے سال یعنی سن ۱۲ رہجری میں آپ نے اسلامی فوجوں کو بجانب عراق روانہ کیا۔ ابتداءً حضرت مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو اس کام پر مقرر کیا پھر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو ان کی مدد کے لیے بھیجا۔ عراق میں کئی لڑائیاں ایرانیوں سے ہوئیں اور شہر حیرہ مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا، یہاں کے لوگوں نے امان مانگی اور جزیہ دینا قبول کرلیا۔

اسلامی فوجیں عراق میں مصروف کارزار تھیں کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے دل میں جہاد شام وروم کا داعیہ پیدا ہوا اور آپ نے صحابہ کرام کو جمع کر کے ایک نہایت بلیغ خطبہ پڑھا جس میں جہاد کی

ترغیب تھی اور حکم دیا کہ رومیوں سے قتال کی تیاری کی جائے پھر جو فوج وہاں موجود تھی اس کو چار حصوں پر تقسیم کیا ایک حصہ پر حضرت عمر بن عاص رضی اللہ عنہ کو سردار بنا کر براہ ایلہ بجانب فلسطین روانہ کیا اور ایک حصے پر امین الامت حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو سردار بنا کر حمص کی طرف بھیجا اور ایک حصے پر یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو سردار بنا کر دمشق کی طرف روانہ کیا اور ایک حصے پر شرحبیل بن حزنہ رضی اللہ عنہ کو سردار بنا کر بجانب اُردن بھیجا اور فرمایا کہ جب تم سب ایک جگہ جمع ہو جاؤ تو پورے لشکر کی سرداری ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو حاصل ہوگی، اس کے بعد حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو حکم بھیجا کہ عراق کی مہم مثنی بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کر کے خود جلد سے جلد ملک شام پہنچیں اور ان کو کل افواجِ شامیہ کا سپہ سالار اعظم مقرر فرمایا۔

ہرقل بادشاہ روم نے بھی اپنی پوری طاقت مسلمانوں کے مقابلہ میں جمع کر دی اور جمادی الاولیٰ سن ۱۳ ھ ہجری میں وہ قیامت خیز معرکہ پیش آیا جس کا نام جنگ یرموک ہے۔

مگو جنگ یرموک حشرے دگر مگر جنگ یل یک جہاں کینہ ور

اس لڑائی میں مسلمانوں کو ایسی عظیم الشان فتح حاصل ہوئی کہ رومیوں کے حواس باختہ ہو گئے۔

جنگ سے پہلے مسیحی علما سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مناظرے بھی ہوئے اور خدا کی حجت ان سب پر ایسی قائم ہوئی کہ باید و شاید۔ اس فتح کی خوش خبری حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس اس وقت پہنچی جب آپ کی مقدس زندگی کا آخری رمق تھا۔

یرموک کی لڑائی میں شکست پانے کے بعد بادشاہ روم اپنی دارالسلطنت حمص سے بھاگ گیا مسلمانوں نے حمص کا محاصرہ کیا دشمن نے قلعہ کے دروازے بند کر لیے اور باہم یہ رائے کی کہ لڑنے کی ضرورت نہیں مسلمان خود ہی پڑے پڑے تنگ آ کر چلے جائیں گے، جاڑوں کا موسم تھا، لہٰذا یہ بھی خیال ہوا کہ عرب کے لوگ یہاں کی سردی کی برداشت نہ کر سکیں گے، یہاں کی سردی کے لائق ان کے پاس کپڑے بھی نہیں ہیں مگر پورا موسم سرما ختم ہو گیا اور محاصرہ اسی طرح قائم رہا اور کسی کو سردی سے بھی کوئی نقصان نہ پہنچا، آخر ایک روز مسلمانوں نے اس ناممکن التسخیر قلعہ پر حملہ کی تیاری کر دی اور ایک مرتبہ سب نے مل کر اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا اس نعرہ تکبیر کا اثر یہ ہوا کہ قلعہ میں زلزلہ آ گیا اور اس کی دیواریں گر پڑیں پھر دوسری تکبیر میں اس سے زیادہ سخت زلزلہ آیا، مضطر ہو کر اہلِ حمص نے مسلمانوں سے صلح کی درخواست کی اس شرط پر صلح ہوگئی کہ ہر شخص سالانہ

ایک اشرفی اور ایک جریب گیہوں جزیہ دیا کریں۔

اس قسم کے خوارقِ عادات واقعات شیخین رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں بکثرت ظاہر ہوئے اور حق یہ ہے کہ عہد نبوت اور عہد خلافت راشدہ خاصہ کی قیامت انگیز فتوحات کے اسباب اگر کوئی شخص ظاہری حالات اور مادی آلات میں تلاش کرنا چاہے تو اس کو سوا حیرت کے کچھ بھی نہیں حاصل ہو سکتا۔ اصلی باب ان کی فتوحات کے ان کی قوت ایمانی اور اسی قسم کی تائیدِ ربانی میں مضمر ہیں۔

این قدر مستی و مدہوشی نہ حد بادہ بود ۔۔۔ با حریفاں آنچہ کرد آں نرگس متانہ کرد

المختصر [1] یرموک اور دمشق اور شام کے بعض اور شہر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں فتح ہو چکے تھے، اسلامی فتوحات کا سلسلہ جاری تھا، عراقی فوجیں ملک ایران میں اور شامی فوجیں ملک روم میں، لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ کے دلربا مناظر دنیا کو دکھا رہی تھیں کہ یکا یک دربارِ خداوندی سے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے خطاب آگیا کہ [2]

يٰۤاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَىِٕنَّةُ ۝٢٧ ارْجِعِيْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۝٢٨ فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ۝٢٩ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ۝٣٠

اور آپ خلافت کی باگ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے بااقتدار ہاتھوں میں سپرد کر کے راہی جنت ہوئے

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی معیشت

اسلام سے پہلے مکہ کے بڑے تاجروں میں آپ کا شمار تھا صاحب ثروت و دولت تھے کپڑے کی تجارت کرتے تھے مگر اسلام کے بعد ساری دولت خدا کے کاموں میں خدا کے رسول کی مرضی

---

[1] یرموک اور دمشق کی فتح بعض مورخین نے عہد فاروقی میں بیان کی ہے مگر حضرت شیخ ''ازالۃ الخفاء'' میں ان کو عہد صدیقی میں شمار کرتے ہیں اور صحیح یہی ہے، ہاں! یہ ہو سکتا ہے کہ جس طرح اور بعض فتوحات مقامات کے لوگ بغاوتیں کرتے تھے اسی طرح مقامات مذکورہ میں بھی بغاوت ہوئی اور حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے دوبارہ ان کو فتح کیا ہو۔ حضرت شیخ فرماتے ہیں: بالجملہ فتح دمشق و یرموک بردست وے (یعنی خالد بن ولید رضی اللہ عنہ) واقع شدہ برقیصر ہزیمت افتاد و فراست صدیق اکبر رضی اللہ عنہ در تفویض منصب امیر الامراتی بخالد بن ولید تیر برنشانہ زد مورحال بار دیگر فتح دمشق و یرموک در زمان فاروق اعظم تقریر می کنند وجہ جمع آنست کہ ایں فتوح مکرر واقع شدہ۔ واللہ اعلم۔ ۱۲

[2] یہ آیات قرآنیہ ہیں، ترجمہ یہ ہے: اے نفس! چل اپنے رب کے پاس تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی پھر داخل ہو میرے خاص بندوں کی محفل میں اور داخل ہو میری جنت میں۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ بوقت موت فرشتے تم سے یہی کہیں گے۔

کے مطابق صرف کردی حتیٰ کہ ایک وقت ایسا آیا کہ پہننے کو نہ کرتا تھا، نہ تہبند، ایک کمبل اوڑھا جس میں بجائے گھنڈی تکمہ کے کانٹے لگائے تھے۔ ہجرت کے بعد بھی تجارت کا سلسلہ بقدرِ ضرورت قائم کیا تھا جس کی آمدنی آپ کے گزران کے لیے کافی ہوتی تھی، خلافت کے بعد کچھ دنوں تک تو یہ سلسلہ قائم رہا مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ نے اس سلسلہ کو قائم نہ رہنے دیا کہ مہمات خلافت میں اس سے خلل پڑے گا اور مسلمانوں سے مشورہ لے کر بیت المال سے آپ کا وظیفہ بقدر قوت لا یموت مقرر کیا یعنی ڈھائی ہزار درم سالانہ ایک درم ساڑھے تین ماشہ چاندی کا ہوتا ہے۔

ایک روز بی بی صاحبہ نے کہا کہ کچھ میٹھا کھانے کو جی چاہتا ہے، فرمایا: اب میں بیت المال سے زیادہ نہیں لے سکتا جو وظیفہ ملتا ہے اس میں سے کچھ روزانہ بچاؤ تھوڑے دنوں میں کوئی میٹھی چیز پکا لینا چنانچہ چند روز کے بعد بی بی صاحبہ نے کوئی میٹھی چیز تیار کر کے سامنے رکھی تو آپ نے پوچھا کہ روزانہ کس قدر بچایا تھا؟ بی بی صاحبہ نے کوئی مقدار بیان کی۔ فوراً لکھ بھیجا کہ اتنی مقدار میرے وظیفہ سے کم کردی جائے کیوں کہ بغیر میٹھا کھائے ہوئے زندگی بسر ہو سکتی ہے۔

اپنی بیماری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: دیکھو ایک دودھ دینے والی اونٹنی اور ایک برتن اور ایک چادر ایک لونڈی جو بیت المال سے مجھے دی گئی تھی اس کو بیت المال میں واپس کر دینا چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ چیزیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس واپس بھیجیں تو انہوں نے کہا: اے ابوبکر! اللہ کی رحمت آپ پر ہو، آپ نے اپنے جانشین کے لیے مشکل نمونہ چھوڑا۔

قریب وفات فرمایا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے نہ مانا اور بیت المال سے مجھے وظیفہ دلایا یہاں تک کہ چھ ہزار درہم بیت المال کے اب تک میرے ذمے صرف ہو چکے اچھا میرا فلاں باغ بیچ کر یہ رقم بیت المال میں داخل کر دینا مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی وفات کے بعد ان کے وارثوں سے فرمایا کہ اب میں والی امر ہوں میں اس رقم کو تم لوگوں پر واپس کرتا ہوں۔ (طبقات ابن سعد مطبوعہ جرمنی سوم)

اپنے کفن کے لیے وصیت فرمائی کہ یہی لباس جو میں پہنے ہوں میرا کفن ہوگا ایک جگہ اس میں زعفران کا رنگ ہے اس کو دھوڈالنا، دنیا سے بالکل پاک دامن گئے اپنے زمانہ خلافت میں اپنے کسی قرابت والے کو کوئی عہدہ نہ دیا۔ کسی مقام کا افسر نہیں بنایا، اپنے عہدِ خلافت کے لیے نامزد کیا تو نہ اپنے بیٹے کو نہ کسی اور عزیز قریب کو دنیا کو دکھلائے گئے کہ انبیاء علیہم السلام کے جانشین ایسے ہوتے ہیں۔

آپ کی وفات کے بعد بیت المال دیکھا گیا تو بالکل صاف تھا، تھیلیاں جھاڑی گئیں تو ایک تھیلی سے ایک درم نکلا جو اتفاقاً رہ گیا تھا، امن اور باہمی اتفاق کا یہ حال تھا کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جو اس وقت قاضی مدینہ تھے، فرماتے ہیں: پورا پورا مہینہ گزر جاتا تھا اور دو مقدمے بھی نہ آتے تھے (طبقات ج ۳)

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے فضائل کی چند آیات واحادیث

قرآن مجید میں کچھ آیتیں تو وہ ہیں جن میں بالعموم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم یا مہاجرین وانصار کی مدح کی گئی ہے ان آیات کے عموم میں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا داخل ہونا یقینی ہے اور کچھ آیتیں وہ ہیں جن میں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی خلافت کا بیان اور ان کے فضائل کا تذکرہ ہے، ان آیات کے بھی مصداق حضرت صدیق رضی اللہ عنہ ہیں مگر ان دونوں قسم کی آیتوں کی تفسیر میں میرے مستقل رسالے شائع ہو چکے ہیں، جس کا جی چاہے ان کو دیکھ کر اپنا ایمان تازہ کرے اور کچھ آیتیں وہ ہیں جن میں خصوصیت کے ساتھ حضرت صدیق کے فضائل کا بیان ہے اس مقام پر اسی تیسری قسم کی چند آیتوں کا حوالہ دیا جاتا ہے۔

آیات

[۱] ...... آیاتِ غار جس میں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی سفر ہجرت میں رفاقت اوران کی بے نظیر فضیلت کا بیان ہے اس آیت کی تفسیر بھی ایک مستقل رسالہ میں ہو چکی ہے جس کا نام تفسیر آیات مدح مہاجرین ہے۔

[۲] ...... آیتِ قتالِ مرتدین جس میں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ اوران کے فرماں برداروں کو خدا نے اپنا محب ومحبوب فرمایا اور فرمایا کہ وہ مسلمانوں پر نرم اور کافروں پر سخت ہیں اور راہ خدا میں جہاد کرتے ہیں اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے۔ اس آیت کی تفسیر بھی ایک مستقل رسالے میں ہو چکی ہے جس کا نام تفسیر آیت قتال مرتدین ہے۔

[۳] ...... وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى ﴿۱۷﴾ الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّىٰ ﴿۱۸﴾ - [سورۂ لیل]

اور بچایا جائے گا دوزخ کی آگ سے وہ بڑا متقی جو اپنا مال خرچ کرتا ہے تاکہ پاکیزگی حاصل کرے۔ مفسرین کا اتفاق ہے کہ یہ آیت حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی جب کہ انہوں نے اپنا مال راہ خدا میں خرچ کیا اور پے در پے سات غلاموں کو جو مسلمان ہو جانے کے سبب ستائے جاتے تھے مول لے کر آزاد کیا، اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو اَتْقٰی یعنی متقی فرمایا۔

اور ایک دوسری آیت میں ہے: اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ۝ یعنی تم میں خدا کے

نزدیک زیادہ بزرگ وہ ہے جو "اَتْقٰی" ہو، دونوں آیتوں کے ملانے سے صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ خدا کے نزدیک حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی بزرگی تمام صحابہ سے زیادہ ہے۔

۴ ...... وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوْا أُولِي الْقُرْبٰى۔ (سورۂ نور:۲۲)

جوتم میں بزرگی اور وسعت والے ہیں وہ اپنے قرابت والوں کو دینے سے انکار نہ کریں۔

باتفاق مفسرین یہ آیت بھی حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی جب کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی گئی اور قرآن شریف میں ان کی پاکی نازل ہوئی تو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے مسطح رضی اللہ عنہ کو (جو ان کے قرابت دار تھے اور اس تہمت میں شریک تھے) خرچ دینا موقوف کر دیا اور اس سے پہلے ان کے ساتھ سلوک کیا کرتے تھے، آیت کے نازل ہونے کے بعد حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے پھر ان کو خرچ دینا شروع کر دیا۔ اس آیت میں حق تعالیٰ نے ان کو بزرگی والا فرمایا۔

احادیثِ صحیحہ بھی آپ کے مناقب میں بہت ہیں چند درج ذیل کی جاتی ہیں:

احادیث

① ...... عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَالَ إِنَّ مِنْ أَمَنِّ النَّاسِ عَلَيَّ فِيْ صُحْبَتِهِ وَمَالِهِ أَبَابَكْرٍ، وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيْلًا مِنْ أُمَّتِيْ لَاتَّخَذْتُ أَبَابَكْرٍ، وَلٰكِنْ أُخُوَّةُ الْإِسْلَامِ وَمَوَدَّتُهُ لَا يَبْقَيَنَّ فِي الْمَسْجِدِ خَوْخَةٌ إِلَّا خَوْخَةُ أَبِيْ بَكْرٍ (صحیحین)

ترجمہ: ...... حضرت ابوسعید خدری نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: بہ تحقیق سب سے زیادہ اپنی رفاقت اور اپنے مال سے مجھ پر احسان کرنے والے ابوبکر ہیں اور اگر میں خدا کے سوا کسی کو اپنا خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا لیکن ان سے اسلام کی اخوت اور محبت ہے مسجد میں سوا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اور کسی کی کھڑکی نہ باقی رکھی جائے۔ (بخاری ومسلم)

ف: ...... یہ حدیث کا ایک ٹکڑا ہے اُس طویل خطبے کا جو وفات سے پانچ دن پہلے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑھا تھا۔ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ الخلفاء میں اس حدیث کو متواتر کہا ہے (یعنی تواتر معنوی) کیوں کہ حسب ذیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کے راوی ہیں:

حضرت ابن عباس، ابن زبیر، ابن مسعود، جندب بن عبداللہ، براء بن عازب، کعب بن مالک، جابر بن عبداللہ، حضرت انس بن مالک، ابوواقدی لیثی، ابوالمعلی، ام المؤمنین حضرت عائشہ،

حضرت ابوہریرہ، ابن عمر، ابوسعید خدری (رضوان اللہ علیہم اجمعین)۔[۱]

ترمذی شریف کی روایت میں اتنا لفظ اور زیادہ ہے کہ ہر ایک کے احسان کا بدلہ ہم نے کر دیا سوا ابوبکرؓ کے کہ ان کے احسان کا بدلہ قیامت کے دن خدا دے گا۔

(۲)......عَنْ عَمْرِو بْنِ العَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْه أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بَعَثَهُ عَلَى جَيْشِ ذَاتِ السُّلَاسِلِ، فَأَتَيْتُهُ فَقُلْتُ: أَيُّ النَّاسِ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ قَالَ: عَائِشَةُ، فَقُلْتُ: مِنَ الرِّجَالِ؟ فَقَالَ: أَبُوهَا۔ (صحیحین)

ترجمہ:......حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو غزوہ ذات سلاسل پر سردار بنا کر بھیجا تو وہ کہتے ہیں میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گیا اور میں نے پوچھا کہ سب سے زیادہ آپ کو محبت کس سے ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عائشہ سے۔ میں نے کہا: مردوں میں؟ فرمایا: ابوبکرؓ سے۔

ف:...... رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی موجودگی میں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو سردار لشکر بنایا تو ان کو خیال ہوا کہ حضرت مجھے سب سے زیادہ چاہتے ہیں۔ اس پر انہوں نے یہ سوال کیا، جواب سے اپنے خیال پر بڑی ندامت ہوئی۔

(۳)...... عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْه قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَرْحَمُ أُمَّتِي بِأُمَّتِي أَبُو بَكْرٍ۔ (ترمذی)

ترجمہ:......حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں سب سے زیادہ میری امت پر مہربان ابوبکرؓ ہیں۔ (ترمذی شریف)

(۴)......عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِأَبِي بَكْرٍ: أَنْتَ صَاحِبِي عَلَى الحَوْضِ وَصَاحِبِي فِي الغَارِ۔ (ترمذی)

ترجمہ:......حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم غار میں میرے ساتھ رہے اور حوض کوثر پر بھی میرے ساتھ رہو گے۔ (ترمذی)

(۵)......عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَنْبَغِي لِقَوْمٍ فِيهِمْ أَبُو بَكْرٍ أَنْ يَؤُمَّهُمْ غَيْرُهُ۔ (ترمذی)

ترجمہ:......حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس جماعت میں ابوبکرؓ موجود

---

[۱] ان چودہ صحابہ کرام کے علاوہ حضرت علیؓ بھی اس حدیث کے راوی ہیں (کمافی المشکوۃ) مگر علامہ سیوطی سے ان کا نام رہ گیا

ہوں اس کے لیے زیبا نہیں کہ ابو بکر کے سوا کوئی دوسرا امامت کرے۔ (ترمذی)

(۶)...... عن جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ امْرَأَةٌ، فَكَلَّمَتْهُ فِي شَيْءٍ، فَأَمَرَهَا أَنْ تَرْجِعَ إِلَيْهِ، قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ! أَرَأَيْتَ إِنْ جِئْتُ وَلَمْ أَجِدْكَ كَأَنَّهَا تُرِيدُ الْمَوْتَ، قَالَ: إِنْ لَمْ تَجِدِينِي فَأْتِي أَبَا بَكْرٍ۔ (صحیحین)

ترجمہ:...... حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئی اور آپؐ سے اس نے کسی معاملہ میں گفتگو کی، آپؐ نے اس کو حکم دیا کہ پھر آنا۔ اس نے کہا: یارسول اللہ! یہ فرمائیے اگر میں آؤں اور آپ کو نہ پاؤں یعنی آپ کی وفات ہو جائے تو کس کے پاس جاؤں؟ فرمایا: پھر ابوبکرؓ کے پاس جانا۔ (بخاری ومسلم)

ف:...... یہ حدیث اور نیز اس سے اوپر کی حدیث حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر روشن دلیل ہے۔ دوسری حدیث میں جو مضمون ہے اس کو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متعدد موقعوں پر ارشاد فرمایا ہے چنانچہ مستدرک حاکم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ان کو بنو مصطلق کے لوگوں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بھیجا کہ آپ کے بعد ہم اپنی زکوۃ کس کو دیں؟ آپ نے فرمایا: ابوبکرؓ کو پھر ان کے بعد حضرت عمرؓ اور ان کے بعد حضرت عثمانؓ کا نام آپ نے بتایا۔

اور معجم اسمٰعیلی میں سہل بن ابی حثمہؓ سے اور معجم طبرانی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک اعرابی سے کچھ اونٹ مول لیے اور قیمت کا وعدہ فرمایا اس نے پوچھا کہ آپ کے بعد کون ادا کرے گا؟ فرمایا: ابوبکر اور ان کے بعد عمرؓ اور ان کے بعد عثمان کا نام بتایا۔

اور ''ریاض النضرۃ'' میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ایک یہودی سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ قرض لیا اس نے پوچھا کہ اگر میں آؤں اور آپ نہ ملیں تو کس کے پاس جاؤں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابوبکرؓ کے پاس جانا اور ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام بتایا۔

(۷)...... عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ سَيِّدَا كُهُولِ أَهْلِ الْجَنَّةِ مِنَ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ مَا خَلَا النَّبِيِّينَ وَالْمُرْسَلِينَ۔ (الترمذی)

ترجمہ:...... حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابوبکرؓ

وعمرؓ جنت کے بڑی عمر والوں کے سردار ہیں سوا انبیاء اور مرسلین کے۔ (ترمذی شریف)

ف:...... یہ حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ سے متعدد سندوں کے ساتھ منقول ہے۔ ترمذی اور ابن ماجہ میں بروایت شعبی مروی ہے اور زوائد مسند میں بروایت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ اور پھر ترمذی بروایت سیدنا زین العابدینؒ نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ دوسرے صحابہ بھی اس حدیث کے ناقل ہیں چنانچہ ترمذی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اور ابن ماجہ میں حضرت ابوجحیفہ سے بھی یہ حدیث منقول ہے۔

اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جنت میں جو لوگ بڑی عمر کے ہوں گے حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ ان کے سردار ہوں گے اس لیے کہ جنت میں کوئی بڑی عمر کا نہ ہوگا سب نوجوان ہوں گے بلکہ مطلب یہ ہے کہ جس وقت یہ حدیث ارشاد فرمائی گئی اس وقت جو مستحقین جنت بڑی عمر کے تھے ان کے سردار ہوں گے، ایسا ہی مطلب اس حدیث کا بھی ہے کہ حضرات حسنینؓ جوانان جنت کے سردار ہیں۔

(۸)...... عَنْ عَلِيِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ خَيْرُ الْأُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا أَبُوْ بَكْرٍ ثُمَّ عُمَر۔ (بخاری)

ترجمہ:...... حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: اس امت میں نبیؐ کے بعد سب سے بہتر ابوبکر ہیں پھر عمر۔ (صحیح بخاری)

ف:...... یہ قول حضرت علی مرتضیٰؓ کا ہے جس کو ان سے اسی آدمیوں نے روایت کیا ہے (دیکھو ازالۃ الخفاء منہاج السنہ) اور ظاہر ہے کہ کسی کا افضل امت ہونا کوئی عقلی بات نہیں ہے جو اپنی رائے سے کہی جا سکے، لہٰذا ضروری ہے کہ انہوں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کو سنا ہو جیسا کہ اصول حدیث میں تمام صحابہ کرام کے متعلق طے ہو چکا ہے۔

(۹)...... عن ابْنَ عُمَرَؓ قَالَ: كُنَّا نَقُولُ وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيٌّ: أَفْضَلُ أُمَّةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَهُ أَبُو بَكْرٍ، ثُمَّ عُمَرُ، ثُمَّ عُثْمَانُ۔ (بخاری)

ترجمہ:...... حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ ہم لوگ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں کہا کرتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں آپ کے بعد سب سے افضل ابوبکرؓ ہیں پھر عمرؓ پھر عثمانؓ۔ (صحیح بخاری)

ف:...... اصول میں ثابت ہو چکا ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں کسی قول یا فعل کا رواج ہو اور اس پر ممانعت نہ کی جائے تو یہ بھی ایک قسم کی شرعی اجازت ہے۔ مگر یہاں اس اصول سے کام لینے کی چنداں ضرورت نہیں کیوں کہ طبرانی کی روایت میں اس حدیث کے اندر یہ مضمون

بھی ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس مقولہ کو سنتے تھے اور انکار نہ فرماتے تھے۔ (فتح الباری ج ص ۱۴)

(۱۰)...... عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰه عنهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنِّي لَاأَدْرِي مَا بَقَائِي فِيكُمْ، فَاقْتَدُوا بِاللَّذَيْنِ مِنْ بَعْدِي أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ۔ (ترمذی)

ترجمہ:...... حذیفہؓ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نہیں جانتا کہ میرا رہنا تم لوگوں کے درمیان میں کس قدر رہے لہٰذا اقتداء کرنا ان دونوں کی جو میرے بعد ہوں گے یعنی ابو بکرؓ و عمرؓ کی۔ (ترمذی)

حضرت صدیقؓ کے کلماتِ طیبات

اگر حدیث کی کتابوں سے آپ کی وہ نصیحتیں جو وقتاً فوقتاً آپ نے مسلمانوں کو کیں یا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیثیں[1] ان کو سنائیں یا خطبے پڑھے یا معارفِ الٰہیہ بیان فرمائے منتخب کیے جائیں تو ایک ضخیم مجلد تیار ہو جائے مگر اس جگہ تبرکاً کچھ کلام آپ کا نقل کیا جاتا ہے:

(۱)...... فرمایا کہ میں پاکی بیان کرتا ہوں اس ذات کی جس نے اپنی مخلوق کے لیے کوئی راستہ اپنی معرفت کا نہیں رکھا، سوا اس کے کہ اس کی معرفت سے عاجز ہو جائیں۔

امام الصوفیہ حضرت جنید بغدادیؒ اس کلام کی نسبت فرماتے ہیں: اشرف کلمة فی التوحید

(۲)...... فرمایا کہ جو شخص اللہ کی محبت کا مزا چکھ لیتا ہے پھر اس کو طلب دنیا کی فرصت نہیں ملتی انسانوں سے اس کو وحشت ہوتی ہے۔

(۳)...... مرض وفات میں لوگ عیادت کو آئے اور کہنے لگے: اے خلیفۂ رسول اللہ! کسی طبیب کو آپ کے لیے بلایا جائے تو فرمایا: "طبیب تو مجھے دیکھ چکا ہے"۔ لوگوں نے پوچھا کہ پھر طبیب نے کیا کہا؟ فرمایا: "اس نے کہا: انی فعال لما یرید"

(۴)...... فرمایا کہ جب میں کسی شرابی کو گرفتار کرتا ہوں تو دل میں یہ آرزو پیدا ہوتی ہے کہ اللہ اس کی ستر پوشی کرے اور کسی چور کو گرفتار کرتا ہوں اس وقت بھی یہی خواہش دل میں ہوتی ہے۔

اللہ اکبر! کس قدر شفقت خلق اللہ پر تھی۔

(۵)...... فرمایا: اللہ کی قسم! مجھے کبھی خلافت کی خواہش نہ تھی، نہ میں نے کبھی اللہ سے اس کو طلب کیا،

---

[1] تقریباً ایک سو پچاس احادیث نبویہ آپ کی روایت کی ہوئی کتب احادیث میں ہیں (ازالة الخلفاء)

نہ پوشیدہ، نہ آشکارا۔

(۶)......ایک روز ایک پرندے کو آپ نے درخت پر دیکھا، فرمایا: اے پرندے! تجھے خوشی ہو اللہ کی قسم! میرا دل چاہتا ہے کہ میں بھی تیرے مثل ہوتا تو جس درخت پر چاہتا ہے بیٹھ جاتا ہے اور جو پھل چاہتا ہے کھا لیتا ہے اور تیرے اوپر نہ کوئی حساب ہے، نہ عذاب، اے کاش! میں سڑک کے کنارے کا درخت ہوتا، کسی اونٹ کا میرے اوپر گزر ہوتا اور مجھے اپنے منہ میں رکھ کر چبا لیتا پھر میں مینگنی بن کر نکل جاتا، انسان نہ ہوتا اللہ رے خوفِ خدا۔

(۷)......ایک مرتبہ ایک شکار آپ کے سامنے لایا گیا تو فرمایا: جب کوئی شکار مارا جاتا ہے یا کوئی درخت کاٹا جاتا ہے تو اس کا سبب یہی ہوتا ہے کہ اس نے اللہ کی تسبیح ضائع کر دی۔

(۸)...... بسا اوقات اونٹ پر سوار ہوتے اور مہار گر جاتی تو اونٹ کو بٹھلا کر اترتے اور مہار کو خود اٹھاتے لوگ کہتے کہ حضرت آپ نے ہمیں حکم کیوں نہ دیا ہم اٹھا دیتے تو فرماتے کہ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے حکم دیا ہے کہ کسی انسان سے کچھ سوال نہ کروں۔

(۹)......عبداللہ بن حکیم کہتے ہیں کہ ایک روز حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے خطبہ پڑھا جس میں حسب ذیل ارشادات تھے:

اے لوگو! میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرو اور اللہ کی تعریف ایسی کرو جس کا وہ سزاوار ہے اور امید و خوف دونوں کو مخلوط رکھو اور دعا مانگنے کے ساتھ الحاف[1] بھی اختیار کرو، دیکھو! خدا نے زکریاؑ اور ان کے گھر والوں کی تعریف میں فرمایا:

اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِى الْخَيْرٰتِ وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا ؕ وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ ﴿۹۰﴾

ترجمہ:...... وہ لوگ نیکیوں کی طرف دوڑتے تھے اور ہم کو امید و خوف کے ساتھ پکارتے تھے اور ہمارے سامنے عاجزی کرتے تھے۔ (۹۰)

اے اللہ کے بندو خوب سمجھ لو! اللہ نے اپنے حق میں تمہاری جانوں کو گروی رکھ دیا ہے اور اس پر تم سے عہد لیے ہیں اور تم سے قلیل فانی (یعنی دنیا) کو بعوض کثیر باقی (یعنی جنت و نعیم آخرت) کے

---

[1] الحاف کے معنی ہیں چمٹ جانا۔ تم نے دیکھا ہوگا یعنی بھکاری فقیر چمٹ جاتے ہیں بے لیے نہیں چھوڑتے، دھونی مار کر بیٹھ جاتے ہیں کہ اس قدر لے کر ہٹیں گے۔ ۱۲

مول لیا ہے۔ یہ اللہ کی کتاب تم میں موجود ہے جس کے عجائب کبھی ختم نہ ہوں گے جس کی روشنی کبھی گل نہ ہوگی۔ لہٰذا تم کلام الٰہی کی تصدیق کرو اور اللہ کی کتاب سے نصیحت حاصل کرتے رہو اور تاریکی والے دن کے لیے اس سے بینائی حاصل کرو تم کو اللہ نے اپنی عبادت ہی کے لیے پیدا کیا ہے اور تم پر کراما کاتبین (یعنی اعمال کے لکھنے والے فرشتوں) کو مسلط کیا ہے جو کچھ تم کرتے ہو وہ فرشتے جانتے ہیں اے اللہ کے بندو! تم ہر صبح اور ہر شام (یعنی ہر لحظہ) اس میعاد سے قریب ہوتے جاتے ہو جس کا علم تم سے غائب ہے پس اگر تم سے ہو سکے کہ تمہاری عمریں اس حال میں ختم ہوں کہ تم اللہ کے کام میں مشغول ہو تو ایسا ہی کرو مگر اللہ کی مدد کے بغیر تم ایسا نہیں کر سکتے (لہذا اللہ سے مدد مانگو) اے لوگو اپنی عمر کی مہلتوں میں نیکیوں کی طرف سبقت کرو قبل اس کے کہ تمہاری عمریں ختم ہو جائیں اور تم کو اپنی بداعمالیوں سے سابقہ پڑے کچھ لوگوں نے اپنی زندگیاں غیروں کے لیے صرف کر دیں اور اپنی جانوں کو فراموش کر دیا میں تم کو منع کرتا ہوں کہ تم ایسے نہ بنو۔

(۱۰) ...... حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کبھی خطبہ میں انسان کی پیدائش کا حال بیان فرماتے اور فرماتے کہ انسان دو مرتبہ مقام نجاست سے نکلا ہے (یعنی ایک مرتبہ صلب پدر سے اور ایک مرتبہ شکم مادر سے) اس وقت کیفیت یہ ہوتی تھی کہ ہر شخص اپنے آپ کو نجس سمجھنے لگتا تھا۔

(۱۱) ...... فرمایا کرتے تھے کہ اے لوگو! خدا کے خوف سے روؤ اگر رونا نہ آئے رونے کی کوشش کرو۔

(۱۲) ...... ایک روز اپنے خطبہ میں فرمایا کہ وہ حسین کہاں گئے؟ جن کے چہرے خوبصورت تھے، جن کو اپنی جوانی پر ناز تھا، وہ بادشاہ کہاں گئے؟ جنہوں نے شہر آباد کیے تھے، قلعے بنائے تھے، وہ بہادر کہاں گئے؟ جو میدان جنگ میں ہمیشہ غالب رہتے تھے، زمانہ نے ان کو ہلاک کر دیا اور وہ قبر کی تاریکیوں میں پڑے ہیں۔

(۱۳) ...... جہاد ملک شام کی ترغیب میں جو خطبہ پڑھا تھا اس کا ایک جملہ یہ تھا:

اے لوگو! خوش ہو جاؤ یقین ہے کہ اللہ اس کام کو پورا کرے گا یہاں تک کہ روغن زیتون کی تمہارے یہاں افراط ہو جائے گی۔

(۱۴) ...... فرمایا کرتے تھے: خبردار! کوئی شخص کسی مسلمان کو حقیر نہ سمجھے کیوں کہ چھوٹے درجہ کا مسلمان بھی اللہ کے نزدیک بڑا ہے۔

⑮...... فرمایا کرتے تھے: ہم نے بزرگی کو تقویٰ میں پایا، تونگری کو یقین میں اور عزت کو تواضع میں۔

⑯...... ایک روز خطبہ پڑھنے کے لیے کھڑے ہوئے اور فرمایا:

پارسال گرمیوں میں تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا تھا، یہ کہہ کر رونے لگے پھر فرمایا کہ پارسال گرمیوں میں، میں نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا تھا اور پھر رونے لگے پھر فرمایا کہ آپؐ فرماتے تھے: اللہ سے گناہوں کی بخشش اور دنیا و آخرت کی عافیت طلب کیا کرو۔

⑰...... فرمایا کرتے تھے: سچ بولنا اور نیکی کرنا جنت میں ہے اور جھوٹ بولنا اور بدکاری کرنا دوزخ میں ہے۔

⑱...... فرمایا کرتے تھے: اے اللہ کے بندو! آپس میں قطع تعلق نہ کرو، بغض نہ رکھو، ایک دوسرے پر حسد نہ کرو اور بھائی بھائی ہو کے رہو جیسا کہ اللہ نے تم کو حکم دیا ہے۔

⑲...... فرماتے تھے: رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ اپنے لونڈی، غلاموں کو اولاد کی طرح رکھو، ان کو وہی کھلاؤ جو خود کھاتے ہو، وہی پہناؤ جو تم پہنتے ہو۔

⑳...... اکثر یہ دعا مانگا کرتے تھے کہ یا اللہ مجھے حق دکھا اور حق کی پیروی کی توفیق دے اور مجھے باطل کی پہچان دے اور اس سے بچنے کی توفیق دے اور حق و باطل کو میرے اوپر مشتبہ نہ کرنا، ورنہ میں ہوائے نفسانی کا تابع ہو جاؤں گا۔

㉑...... اخیر وقت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کوئی درد انگیز حسرت آمیز شعر پڑھا تو فرمایا: یہ نہ کہو بلکہ یہ آیت پڑھو:

وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ۚ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ ﴿١٩﴾ [سورۃ قٓ]

یعنی آ گئی غفلت موت کی حق کے ساتھ یہی وہ چیز ہے جس سے اے انسان تو بھاگتا تھا۔

امیر المؤمنین فاروق اعظم عمر بن خطابؓ

نام مبارک آپ کا عمر ہے، لقب[1] فاروق، کنیت ابو حفص، نسب آپ کا نویں پشت میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ملتا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نویں پشت میں ایک نام کعب کے دو فرزند تھے مُرّہ اور عدی۔ مُرہ کی اولاد میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں اور عدی کی [اولاد میں] فاروق اعظمؓ۔

ولادت سراپا بشارت:...... آپ کی واقعہ فیل کے تیرہ برس بعد ہوئی، عمر آپ کی بھی تریسٹھ برس کی ہوئی، نبوت کے چھٹے سال ستائیس برس کی عمر میں اسلام لائے، ان سے پہلے چالیس مرد اور گیارہ عورتیں مشرف بہ اسلام ہو چکی تھیں۔

رنگ آپ کا سفید مائل بہ سرخی تھا مگر قحط سالی میں ناموافق غذا کے استعمال سے رنگ میں سیاہی آ گئی تھی، رُخساروں پر گوشت کم تھا، قد مبارک دراز تھا، جب لوگوں کے درمیان میں کھڑے ہوتے تو سب سے اونچے نظر آتے معلوم ہوتا کہ گویا سواری پر بیٹھے ہوئے ہیں۔

بڑے بہادر اور بڑے طاقتور تھے، اسلام سے پہلے جیسی شدت کفر میں تھی، اسلام کے بعد ویسی ہی شدت اسلام میں ہوئی ان کے مسلمان ہو جانے سے دین اسلام کو بہت زیادہ قوت حاصل ہوئی۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں منصب وزارت پر رہے اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے وزارت کے ساتھ ساتھ ان کو مدینہ کا قاضی بھی بنا دیا اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد خلیفہ ہوئے اپنی خلافت میں جس قدر خدمت و اشاعت دین اسلام کی کی اور جیسی عظیم الشان فتوحات حاصل کیں ان کی مثال تاریخ عالم میں نہیں ملتی۔ دس برس چھ مہینے پانچ دن تختِ خلافت کو زینت دی، فجر کی نماز میں ابولؤلؤ مجوسی غلام کے ہاتھ سے شہید ہوئے اور یکم محرم ۲۴ ہجری کو اس دار فانی سے رحلت فرمائی۔ روضۂ نبوی میں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے پہلو میں مدفن پایا۔ مسلمانوں کا اقبال بھی ان کے ساتھ دنیا سے رخصت ہو گیا۔

نکاح و اولاد:...... نکاح آپ نے کئی کیے لیکن بوقت خلافت صرف ایک بی بی تھیں جن سے بڑی محبت کرتے تھے مگر اس خیال سے ان کو طلاق دے دی کہ مبادا یہ کسی معاملہ مقدمہ میں کسی کی سفارش کریں، پھر سن ۱۷ ہجری میں ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہا سے جو کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے

---

[1] لقب اور کنیت دونوں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عطیے ہیں۔ (طبقات ابن سعد جزو ثالث) ۱۲

بطن مبارک سے تھیں نکاح کیا اور خلاف عادت چالیس ہزار درہم مہر مقرر فرمایا۔

اولاد آپ کی ام المؤمنین حضرت حفصہ، عبد اللہ، عبید اللہ، عاصم ابو شحمہ یعنی عبد الرحمن، مجیر ہیں۔

حالات قبل اسلام:...... خاندان قریش کے باوجاہت لوگوں میں تھے قریش کے شریف ترین لوگوں میں شمار کیے جاتے تھے، زمانۂ جاہلیت میں سفارت کا کام انہی کے متعلق تھا جب قریش کو کسی لڑائی میں یا کسی اور ایسے ہی موقع پر کسی سفیر کے بھیجنے کی ضرورت ہوتی تو یہی سفیر بنائے جاتے، ابو جہل جو تمام مکہ کا سردار تھا ان کا ماموں تھا۔

حالات بعد اسلام قبل ہجرت

(۱)...... ان کا اسلام بھی رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک معجزہ تھا، کئی دن سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعائیں مانگ رہے تھے کہ یا اللہ! دین اسلام کو عمر بن خطاب سے عزت دے، وہ دعائیں آپ کی مقبول ہوئیں اور مشیت الٰہی نے ان کو کشاں کشاں دربار نبوت میں پہنچا دیا۔ ازالۃ الخفاء میں اس موقع پر کیا اچھے اور سچے الفاظ لکھے ہیں:

تدبیر غیب او را خواہی نخواہی با سلام آورد (ع)

گر نیاید بخوشی موئے کشائش آرید

مراد بود نہ مرید مخلص بود نہ مخلص دشتان بین المرتبتین دریں رانیامد تا آں کہ از درود یوار نداش مکر وند و برخوان نعمت نرسید تا آں کہ مکرر بہر زیانش نخواندند۔

مختصر واقعہ ان کے مسلمان ہونے کا یہ ہے کہ ایک روز یہ ابو جہل کی تحریض و ترغیب سے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہید کرنے کے ارادے سے چلے، راستے میں ایک صحابی ملے، ان کے تیور دیکھ کر ان کو کچھ شک ہوا، انہوں نے پوچھا: اے عمر! آپ کہاں جا رہے ہیں؟ آپ نے صاف کہہ دیا کہ تمہارے پیغمبر کے قتل کرنے کو ان صحابی نے کہا اچھا؟ پہلے اپنے گھر کی تو خبر لیجیے آپ کی بہن فاطمہ اور آپ کے بہنوئی سعید بن زید مسلمان ہو گئے ہیں۔ جب یہ خبر ان کو ملی تو اپنی بہن کے گھر گئے اور اپنے بہنوئی کو بہت مارا کہ ان کے سر سے خون بہنے لگا اور ان کو زمین پر گرانا چاہا کہ گلا دبا دیں یہ دیکھ کر ان کی بہن سامنے آ گئیں اور کہنے لگیں کہ اے بھائی! ہم تو مسلمان ہو گئے اب جو تمہارا دل چاہے کرو۔ یہ سن کر ایک خاص اثر ان کے دل پر ہوا اور اپنے بہنوئی کو چھوڑ دیا اور بہن سے دریافت

کیا کہ تم کیوں مسلمان ہوگئیں؟ انہوں نے ساری کیفیت بیان کی اور قرآن مجید کا ذکر کیا۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید سننے کی خواہش کی ان کی بہن ایک ورق لے آئیں جس میں قرآن مجید کی آیتیں لکھی ہوئی تھیں، حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے چاہا کہ خود ہاتھ میں لے کر پڑھیں مگر ان کی بہن نے فوراً کہا کہ اے بھائی! اس کتاب کو ناپاک لوگ نہیں چھو سکتے، اس کے بعد قرآن شریف ان کو سنایا گیا۔ سورۂ طٰہٰ کی ابتدائی آیتیں تھیں، ان آیتوں کا سننا تھا کہ ایک انقلابِ عظیم آپ کی طبیعت میں پیدا ہوا اور جس سر میں کفر کا سودا تھا اب اس میں اسلام کا سودا سمایا اسی وقت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے۔

جب یہ مسلمان ہونے کے لیے حاضر خدمت ہوئے تو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چند قدم اپنی جگہ سے چل کر معانقہ کیا اور ان کے سینہ پر تین مرتبہ ہاتھ پھیر کر دعا دی کہ اے اللہ! ان کے سینے سے کینہ وعداوت کو نکال دے اور ایمان سے بھر دے پھر جبرئیل امین مبارک باد دینے کے لیے آئے کہ یارسول اللہ! اس وقت آسمان والے ایک دوسرے کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کی خوشخبری سنا رہے ہیں۔

۳ ...... اس نازک اور پُرخطر وقت پر مسلمان ہوتے ہی اپنے اسلام کا اعلان کیا اور کافروں کے سامنے چند اشعار نظم کر کے پڑھے، کافروں نے ان کو گھیر لیا۔ لیکن باوجود تنہا ہونے کے انہوں نے بھی کافروں کو مارا، قریب تھا کہ کافر ان کو شہید کر دیں کہ عاص بن وائل نے آ کر چھڑایا۔

۴ ...... ان کے مسلمان ہوتے ہی رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان کے ساتھ کعبہ میں نماز پڑھی اور روز بروز اسلام کی قوت وشوکت بڑھتی گئی، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مسلمان ہو جانا فتح اسلام تھا اور ان کی ہجرت نصرت الٰہی تھی اور ان کی خلافت اللہ کی رحمت تھی۔

۵ ...... رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ہجرت کر کے مدینہ گئے اور بڑی شان سے ہجرت کی جب مکہ سے چلنے لگے تو کعبہ مکرمہ کا طواف کیا اور مجمع کفار کو، مخاطب کر کے فرمایا کہ میں اس وقت ہجرت کر رہا ہوں یہ نہ کہنا کہ عمرؓ چھپ کر بھاگ گیا جس کو اپنی بی بی کا بیوہ کرنا اور بچوں کا یتیم کرنا منظور ہو اس وادی سے نکل کر مجھے روک لے۔ مگر کسی کی ہمت نہ ہوئی کہ کچھ جواب دیتا۔

حالات بعد ہجرت:......ہجرت کے بعد سب سے بڑی خدمت مغازی کی تھی تو اس میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے کون سبقت لے جاسکتا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام غزوات میں شریک رہے اور ہر غزوہ میں پسندیدہ خدمتیں انجام دیں مثال کے طور پر ملاحظہ ہو:

غزوۂ بدر:......سب سے بڑا کام اس غزوہ میں یہ کیا کہ اپنے حقیقی ماموں عاص بن ہشام کو میدان جنگ میں اپنے ہاتھ سے قتل کیا۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ جو کافروں کے ساتھ میدان جنگ میں آئے تھے اور قیدیان بدر میں وہ بھی تھے، لوگوں نے ان کے قتل کا ارادہ کیا مگر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مزاج مبارک کے خلاف دیکھ کر حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے پرزور حمایت ان کی کی۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے سوا اور سب قیدیانِ بدر کے بارے میں انہوں نے قتل کا مشورہ دیا اور کہا کہ ہر مسلمان اپنے عزیز کو اپنے ہاتھ سے قتل کرے، اگرچہ عمل ان کی رائے پر نہ ہوا مگر خدا کو ان کا مشورہ اس قدر پسند آیا کہ ان کی تائید میں آیت قرآنی اتری۔

غزوۂ احد:......غزوۂ احد میں باوجود اس انتشار کے جو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہادت کی شہرت سے اور اسلامی فوج کے درمیان میں کافروں کے لشکر کے داخل ہوجانے سے پیدا ہوگیا تھا، حضرت فاروق رضی اللہ عنہ میدان جنگ سے نہیں ہٹے جب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوہ احد پر تشریف لے گئے تو یہ بھی جاں نثاری کے لیے ہمراہ تھے اور ابوسفیان کی باتوں کا دندان شکن جواب ان ہی نے دیا۔

غزوۂ خندق:......اس غزوہ میں خندق کی ایک جانب کی حفاظت ان کے سپرد تھی چنانچہ اس مقام پر بطور یادگار کے ایک مسجد ان کے نام کی بعد میں بنائی گئی۔

غزوۂ بنی مصطلق:......اس غزوہ میں مقدمہ لشکر انہی کی ماتحتی میں تھا اور انہی نے کافروں کے ایک جاسوس کو گرفتار کر کے دشمن کے تمام خفیہ حالات دریافت کر لئے پھر اس جاسوس کو قتل کر دیا اس واقعہ سے بڑا رعب کافروں پر طاری ہوگیا اس غزوہ میں یہ خدمت بھی ان کے سپرد کی گئی کہ عین ہنگامہ جنگ میں اعلان کر دیں کہ جو شخص کلمۂ اسلام پڑھ لے گا اس کو امان دی گئی۔

غزوۂ حدیبیہ:......اس غزوہ میں غیرت ایمانی اور حمیت دینی کا ایک ایسا غلبہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ پر تھا کہ مغلوبانہ صلح پر کسی طرح راضی نہ ہوتے تھے اور اسی جوش میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جا کے کہا کہ کیا آپ خدا کے سچے نبی نہیں ہیں؟ کیا ہم حق پر اور ہمارا دشمن باطل پر نہیں ہے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ سب صحیح ہے تو کہنے لگے کہ ہم پھر کیوں دب کر صلح کریں۔

اپنی اس گفتگو پر بعد میں بہت نادم ہوئے اور فرماتے تھے: میں نے بہت روزے رکھے نمازیں پڑھیں، خیرات دی، غلام آزاد کیے تاکہ اس گستاخی کا کفارہ ہو جائے، یہاں تک کہ مجھے یقین ہو گیا کہ میں نے اچھی بات کی تھی۔[1] (گستاخی نہ تھی)۔

حدیبیہ سے لوٹتے وقت جب سورۂ انا فتحنا نازل ہوئی جو صحابۂ کرامؓ کے قلوب کے لیے جو اس مغلوبانہ صلح سے زخمی ہو گئے تھے بہترین مرہم ہے تو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان ہی کو سنائی، کیوں کہ اس میں بڑی خوشخبری اور فضیلت انہی کے لیے ہے۔ (دیکھو تفسیر آیت دعوت اعراب وغیرہ)

غزوۂ خیبر:...... اس غزوہ میں میمنہ لشکر کے افسر یہی تھے، اس لڑائی میں ہر شب کو ایک ایک صحابی پہرہ دیتے تھے جس شب میں ان کی باری تھی! انہوں نے ایک یہودی کو گرفتار کیا اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے گئے اس سے تمام کچھ حالات خیبر معلوم ہو گئے اور یہی فتح خیبر کا بہترین ذریعہ بنی۔ خیبر میں ایک روز یہ بھی قلعہ خیبر کے فتح کرنے کے لیے بھیجے گئے اگرچہ اس روز قلعہ فتح نہیں ہوا مگر اس میں کیا شک ہے کہ یہودیوں کا زور بہت ٹوٹ گیا۔

غزوۂ حنین:...... اس غزوہ میں جماعت مہاجرین کا ایک جھنڈا ان کے سپرد ہوا جس سے اس امر کا اظہار ہوا کہ جماعت مہاجرین کی سرداری ان کو عطا فرمائی گئی۔ اسی طرح تمام غزوات میں کارہائے پسندیدہ انجام دیتے رہے، سن ۷ ہجری میں ان کو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیس سواروں کے دستہ پر افسر بنا کر ہوازن کی طرف بھیجا۔

متفرقات

① ...... فتح مکہ کے بعد انہوں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کعبہ میں اعتکاف کرنے کی یا عمرہ ادا کرنے کی اجازت طلب کی، اجازت دینے کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ایسا کلمہ نوازش واکرام کا فرمایا کہ خود حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ اس کلمہ کے عوض میں اگر ساری دنیا مجھے مل جائے تو میں خوش نہ ہوں گا وہ کلمہ یہ تھا: یا اخی ثبنا لشیئ من دعائك ولا تنسانا۔[2]

ترجمہ:...... اے میرے بھائی! اپنی دعا میں ہم کو بھی شریک رکھنا ہم کو بھول نہ جانا۔

---

[1] روایت کے اصل الفاظ یہ ہے: مازلت اصوم واتصدق واصلی واعتق من الذی صنعت یومئذ مخافة کلامی الذی تکلمت به حتی اجرت؟ ان یکون خیرًا۔ (ازالۃ الخفا بحوالہ سیرت ابن اسحق)

[2] یہ روایت ''ازالۃ الخفاء'' میں بھی ہے اور طبقات ابن سعد میں اس کو چار سندوں سے نقل کیا ہے۔ ۱۲

۲ ......نفاق اور منافقین سے آپ کو اس قدر نفرت تھی کہ جہاں کسی سے اس قسم کی کوئی بات صادر ہوتی تھی فوراً مشتعل ہو جاتے تھے اور کہتے تھے: یا رسول اللہ! اجازت دیجیے اس منافق کی گردن ماردُوں۔ ایک مرتبہ ایک منافق کا اور ایک یہودی کا کچھ جھگڑا تھا، دونوں فیصلے کے لیے ان کے پاس گئے، یہودی نے کہہ دیا کہ اس معاملے کا فیصلہ حضرت ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کر چکے ہیں مگر یہ شخص اس فیصلے سے راضی نہیں ہوا اس لیے آپ کے پاس آئے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اچھا ٹھہرو! میں فیصلہ کیے دیتا ہوں اور گھر کے اندر جا کر تلوار لے آئے اور اس منافق کی گردن اڑا دی اور فرمایا کہ جو شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فیصلے پر راضی نہ ہو اس کا فیصلہ میں اس طرح کرتا ہوں۔

جب رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی مرا اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کے بیٹے کی خاطر سے جو مخلص شخص تھے اس کی نماز جنازہ پڑھنے کا ارادہ کیا تو انہوں نے بہت روکا، اگرچہ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بوجہ وعدہ کر لینے کے نماز جنازہ پڑھ دی مگر بعد میں آیت اتری کہ

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ۭ [سورۂ توبہ: ۸۴]

یعنی اے نبی! کوئی منافق مر جائے تو آپ اس کی نماز جنازہ نہ پڑھیں اور اس کی قبر پر بھی نہ کھڑے ہوں۔

۳ ......اکثر وحی الٰہی آپ کی رائے کی تائید میں نازل ہوتی تھی [مثلاً:] قیدیانِ بدر کے متعلق، منافقوں کی نماز جنازہ کے متعلق، ازواج مطہرات کے پردے کے متعلق، مقام ابراہیم کو مصلے بنانے کے متعلق، شراب کے حرام کیے جانے کے متعلق وغیرہ وغیرہ، ان ہی کی تائید قرآن مجید میں کی گئی، بعض علماء نے مستقل تصانیف اس بارے میں کی ہیں اور تمام ان آیات کو جمع کیا ہے جو آپ کی موافقت میں نازل ہوئیں۔

۴ ......آپ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا "ام المؤمنین" تھیں۔ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کو ایک طلاق رجعی دی مگر حضرت فاروق کا ذرا ناگوار گزرا بالآخر بذریعہ وحی الٰہی کے آپ کو حکم ملا کہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے رجوع کیجیے۔[1] ایلا کے واقعہ میں، ذرا طرفداری اپنی بیٹی کی نہ کی بلکہ

---

[1] "ایلا" اس کو کہتے ہیں کہ کوئی شخص اپنی بی بی کے پاس نہ جانے کی قسم کھائے، انتہائی مدت اس کی شریعت نے چار مہینے رکھی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے متفق ہو کر اپنے فاقوں اور دنیا کی پریشانیوں کا ذکر کیا اور آپ سے نان ونفقہ طلب کیا یہ بات حضرت کو ناگوار گزری کہ میرے گھر میں دنیا کا ذکر کیا اسی پر آپ نے ایک مہینہ کا ایلا کیا اور ایک مہینہ تک گھر کے اندر نہ گئے اسی واقعہ کے متعلق آیۂ تطہیر اتری جس نے ازواج مطہرات کی فضیلت میں چار چاند لگا دیے۔ (دیکھو! میرا رسالہ تفسیر آیت تطہیر)

ان سے صاف کہہ دیا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اگر تم سے ناخوش رہے اور طلاق دے دی تو میں اپنے گھر میں تم کو نہ رکھوں گا۔

۵ ...... جب حضرت صدیقؓ کی خلافت کا زمانہ آیا تو ان کی کمالِ اطاعت کی اور بڑے ادب کے ساتھ ان کی خدمت میں رہے، ان کو بہت خوش رکھا۔

۶ ...... حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے آخر وقت میں ان کے لیے خلافت نامہ لکھوایا اور فرمایا کہ میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سنا۔ آپ فرماتے تھے: عمرؓ سے بہتر کسی شخص پر آفتاب نے طلوع نہیں کیا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے کہوں گا کہ اے پروردگار! اس وقت جو تیری مخلوق میں سب سے زیادہ بہتر تھا، اس کو خلیفہ بنا کے آیا ہوں پھر ان کی استقامت کے لیے بہت دعا مانگی اور ان کو بہت سی نصیحتیں فرمائیں جو ان کی زندگی کا دستور العمل رہیں۔

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے خلافت نامہ لکھوانے سے پہلے عام رائے کا اندازہ بھی کر لیا تھا حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ وغیرہ سے دریافت کرنا اسی مقصد سے تھا۔

پھر خلافت نامہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام کو دیا کہ جاؤ مجمع میں سنا دو اور خود بالا خانہ پر جا کر مجمع سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے لوگو! میں نے اپنے کسی عزیز قریب کو خلیفہ نہیں بنایا بلکہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو بنایا ہے کیا تم سب اس پر راضی ہو؟ سب نے کہا: سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت

آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت خدا کی قدرتِ کاملہ اور رحمتِ واسعہ کا ایک عجیب نمونہ تھی جو جو کمالات رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعلیم وتربیت نے ان کی ذات والا میں پیدا کر دیے تھے ان کے ظہور کا پورا موقع زمانہ خلافت ہی میں حاصل ہوا۔ جو جو وعدے حق تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کیے تھے، جو جو پیشین گوئیاں قرآن مجید اور احادیث میں تمکین دِین اور ظہورِ ہدایت اور فتوحات کی مذکور ہیں وہ باحسن وجوہ آپ کی خلافت میں مکمل ہوئیں۔ اگر آپ کے عہد خلافت کے کارنامے اور آپ کے ظاہری اور باطنی کمالات بالاجمال بھی بیان کیے جائیں تو ایک دفتر چاہیے۔

اگر ان کے عدل وانصاف اور ملکی انتظامات اور فتوحات پر نظر ڈالی جاتی ہے تو حیرت ہوتی ہے کہ وہ کام انہوں نے کیے جن کا کوئی نمونہ دنیا میں ان سے پہلے موجود نہ تھا اور اگر ان کی دینی خدمت اور روحانی کمالات کو دیکھا جاتا ہے تو آنکھیں خیرہ ہو جاتی ہیں اور صفحات تاریخ میں اس جامعیت کی

کوئی مثال نہیں ملتی، سچ تو یہ ہے کہ ان کا ہر ہر رُواں اپنے مرشد برحق صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سید الکل فی الکل اور امام الانبیاء والرسل ہونے کی شہادت ساری دنیا کے سامنے ادا کر گیا۔

اس رسالہ میں جو کچھ قدر قلیل لکھا جائے گا۔ اس کو نمونہ کہنا بھی شاید صحیح نہ ہو۔

عام اخلاق و حالات

(۱) ...... ۱۳ سن ہجری میں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد مسند آرائے خلافت ہوئے اور تھوڑے ہی دنوں میں ایک چھوٹی سی اسلامی ریاست کو ملک عظیم بنا دیا جیسا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو پہلے ہی بذریعہ وحی [1] کے اطلاع دے دی گئی تھی۔

(۲) ...... مزاج مبارک میں سختی زیادہ تھی غصہ جلد آجاتا تھا بالکل حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سی کیفیت تھی، مگر اس کے ساتھ ہی دو صفتیں عجیب وغریب تھیں: اول یہ کہ اپنی ذات کے لیے کبھی غصہ نہ آتا تھا۔ دوم یہ کہ عین اشتعال کی حالت میں کوئی شخص اللہ تعالیٰ کا نام پاک آپ کے سامنے لیتا یا قرآن مجید کی کوئی آیت پڑھ دیتا تو فوراً غصہ دفع ہو جاتا گویا تھا ہی نہیں۔

جب آپ خلیفہ ہوئے تو لوگ آپ کی سخت گیری سے اس قدر خوف زدہ ہوئے کہ گھروں سے باہر نکل کر بیٹھنا چھوڑ دیا یہ حالت دیکھ کر آپ نے خطبہ پڑھا اور اس خطبہ میں فرمایا:

اے لوگو! میری سختی اس وقت تک تھی جب تک کہ تم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی نرمیوں اور مہربانیوں سے فیض یاب تھے، میری سختی ان کی نرمی کے ساتھ مل کر اعتدال کی کیفیت پیدا کر دیتی تھی مگر اب میں ہی تمہارا والی ہوں، اب میں تم پر سختی نہ کرونگا اب میری سختی صرف ظالموں اور بدکاروں پر ہوگی۔

اسی خطبہ میں فرمایا: اے لوگو! اگر میں سنت نبوی اور سیرت صدیق کے خلاف کوئی حکم دوں تو تم کیا کرو گے لوگ کچھ نہ بولے، پھر دوبارہ آپ نے یہی ارشاد فرمایا تو ایک نوجوان تلوار کھینچ کر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا: فعلنا ھکذا یعنی اس طرح تلوار سے سر کاٹ دیں گے، اس پر آپ بہت خوش ہوئے۔

---

[1] صحیح بخاری میں ہے کہ ایک روز رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنا خواب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بیان فرمایا (انبیاء کا خواب بھی وحی خداوندی ہے) کہ میں نے اپنے کو دیکھا کہ ایک کنویں سے پانی بھر رہا ہوں تھوڑی دیر میں ابوبکر رضی اللہ عنہ نے میرے ہاتھ سے ڈول لے لیا اور ایک ڈول بلکہ دو ڈول انہوں نے نکالے پھر عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے لے لیا ان کے ہاتھ میں آتے ہی وہ ڈول چرس بن گیا اور میں نے کسی زور آور کو اتنا بڑا چرس بھرتے نہیں دیکھا۔

③......خلیفہ ہوتے ہی عام اجازت دی کہ میری جو بات قابل اعتراض ہو سر دربار مجھے ٹوک دیا جائے۔آپ کی طرف سے اعلان عام دیا گیا کہ ''أحبّ النّاس إليّ من رفع إلى عيوبي''

ترجمہ:......سب سے زیادہ میں اس شخص کو پسند کروں گا جو میرے عیبوں پر مجھے اطلاع دے۔

اس اعلان کے بعد ادنی ادنی لوگوں نے سر دربار آپ پر نکتہ چینی شروع کی اگر چہ وہ نکتہ چینی غلط ہوتی تھی مگر آپ اس پر خوش ہوتے تھے اور بڑی توجہ سے سنتے تھے اور اس کا جواب دیتے تھے۔

④......تواضع کی صفت آپ میں اس قدر تھی کہ اس کا اندازہ کرنے سے عقل انسانی عاجز ہوتی ہے،عرب وعجم کا بادشاہ بلکہ بادشاہوں کا فرماں روا اور اس میں اس قدر تواضع۔خلیفہ ہونے کے بعد منبر پر جو گئے تو منبر کے اس زینہ پر بیٹھے جس پر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے پاؤں رہتے تھے، لوگوں نے کہا: اوپر بیٹھئے تو فرمایا کہ میرے لیے یہی کافی ہے کہ مجھے اس مقام پر جگہ مل جائے جہاں صدیق رضی اللہ عنہ کے پاؤں رہتے ہوں۔

شروع میں لوگوں نے آپ کو خلیفہ رسول اللہ کہنا چاہا تو فرمایا: میں اس قابل نہیں ہوں اور اپنے لیے ایک سادہ لفظ امیر المؤمنین کا پسند فرمایا یہ لفظ سب سے پہلے آپ کے لیے استعمال ہوا۔

علمی کمالات کا ذکر ہوتا تو کبھی اپنا شمار کسی درجہ میں نہ فرماتے دوسروں کا حوالہ دیتے حالاں کہ بہ شہادت [1] نبوی خود سب سے اعلم تھے۔ایک روز خطبہ میں فرمایا کہ جس کو قرآن شریف کے متعلق کچھ پوچھنا ہو وہ ابی بن کعب کے پاس جائے اور جس کو حلال وحرام کے متعلق دریافت کرنا ہو وہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے پاس جائے اور جس کو میراث کا مسئلہ پوچھنا ہو وہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس جائے اور جس کو مال کی ضرورت ہو وہ میرے پاس آئے۔

اور یہ کلمہ تو نہ معلوم کتنے لوگ کی نسبت فرمایا: ''لولا فلان لهلك عمر''

ترجمہ:......اگر فلاں شخص نہ ہوتا تو عمر ہلاک ہو جاتا۔

مثلاً: ایک مرتبہ ایک عورت کے سنگسار کرنے کا حکم دیا، جو زنا سے حاملہ تھی حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا: امیر المؤمنین! یہ عورت حاملہ ہے، ابھی سنگسار کرنے سے بچہ ضائع ہو جائے گا، یہ سنتے ہی

---

[1] صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں باسانید متعددہ مروی ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے خواب میں دیکھا کہ میں نے دودھ پیا اور اپنا بچا ہوا دودھ عمر بن خطاب کو دیا لوگوں نے پوچھا کہ حضرت اس کی تعبیر کیا ہے فرمایا: علم۔علاوہ اس کے جس قدر آیات قرآنیہ کی تفاسیر ومسائل فقہیہ کی تعلیم ان سے منقول ہے وہ خود ان کے اعلم ہونے کی دلیل ہے۔ ۱۲

اپنے حکم کو واپس لے لیا اور فرمایا: لولا معاذ لهلك عمر

ترجمہ:...... اگر معاذ نہ ہوتا تو عمر ہلاک ہو جاتا۔

اور مثلاً: ایک مرتبہ ایک عورت کے سنگسار کرنے کا حکم دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا آپ نے نہیں سنا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تین قسم کے لوگ مرفوع القلم ہیں یعنی ان پر کوئی حکم شرعی جاری نہیں ہوتا مجنون اور نابالغ بچہ اور سوتا ہوا آدمی۔ فرمایا ہاں سنا تو ہے پھر کیا بات ہوئی حضرت علیؓ نے کہا وہ عورت جس کے سنگسار کرنے کا حکم آپ نے دیا ہے مجنون ہے یہ سنتے ہی اپنا حکم واپس لے لیا اور فرمایا: لولا علی لهلك عمر ، یعنی اگر علیؓ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔

ایک روز خطبہ میں فرمایا: اے لوگو! عورتوں کے مہر زیادہ نہ باندھا کرو، رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواجِ مطہراتؓ اور صاحبزادیوں سے زیادہ اگر مہر ہوا تو میں اس زائد مقدار کو ضبط کر کے بیت المال میں داخل کرلوں گا، ایک بڑھیا بول اٹھی کہ کیا آپ کو ایسا کرنے کا حق ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَّاٰتَيۡتُمۡ اِحۡدٰىهُنَّ قِنۡطَارًا فَلَا تَاۡخُذُوۡا مِنۡهُ شَيۡـًٔا ؕ [سورۂ نساء] [1]

بس اس کو سن کر منبر سے یہ کہتے ہوئے اتر آئے: كل النّاس اعلم من عمر حتى العجائز

ترجمہ:...... سب لوگ عمر سے زیادہ علم رکھتے ہیں حتیٰ کہ بڑھیا بھی۔

۵ ...... زہد اور ترکِ دنیا کی یہ حالت تھی کہ بیت المال سے اپنا وظیفہ سب سے کم مقرر کیا جو آپ کی ضرورت کے لیے کسی طرح کافی نہ ہوتا تھا کچھ تجارت کا سلسلہ بھی قائم تھا مگر خود اس میں مشغول نہ ہو سکتے تھے، لہٰذا اس کی آمدنی بھی بہت کم رہ گئی تھی بیت المال سے قرض لینے کی نوبت آجاتی تھی اور یہ زیادہ مصارف مہمانوں کے سبب سے ہوتے تھے جو درحقیقت شاہی مہمان ہوتے تھے، مگر ان کے لیے بیت المال سے نہ لیتے تھے۔ فرمایا کہ بیت المال سے مجھے اس قدر ملنا چاہیے جو میرے اور میرے عیال کے کھانے کے لیے متوسط درجہ میں کافی ہو چنانچہ دو درم روزانہ آپ کے مقرر کیے گئے اور دو جوڑے کپڑے کے لیے ملنا چاہیے، ایک گرمیوں کے لیے اور ایک جاڑوں کے لیے اور جب میں حج یا عمرہ کے لیے جاؤں تو سواری ملنا چاہیے اور بس

---

[1] ترجمہ:...... اے شوہرو! اگر تم اپنی بیبیوں کو ڈھیر بھر مال دے دو تو اس میں سے کچھ واپس نہ لو۔
جواب اس بڑھیا کا آسان تھا کہ شوہر پر امیر المؤمنین کو قیاس کر رہی ہے یہ قیاس صحیح نہیں امیر المؤمنین کو بہت سے ایسے اختیارات حاصل ہیں جو شوہر کو ہرگز حاصل نہیں ہیں۔ ۱۲

چنانچہ یہی عمل درآمد آپ کا رہا۔ (طبقات ابن سعد جلد ۲)

* ...... کھانے کا یہ حال تھا کہ اس وقت کوئی ادنیٰ شخص بھی اس کھانے کو بہ رغبت نہ کھا سکتا تھا۔

* ...... حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: تین روٹیاں آپ کے لیے آتی تھیں جن میں کبھی روغن زیتون لگا ہوتا تھا کبھی کبھی خشک روٹیوں کے ساتھ دودھ ہوتا تھا اور کبھی سکھایا ہوا گوشت جو کوٹ کر ابال لیا جاتا تھا اور کبھی کبھی تازہ گوشت [1] بھی ہوتا تھا۔ (طبقات جلد ۲)

* ...... ایک مرتبہ عراق سے کچھ مہمان آپ کے پاس آئے جن میں جریر بن عبداللہ بھی تھے ان لوگوں سے آپ کا کھانا نہ کھایا گیا۔

* ...... لباس کا یہ حال تھا کہ سال بھر میں دو ہی جوڑے بیت المال سے لیتے تھے وہ بھی کسی موٹے اور کھردرے کپڑے کے وہ جب پھٹ جاتے تو ان میں پیوند لگاتے تھے اور کبھی چمڑے کے ہوتے، ایک مرتبہ شمار کیا گیا تو کُرتے میں دونوں شانوں کے درمیان میں چار پیوند تھے اور ازار میں بارہ پیوند تھے اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ میں نے سترہ پیوند ان کے لباس میں شمار کیے۔

* ...... جب ملک شام تشریف لے گئے تو ایسا ہی پیوند دار لباس جسم اقدس پر تھا مسلمانوں نے کہا کہ آج علمائے یہود و نصاریٰ آپ کو دیکھنے آئیں گے ان کی نظر میں کیسی سبکی ہوگی اور وہ کیا کہیں گے؟ فرمایا: ہم کو کسی کے کہنے کی کچھ پروا نہیں ہے ہمیں اللہ نے اسلام سے عزت دی ہے، لباس سے ہماری عزت نہیں ہے۔

* ...... قیام بیت المقدس کے زمانہ میں آپ کا کُرتا پشت کی جانب سے پھٹ گیا تو آپ نے کسی کو دیا کہ دھودے اور پیوند لگادے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا مگر اس کے ساتھ ہی ایک اور اچھے کپڑے کا نیا کرتہ بھی آپ کے لیے بنایا گیا اور دونوں آپ کے سامنے پیش کیے گئے، آپ نے نئے کُرتے پر ہاتھ پھیر کر فرمایا کہ یہ بہت نرم کپڑا ہے اور واپس کردیا اور فرمایا کہ میرا وہی کرتا اچھا ہے اس میں پسینہ خوب جذب ہوتا ہے۔

* ...... ایک روز خلاف معمول گھر میں زیادہ دیر تک رہے جب باہر نکلے تو فرمایا: دیر اس وجہ سے ہوئی کہ میرے کپڑے میلے ہوگئے تھے، ان کو میں نے دھویا، جب وہ خشک ہوئے تو پہن کر تمہارے پاس آیا، کوئی دوسرا کپڑا نہ تھا کہ اس کو پہن لیتے، ایک مرتبہ تقریباً پچاس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو مہاجرین میں سے

---

[1] ''ازالۃ الخفاء'' میں روایت ہے کہ مہینہ میں ایک مرتبہ تازہ گوشت استعمال کرتے تھے ۱۲

تھے، مسجد نبوی میں جمع ہوئے ان میں باہم حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے زہد کا تذکرہ تھا، کہنے لگے: دیکھو تو کسریٰ وقیصر کی سلطنت جن کے قبضے میں ہے مشرق ومغرب میں جن کا حکم چل رہا ہے۔

* ...... عرب وعجم کے وفود جن کے پاس آتے ہیں اور ان کو اس حالت میں دیکھتے ہیں کہ ان کے لباس میں بارہ بارہ پیوند لگے ہوئے ہیں، ان سے کہنا چاہیے کہ وہ اس لباس کو بدل دیں، اچھا کپڑا پہنا کریں کہ عمدہ لباس سے ایک ہیبت ہوتی ہے اور کھانے کا بھی کوئی عمدہ انتظام کیا جائے۔ دونوں وقت وسیع تر دستر خوان بچھا کرے اور مہاجرین جو ان سے ملنے آتے ہیں وہ ان کے ساتھ کھانے میں شریک ہوا کریں لیکن کسی کی ہمت نہ ہوئی کہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ سے کچھ کہتا، آخر سب کی رائے ہوئی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہنا چاہیے، وہ ان کے خسر ہیں، وہ ان سے کہہ سکتے ہیں چنانچہ سب لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں ایسی بات ان سے نہ کہوں گا امہات المؤمنین سے کہلوانا چاہیے۔ حضرت احنف بن قیس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: پھر وہ لوگ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے دونوں ایک جگہ مل گئیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اچھا میں کہوں گی اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا: وہ مانیں گے نہیں مگر لوگوں کے اصرار سے دونوں ام المؤمنین تشریف لے گئیں اور بڑی اچھی تمہید کے ساتھ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں گفتگو کی آپ سن کر رونے لگے اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تنگی معیشت کا ذکر کر کے ان دونوں کو بھی رلایا اور فرمایا کہ سنو! میرے دو صاحب تھے میں نے ان کو جس حالت میں دیکھا ہے اگر میں اس حالت کے خلاف اختیار کروں تو پھر مجھ کو ان کا قرب نہیں نصیب ہوسکتا یہی حالت حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کی اخیر وقت تک رہی ذرا تغیر نہیں ہونے پایا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ایک روز گوشت میں گھی ڈال کر پکایا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نہ کھایا اور فرمایا کہ گھی علیحدہ کھانے کی چیز ہے اور گوشت علیحدہ میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ جب دو کھانے کی چیزیں آپ کے پاس جمع ہو جاتیں تو ایک آپ خیرات کر دیتے۔

تمام زمانہ خلافت میں کبھی خیمہ آپ کے پاس نہیں رہا۔ سفر میں منزل پر پہنچ کر دھوپ یا بارش سے بچنے کے لیے کسی درخت پر چمڑا یا کپڑا آپ کے لیے تان دیا جاتا تھا۔ جب مال غنیمت کہیں سے آتا تو اپنا حصہ بھی سب کے برابر رکھتے۔ ایک روز کا واقعہ ہے کہ مال غنیمت میں چادریں آئیں اور سب کو ایک ایک آپ نے تقسیم کر دی اس کے بعد جمعہ کے دن خطبہ پڑھنے کے لیے جو تشریف لے گئے تو انہی چادروں میں سے ایک اوڑھے ہوئے اور ایک کی ازار باندھے ہوئے تھے (لوگوں

کو معلوم ہو گیا تھا کہ آپ نکتہ چینی کرنے سے خوش ہوتے ہیں) لہٰذا حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے کہ ہم آپ کا خطبہ نہ سنیں گے آپ نے ہم سب کو تو ایک ایک چادر دی اور خود دو لیں، حضرت فاروق رضی اللہ عنہ یہ سن کر مسکرائے اور فرمایا کہ میں نے اپنی پرانی ازار دھو کر خشک ہونے ڈال دی ہے اور ایک چادر میں نے عبداللہ بن عمرؓ سے مانگ لی ہے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بولے ہاں اب ہم آپ کا خطبہ سنیں گے۔

* ......ایک روز کچھ چادریں آپ نے مدینہ کی عورتوں کو تقسیم کیں ایک چادر بہت عمدہ رہی تو کسی نے کہا کہ امیر المؤمنین یہ چادر رسولِ خدا کی صاحبزادی ''ام کلثوم'' کو دیجیے جو آپ کے نکاح میں ہیں، فرمایا نہیں اُمّ سُلَیط اس کی زیادہ حق دار ہیں۔ وہ ایک انصاری خاتون اور صحابیہ تھیں۔ فرمایا کہ غزوۂ احد میں وہ ہم لوگوں کے لیے مشک بھر کر پانی لاتی تھیں۔ (صحیح بخاری)

* ......ایک مرتبہ اور ایسا ہی ہوا تو لوگوں نے رائے دی کہ اپنی بہو بنت ابی صبید زوجہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دے دیجیے اس وقت بھی آپ نے ایسا ہی فرمایا۔ (فتح الباری ٦)

* ......حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے ایک روز بیت المال میں جھاڑو دی تو ایک درہم ملا، انہوں نے حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے کسی پوتے کو جو بالکل بچے تھے، دے دیا آپ نے بچے کے ہاتھ میں درہم دیکھ کر پوچھا تو انہوں نے کہا: مجھے ابوموسیٰ نے دیا ہے اس پر بہت ناخوش ہوئے اور وہ درہم واپس کر کے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے ابوموسیٰ! ہمارے گھر سے زیادہ کوئی گھر تم کو ذلیل نہیں معلوم ہوا۔ ایک ایسا ہی واقعہ آپ کی پوتی کا ہے وہ درہم کو منہ میں رکھ کر روتی ہوئی بھاگیں مگر آپ نے منہ میں انگلی ڈال کر نکال لیا۔

* ......ایک مرتبہ بحرین سے کچھ مشک آ گیا آپ نے فرمایا: کوئی عورت تول دیتی تو میں اس کو تقسیم کر دیتا۔ آپ کی بی بی صاحبہ حضرت عاتکہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں تول دوں آپ نے فرمایا: نہیں! وہ مشک تمہارے ہاتھ میں لگے گا، وہی ہاتھ تم اپنی گردن میں لگاؤ گی نتیجہ یہ ہوگا کہ اور مسلمانوں سے زیادہ تمہارے حصے میں آ جائے گا۔

* ......آپ نے آخری وقت میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ بیت المال کے اسّی درہم میرے اوپر قرض ہیں، میرے باغ وغیرہ فروخت کر کے یہ رقم بیت المال میں واپس کر دینا۔ اے عبداللہ! تم میرے سامنے اس کی ضمانت کرو چنانچہ وہ ضامن ہو گئے اور آپ کے دفن سے

پہلے انہوں نے اہل شوریٰ اور چند انصار کو اس معاملہ پر گواہ کرلیا اور ایک ہفتہ کے اندر ہی اندر فروخت کر کے پوری رقم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچادی اور ایک تحریر بے باقی کی لے لی جس پر چند گواہیاں بھی تھی۔ (طبقات جلد ۳)

⑥ ...... عبادت کی حالت یہ تھی کہ نماز اور جماعت کا بڑا اہتمام فرماتے تھے تمام صوبوں کے حکام کو نماز کے متعلق ایک فرمان بھیجا تھا جو آگے نقل کیا جائے گا کسی کو جماعت میں نہ دیکھتے تو اس سے باز پرس کرتے چنانچہ سلیمان بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ کو فجر کی جماعت میں نہ دیکھا تو ان کے گھر تشریف لے گئے معلوم ہوا کہ تہجد کی نماز میں وہ تھک گئے اس لیے فجر کی نماز گھر ہی میں پڑھ لی اس پر ناخوش ہوئے اور فرمایا کہ مجھے فجر کی جماعت نماز تہجد سے زیادہ محبوب ہے۔ (مشکوٰۃ)

* ......نماز میں خشوع وتواضع اور توجہ الی اللہ کی بڑی تاکید فرماتے تھے جس وقت زخمی ہوئے ہیں فجر کی نماز کا وقت تھا کسی نے کہا کہ امیر المؤمنین کی آج فجر کی نماز قضا ہوئی جاتی ہے، بے ہوش تھے مگر یہ آواز سنتے ہی آنکھ کھول دی اور فرمایا: مجھے جلدی نماز پڑھاؤ جس کی نماز جاتی رہی اس کا کچھ حصہ اسلام میں نہیں، نماز تہجد سے بڑی رغبت تھی، کبھی ترک نہ فرماتے تھے اور اپنے گھر والوں کو بھی لگاتے تھے اور یہ آیت پڑھتے تھے: وَأْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ......الخ نماز تراویح کی بنیاد تو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ڈالی مگر اس کی ترویج اور اس میں ختم قرآن کا سلسلہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ سے انجام کو پہنچا، حضرت علی رضی اللہ عنہ رمضان مبارک میں فرمایا کرتے تھے کہ یااللہ! اس کی قبر کو روشن کر جس نے ہماری مسجدوں کو روشن کردیا۔ (شروح اربعہ ترمذی)

* ......زکوۃ وصدقات میں بڑا اہتمام کرتے اور مساکین کو اس قدر دیتے کہ وہ غنی ہوجاتے۔

* ......اخیر میں پے درپے روزے رکھا کرتے تھے سوا ان پانچ دنوں کے جن میں روزہ حرام ہے کسی دن ناغہ نہ کرتے تھے، حج کے لیے اپنی خلافت کے پہلے سال یعنی ۱۳ رہجری میں تو عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو امیر حج بنا کر بھیجا تھا اور اس کے بعد پھر ہر سال خود تشریف لے جاتے تھے اپنی خلافت میں دس حج کیے اور سن ۲۳ ہجری میں جو ان کی خلافت کا آخری سال تھا، ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو بھی حج کرانے لے گئے۔ (طبقات جلد ۳)

* ......اور عمرے اپنی خلافت میں تین کیے: ایک عمرہ رجب ۱۷ رہجری میں۔ دوسرا عمرہ رجب ۲۱ رہجری میں۔ تیسرا عمرہ رجب ۲۲ رہجری میں۔ (طبقات جلد ۳)

⑦ ...... خشیت الٰہی اور خوف آخرت کی یہ حالت تھی کہ شاید اس صفت میں کوئی ان کا مساوی نہ نکلے ایک روز گھاس کا ایک تنکا زمین سے اٹھا کر فرمانے لگے کاش میں یہ تنکا ہوتا کاش میں نہ پید ہوا ہوتا۔

* ...... ایک روز سورہ ''اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ'' کی تلاوت کر رہے تھے جب اس آیت پر پہنچے وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ تو بے ہوش ہو کر گر پڑے اور کئی دن تک ایسی حالت رہی لوگ عیادت کو آتے تھے۔

* ...... ایک روز کسی گھر کی طرف گزر ہوا اور وہ نماز میں سورۂ والطور پڑھ رہا تھا جب وہ اس آیت پر پہنچا اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ تو سواری سے اتر پڑے اور دیوار سے ٹیک لگا کر دیر تک بیٹھے رہے اس کے بعد اپنے گھر آئے تو ایک مہینہ تک بیمار رہے لوگ دیکھنے کو آتے تھے اور بیماری کسی کی سمجھ میں نہ آتی تھی۔

* ...... کبھی کوئی اونٹ بیت المال کا گم ہو جاتا تو خود تلاش کرنے جاتے ایک مرتبہ گرمیوں میں دوپہر کے وقت گرم ہوا چل رہی تھی اور آپ ایک اونٹ کی تلاش میں جا رہے تھے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دیکھا، انہوں نے کہا: امیر المؤمنین! اس وقت کہاں آپ جاتے ہیں اس کام کو کوئی اور کر لے گا۔ فرمایا: قیامت کے دن باز پرس تو مجھ ہی سے ہوگی۔

* ...... خوف کے ساتھ امید کا بھی یہ حال تھا کہ فرماتے تھے: اگر قیامت کے دن یہ اعلان کر دیا جائے کہ ایک شخص کے علاوہ سب لوگ دوزخ میں جائیں گے تو مجھے امید ہوگی کہ شاید وہ ایک میں ہی ہوں اور اگر یہ اعلان کر دیا جائے کہ سب لوگ جنت میں جائیں سوا ایک کے تو مجھے خوف ہوگا کہ شاید وہ ایک میں ہی ہوں۔

⑧ ...... رعیت پروری یا شفقت علی خلق اللہ کی صفت میں بھی آپ بے نظیر تھے چند واقعات اس کے ذکر کیے جاتے ہیں:

* ...... اپنی رعایا کے حال سے باخبر رہنے کے لیے راتوں کو اٹھ اٹھ کر گشت کیا کرتے تھے جس کے چند واقعات آیندہ ان شاء اللہ تعالیٰ لکھے جائیں گے۔ آپ کے زمانہ میں ایک بڑا قحط پڑا جس کا نام عرب میں ''عام الرّمادہ'' مشہور ہو گیا تھا اس قحط میں آپ نے گیہوں، گھی اور گوشت کا استعمال ترک کر دیا تھا، جو کی خشک روٹی کبھی اس پر روغن زیتون لگا ہوا استعمال کرتے تھے، وہ ہضم نہ ہوتی تھی، ایک روز اپنے پیٹ سے خطاب کر کے فرمایا کہ جب تک اللہ مسلمانوں سے اس

قحط کو دور نہ کرے گا اس کے سوا تجھ کو کچھ نہیں مل سکتا، اسی قحط میں فاقوں کی کثرت اور ناموافق غذا کے سبب سے آپ کا رنگ سیاہ ہو گیا تھا۔ اس قحط کے لیے آپ نے اپنے حکام کو لکھ بھیجا کہ مدینہ منورہ کے لیے غلہ بھیجو چنانچہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے چار ہزار اونٹ غلہ کے ملک شام سے بھیجے اور حضرت عمرو بن عاص نے سو کشتیاں مصر سے براہ دریا روانہ کیں نتیجہ یہ ہوا کہ غلہ کا نرخ جو مصر میں تھا وہی مدینہ میں ہو گیا، اس قحط میں آپ نے یہ بھی کیا کہ بیت المال میں جس قدر روپیہ تھا سب فقراء و مساکین کو تقسیم کر دیا، بالآخر یہ قحط آپ ہی کی دعا سے دور ہوا۔

* ......ایک شخص نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرماتے ہیں عمر بن خطاب سے جا کر کہو کہ قحط دفع ہونے کے لیے دعا مانگیں چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے دعا مانگی، حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگے: یا اللہ! ہم تیرے نبی کے چچا کا وسیلہ اختیار کرتے ہیں پانی برسا دے۔ دعا ختم نہ ہونے پائی تھی کہ پانی برسنے لگا۔

* ......جن عورتوں کے شوہر باہر ہوتے خود ان کے مکانوں پر جا کر دروازے پر کھڑے ہو کر سلام کرتے اور فرماتے کہ تم کو بازار سے کچھ خریدنا ہو تو میں خرید دوں گا چنانچہ عورتیں اپنی لونڈیوں کو آپ کے ہمراہ کرتی تھیں، ایک بڑا مجمع آپ کے ساتھ ہو جاتا تھا، آپ ان سب کو بازار لے جا کر سودا خرید دیتے تھے اور جس کے پاس روپیہ نہ ہوتا اس کے لیے اپنے پاس سے خرید کر دیتے تھے۔

* ......جب فوجی لوگوں کے خطوط آتے تھے تو ان کو خود جا کر ان کے گھروں میں پہنچاتے تھے اور فرماتے تھے: تمہارے شوہر اللہ کا کام کر رہے ہیں اور تم رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہر میں ہو۔ یہ بھی فرماتے تھے: اگر کوئی خط پڑھنے والا نہ ہو تو تم دروازہ کے پاس آ جاؤ میں پڑھ کر سنا دوں پھر یہ بھی کہہ دیتے تھے کہ ہماری ڈاک فلاں دن جائے گی۔ خط لکھوا رکھنا، میں بھیج دوں گا، اس کے بعد خود کاغذ و قلم دوات لے کر ہر ایک کے گھر میں جاتے جس نے لکھوایا ہوتا لے لیتے اور نہ لکھوایا ہوتا اس سے پوچھ کر خود لکھ دیتے اور ان کے شوہروں کو بھجوا دیتے۔

* ......مسلمانوں کے ساتھ تو جیسی کچھ شفقت تھی وہ تھی ذمی کافروں کی راحت و آسائش کا بھی بڑا خیال رکھتے تھے اپنے جانشین کو وصیت فرما گئے تھے کہ ذمی کافروں کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا جائے۔

* ......ایک مرتبہ ایک بوڑھے شخص کو بھیک مانگتے دیکھا، معلوم ہوا کہ وہ یہودی ہے اور جزیہ کی زیادتی کی وجہ سے بھیک مانگ رہا ہے، اس کو ہاتھ پکڑ کر لے گئے اور کچھ اس کو دیا اور حکم جاری کیا

کہ ایسے لوگوں پر جزیہ نہ باندھا جائے۔

*......ایک مرتبہ حربی کافروں نے آپ سے ملک میں بغرض تجارت آمد و رفت کرنے کی اجازت مانگی تو آپ نے اجازت دی۔

(۹)...... بیت المال سے وظائف کی تقسیم کا آپ نے عجیب انتظام کیا تھا اس کے لیے ایک علیحدہ دفتر بنایا تمام مسلمانوں کے نام اس میں لکھوائے اور سب سے زیادہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قرابت کا لحاظ فرمایا اس کے بعد اور اصحابِ فضائل کا یہ ایک بہت مشکل بات تھی جس کو پورا کرنا انہی کا کام تھا۔

*......حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا وظیفہ بارہ ہزار مقرر کیا، ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا دس دس ہزار سوا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ان کا بارہ ہزار مقرر کیا، صحابہ بدریین کا پانچ پانچ ہزار، انصار کا چار چار ہزار، مہاجرین حبش کا چار چار ہزار، ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی وجہ سے ان کے فرزند عمر بن ابی سلمہ کا چار ہزار، حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کا پانچ پانچ ہزار، مہاجرین وانصار کی خواتین میں کسی کا چار سو کسی کا تین سو کسی کا دو سو، بعض مہاجرین وانصار کا دو ہزار اور باقی مسلمانوں میں کسی کا تین سو، کسی کا چار سو پھر قبیلہ کلبیہ کا دفتر جدا تھا، سرداران فوج کا جدا غرض کہ عجیب انتظام تھا۔

(۱۱)...... رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابت والوں کا بڑا لحاظ فرماتے تھے اپنے بیٹے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا وظیفہ تین ہزار مقرر کیا اور حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کا پانچ پانچ ہزار حتی کہ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کا چار ہزار۔

ایک مرتبہ جمعہ کی نماز کے لیے کپڑے پہن کر جا رہے تھے راستہ میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے مکان کا پرنالہ تھا ان کے یہاں اس وقت دو چوزے مرغ کے ذبح کیے گئے تھے، جیسے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ پرنالے کے قریب پہنچے ان چوزوں کا خون پانی میں ملا ہوا ان پرنالوں سے بہایا گیا جس سے آپ کا لباس خراب ہو گیا پھر گھر واپس گئے اور دوسرے کپڑے پہنے اور حکم دیا کہ پرنالہ راستے سے ہٹا دیا جائے، اس کے بعد حضرت عباس رضی اللہ عنہ آپ کے پاس گئے اور کہا کہ یہ پرنالہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مقام پر لگایا تھا یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ میں آپ کو قسم دلاتا ہوں کہ میری پیٹھ پر کھڑے ہو کر پرنالہ پھر اسی مقام پر لگا دیجیے جہاں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لگایا تھا چنانچہ ایسا ہی حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کیا۔

زہری رحمہ اللہ کہتے ہیں: جب عراق سے کچھ مال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آتا تو آپ بنی ہاشم میں جس کو مجرد دیکھتے اس کا نکاح کر دیتے، جس کے لونڈی غلام نہ ہوتا اس کو لونڈی یا غلام دیتے۔

امام محمد باقرؒ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ حلّے یمن سے آئے، آپ رضی اللہ عنہ نے مہاجرین اور انصار کو تقسیم کیے مگر کوئی حلہ حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کے جسم پر ٹھیک نہ ہوا تو آپ نے حاکم یمن کو فرمان بھیجا کہ حسنینؓ کے لیے ان کے جسم کے موافق حلّے بنا کر بھیج دیں چنانچہ جب وہاں سے حلّے بن کر آ گئے اور حضرات حسنین رضی اللہ عنہما نے پہن لیے تو فرمایا کہ میں دوسروں کو پہنے ہوئے دیکھتا تھا تو میرا دل خوش نہ ہوتا تھا، اب میرا دل خوش ہوا۔

ایک مرتبہ حضرت حسنؓ یا حسینؓ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے مگر یہ دیکھ کر کہ دروازہ پر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیٹھے ہیں، ان کو اجازت نہیں ملی ہے، بغیر ملاقات کیے ہوئے واپس چلے گئے، اس کی خبر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ہوئی تو آپ نے بلوا بھیجا اور فرمایا: اے میرے بھتیجے! تم کیوں واپس چلے گئے؟ انہوں نے کہا کہ ہم نے یہ خیال کیا کہ جب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو اجازت نہ ملی تو ہم کو کیسے ملے گی آپؓ نے فرمایا: اے میرے بھتیجے! تمہاری اور عبداللہ بن عمرؓ کی کیا برابری۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب مدائن فتح ہوا اور مال غنیمت آیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ مسجد میں فرش بچھایا جائے اور اس پر مال کے ڈھیر لگائے جائیں پھر تمام صحابہ کرامؓ جمع کیے گئے تو آپ نے سب سے پہلے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو ایک ہزار درہم دیے پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو ایک ہزار درہم، اس کے بعد اور لوگوں کو تقسیم کیا اور اپنے فرزند حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو پانچ سو درہم دیے۔ انہوں نے کہا: امیر المؤمنین! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں جہاد کیا کرتا تھا اور حسنینؓ تو اس وقت بچے تھے مگر آپ نے ان کو ہزار ہزار درہم دیے اور مجھ کو پانچ سو تو فرمایا کہ اچھا جیسے باپ ان کے ہیں ویسا باپ اپنا دکھلاؤ اور ان کی ماں جیسی ماں، ان کے نانا جیسا اپنا نانا، ان کی نانی جیسی اپنی نانی، ان کے چچا جیسا اپنا چچا، ان کے ماموں جیسا اپنا ماموں اور ان کی خالہ جیسی اپنی خالہ پیش کرو، ورنہ اب کبھی ان کی برابری [1] نہ کرنا۔ سنو! ان کے والد علی مرتضیٰؓ ہیں اور ان کی ماں فاطمۃ الزہراءؓ ہیں اور ان کے نانا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور ان کی نانی خدیجۃ الکبریٰؓ اور ان کے چچا جعفر ابن طالب ہیں اور ان کی خالہ رقیہؓ اور کلثومؓ ہیں جو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی ہیں۔

---

[1] حضرت فاروق اعظمؓ نے حضرات حسنینؓ کے والد علی مرتضیٰؓ سے اپنے کو کمتر بتلایا، یہ ان کی تواضع تھی، ورنہ حضرت صدیق کے بعد ان کا افضل امت ہونا قطعی ہے، سچ ہے ؎

راہ ایں است سعدی کہ مردان راہ　　بہ عزت نکردند بر خود نگاہ

ایک مرتبہ کسی نے ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ سے اپنے کسی حق کا تقاضا کیا اور کوئی گستاخی کی تحریر بھیجی اس کی خبر حضرت عمرؓ کو ہوئی تو آپ نے حکم دیا کہ اس شخص کو تیس درّے مارے جائیں۔

عدل وانصاف آپ کا ضرب المثل ہے خود اپنے فرزند ابوشحمہ پر حد جاری کی، انہوں نے مصر میں شراب پی تھی، حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے ان کو اپنے گھر کے اندر بلا کے پوشیدہ طور پر آہستہ آہستہ درّے لگائے، یہ خبر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ملی تو آپ نے ان کو لکھا کہ اے عمرو بن عاص! تمہاری جرأت پر مجھے تعجب ہے، تم نے میرے حکم کے خلاف کیا، اب میں تم کو معزول کرنے کے سوا کوئی رائے نہیں رکھتا، تم نے ابوشحمہ کو یہ خیال کر کے کہ امیر المؤمنین کا لڑکا ہے، گھر کے اندر ہلکی سزا دی، حالاں کہ تم کو اس کے ساتھ بھی وہی معاملہ کرنا چاہیے تھا جو سب کے ساتھ کرتے ہو، اچھا اب اس کو فوراً میرے پاس بھیجو تا کہ اس کو اپنی بداعمالی کا مزہ ملے، چنانچہ جب وہ آئے تو حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے سفارش کی کہ امیر المؤمنین ایک مرتبہ سزا مل چکی ہے، مگر آپ نے کچھ نہ سنا ابوشحمہ رونے لگے کہ اے باپ! میں بیمار ہوں دوبارہ مجھے سزا دیجیے گا تو مر جاؤں گا مگر آپ نے کچھ توجہ نہ کی اور قاعدے کے مطابق سزا دی اس سے ان کی بیماری بڑھ گئی اور ایک مہینہ کے بعد انتقال ہو گیا۔

اپنے سالے قدامہ بن مظعون رضی اللہ عنہ پر بھی شراب خوری کی حد جاری کی اور قرابت وغیرہ کا کچھ لحاظ نہ کیا، قدامہ نے اس پر ان سے ترک کلام کر دیا پھر خود آپ نے بڑی مشکل سے ان کو راضی کیا۔

ایک روز راستے سے گزر رہے تھے، ایک شخص کو دیکھا کہ ایک عورت سے باتیں کر رہا ہے، اس کو آپ نے ایک درّہ مار دیا، اس نے کہا: امیر المؤمنین! یہ تو میری زوجہ ہے۔ فرمایا: پھر تم راستے میں کھڑے ہو کر کیوں بات کرتے ہو مسلمانوں کو اپنی غیبت میں مبتلا کرتے ہو۔ اس نے کہا: امیر المؤمنین ابھی، ہم مدینہ میں آئے ہیں، مشورہ کر رہے تھے کہ کہاں قیام کریں۔ یہ سن کر آپ نے درّہ اس کے ہاتھ میں دیا اور فرمایا کہ اے اللہ کے بندے! مجھ سے قصاص لے لے۔ اس نے کہا: امیر المؤمنین میں نے معاف کیا۔ فرمایا: نہیں قصاص لے لے۔ تیسری مرتبہ اس نے کہا کہ میں نے اللہ کے واسطے معاف کیا۔ آپ نے فرمایا: اچھا اللہ تجھ کو اس کا بدلہ دے۔

(۱۲)...... مردم شناسی آپ کی اس درجہ بڑھی ہوئی تھی کہ جس کو جس کام کے لیے تجویز کر دیا معلوم ہوا کہ وہ اسی کام کے لیے پیدا کیا گیا ہے، جس میں کوئی کمال یا نقص آپ نے بتا دیا وہ گویا اس کی نوشتۂ تقدیر تھا، جن چھ حضرات کو اپنے بعد خلافت کے لیے تجویز فرمایا، ان میں سے ہر ایک میں

ایک ایک بات بتلائی، آخر وہی بات اپنا رنگ لائی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی نسبت فرمایا کہ وہ اپنے خاندان کے لوگوں کی بڑی پرورش کریں گے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نسبت فرمایا کہ وہ اپنی رائے کے سامنے کسی کا مشورہ نہ سنیں گے یا یہ کہ اپنے خاندان والوں کو دوسروں پر ترجیح دیں گے۔

آپ کی مردم شناسی کے عجیب وغریب واقعات ہیں، جس کا جی چاہے ''ازالۃ الخفا'' میں دیکھ لے۔

حضرت ابوعثمان نہدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم! اگر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ترازو ہوتے اس میں بال برابر بھی پاسنگ نہ ہوتا۔ (طبقات جلد ۳)

۱۳...... آپ کے ملکی انتظامات اور سیاست وصولت کے واقعات بھی بے شمار ہیں لیکن اس موضوع پر بعض کتابیں اردو زبان میں شائع ہو چکی ہیں۔ لہٰذا چند باتیں لکھی جاتی ہیں:

کئی شہروں کی بنیاد ڈالی اور ان کو آباد کیا چنانچہ شہر بصرہ اور کوفہ دونوں آپ ہی کے آباد کیے ہوئے ہیں، اسلامی تاریخ کی بنیاد ڈالی، پہلے دستاویزوں میں مہینہ لکھا جاتا تھا سنہ نہ ہوتا تھا اس سے بہت اشتباہ پڑتے تھے، آپ نے ہجرت سے سنہ کا آغاز قائم کیا، تمام ممالک مفتوحہ میں ہر شہر کے لیے حاکم علیحدہ مقرر کیا اور قاضی علیحدہ اور بیت المال کا تحویل دار علیحدہ چنانچہ کوفہ میں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو حاکم اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو ان کا وزیر اور معلم دین مقرر کیا۔ ممالک مفتوحہ کی زمین کی پیمائش کرائی اور اسی حساب سے خراج مقرر کیا، چنانچہ عراق کی پیمائش پر عثمان بن حُنیف رضی اللہ عنہ اور حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کو معین فرمایا، جس قدر خراج وغیرہ کی آمدنی آپ کے زمانہ میں (باوجود اس عدل وانصاف اور رعیت پروری کے) تھی، آپ کے بعد ظلم وجور سے لوگ اس قدر وصول نہ کر سکے۔

امیر المؤمنین عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روز حجاج کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کو نہ دین کی لیاقت نہ دنیا کی حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے دس کروڑ اٹھائیس لاکھ درہم سالانہ وصول کیے اور زیاد نے دس کروڑ پندرہ لاکھ اور حجاج نے اس قدر ظلم کرنے پر دو کروڑ آٹھ لاکھ، زمانۂ مابعد میں مامون رشید کا زمانہ زیادتی محاصل کے لحاظ سے ممتاز مانا جاتا ہے مگر اس کے زمانہ میں بھی عراق سے پانچ کروڑ اڑتالیس لاکھ سے زیادہ تحصیل نہ ہوئی، شاہان جاہلیت کی جس قدر ذاتی املاک تھیں مثلاً: شاہِ ایران کی املاک ان سب کو آپ نے بیت المال میں داخل کر لیا اور اس کا مصرف یہ تھا کہ جس کسی کو جاگیر دیتے یا شہیدوں کے بال بچوں کا وظیفہ مقرر کرتے وہ اسی مد سے ہوتا تھا دریا پر عمال کو مقرر کیا تا کہ تجارتی چیزوں کا خمس لیا جائے۔ گزرگاہوں پر عشر لینے والوں کو معین کیا تا کہ مسلمانوں

سے اموال تجارت کی زکوۃ اور حربی کافروں سے عشر لیا جائے، جہاں کچھ لوگوں کا مجمع ہوتا تھا اس کی نگرانی فرماتے کہ کوئی فتنہ برپا نہ ہو، شاعروں کو سخت ممانعت کردی تھی کہ کسی کو ہجو نہ کہیں، ایک شاعر نے زبرقان کی ہجو کی آپ نے اس شاعر کے لیے حکم دیا کہ تہ خانے میں ڈال دیا جائے۔ بالآخر حضرت عبدالرحمن اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کی سفارش سے چھوڑا مگر اس سے عہد لے لیا کہ اب کبھی ایسا نہ کرنا بڑی سخت تاکید تھی کہ کسی غیر مسلم کو مسلمانوں پر کسی قسم کی حکومت نہ دی جائے، جب ابوموسیٰ (حاکم بصرہ) اپنے میر منشی کے ساتھ آئے اور اپنے دفتر کا معائنہ کرایا تو آپ ان کے میر منشی کے کام سے خوش ہوئے اور ایک روز فرمایا کہ تمہارا منشی کہاں ہے ذرا یہ تحریر مسجد میں پڑھ کر لوگوں کو سنا دے اس وقت حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ امیر المؤمنین! وہ منشی تو نصرانی ہے مسجد میں نہیں جاسکتا۔ یہ سن کر آپ نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو بہت ڈانٹا اور فرمایا کہ یہ لوگ رشوت کو حلال سمجھتے ہیں خدا نے ان کو خائن قرار دیا اور تم ان کو امین سمجھتے ہو، اب میں اگر ایسا سنوں گا تو سزا دوں گا۔

جب کسی کو کسی صوبہ کی حکومت (یعنی گورنری) پر مقرر کرتے اس کی عدالت اور امانت کو خوب جانچ لیتے اور پھر برابر اس کے کام کی نگرانی فرمایا کرتے اور رعایا کو حکم تھا کہ میرے حکام سے کسی کو کوئی تکلیف پہنچے تو بے خوف وخطر مجھے اطلاع دو اپنے حکام کی ذرا ذرا سی بات پر سخت گرفت کرتے اور مقرر کرتے وقت ایک پروانہ لکھ کر دیتے جس میں حسب ذیل ہدایت ہوتیں:

* ...... باریک کپڑے نہ پہننا، چھانے ہوئے آٹے کی روٹی نہ کھانا، اپنے مکان کا دروازہ نہ بند کرنا، کوئی دربان نہ رکھنا تاکہ جس وقت جو حاجت مند تمہارے پاس آنا چاہے بے روک ٹوک آسکے، بیماروں کی عیادت کو جانا، جنازوں میں شرکت کرنا۔

* ...... ایک مرتبہ تمام صوبوں کے حکام کو فرمان بھیجا کہ موسم حج میں سب مکہ میں مجھ سے ملاقات کریں چنانچہ سب وقت معین پر جمع ہوگئے اور آپ نے مجمع عام میں کھڑے ہو کر فرمایا: میں نے ان لوگوں کو جو تم پر حاکم بنایا ہے تو اس لیے کہ تم کو آرام پہنچائیں نہ اس لیے کہ تم پر ظلم کریں اگر کسی پر کسی حاکم نے ظلم کیا ہو تو وہ کھڑا ہو جائے اس اعلان پر صرف ایک شخص کھڑا ہوا اس نے کہا کہ امیر المؤمنین! میرے حاکم نے مجھے سو کوڑے مارے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اچھا تم بھی اس کے سو کوڑے مارلو، اٹھو میرے سامنے قصاص لے لو۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور انہوں نے کہا: امیر المؤمنین! اگر ایسا ہوگا تو پھر آپ کے حکام کی کچھ وقعت نہ رہے گی تو فرمایا کہ تم

چاہتے ہو کہ قصاص نہ لیا جائے حالاں کہ میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ خود اپنی ذات سے قصاص دلواتے تھے اے شخص! اٹھ اور قصاص لے۔ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے کہا: امیر المؤمنین! اچھا اس بات کی اجازت دیجیے کہ ہم اس شخص کو راضی کرلیں چنانچہ وہ شخص اس طرح راضی ہوا کہ ہر کوڑے کے عوض میں اس کو دو اشرفیاں دی گئیں۔

* ...... ایک روز آپ رضی اللہ عنہ کسی راستے سے گزر رہے تھے کہ یکا یک ایک شخص نے آواز دی کہ امیر المؤمنین! اپنے حکام کے لیے جو شرطیں آپ لگا دیتے ہیں ان سے آپ کو نجات نہیں مل سکتی۔

* ...... عیاض بن غانم حاکم مصر باریک لباس بھی پہنتا ہے اور اس کے دروازے پر دربان بھی رہتا ہے یہ سن کر آپ نے محمد بن مسلمہ کو بلایا حکام کے پاس قاصد بنا کر وہی بھیجے جاتے تھے اور ان سے فرمایا کہ مصر جاؤ اور عیاض کو جس حالت میں پاؤ اسی حالت میں لیتے آؤ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ پہنچے تو دیکھا کہ دروازہ پر دربان ہے، اندر جا کر دیکھا تو عیاض ایک باریک کپڑے کا کرتہ پہنے ہوئے ہیں۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ چلو امیر المؤمنین نے تم کو بلایا ہے۔ انھوں نے کہا اچھا اتنی اجازت دیجیے کہ کپڑے بدل لوں مگر محمد بن مسلمہ نے اجازت نہ دی اور اسی حال میں ان کو لے آئے، حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے دیکھ کر فرمایا کہ یہ باریک کپڑا اتار دو، ایک موٹا کُرتا دیا کہ اس کو پہنو اور ایک گلّہ بکریوں کا دیا اس کو چرایا کرو اور انہی کے دودھ پر بسر اوقات کرو اور جو مسافر اِدھر سے گزریں ان کو بھی پلاؤ، باقی جو بچے وہ ہمارے لیے محفوظ رکھو، تم نے سنا۔ عیاض کہنے لگے: جی ہاں! سنا مگر اس سے تو مرجانا بہتر ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بار بار یہی فرماتے تھے: تم نے سنا اور وہ ہر بار یہی کہتے تھے کہ اس سے تو مرجانا بہتر ہے تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم اس کام سے نفرت کیوں کرتے ہو ،تمہارا باپ بھی تو بکریاں چرایا کرتا تھا، اسی وجہ سے اس کا نام غانم تھا، اچھا اب بتاؤ کچھ نیکی بھی تم سے ہوگی؟ عیاض کہنے لگے کہ ہاں یا امیر المؤمنین! اب کبھی میری کوئی شکایت آپ نہ سنیں گے۔ آپ نے فرمایا: اچھا جاؤ اپنا کام کرو چنانچہ پھر ان سے بہتر کوئی حاکم نہ تھا۔

* ...... ابراہیم نخعیؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب سنتے تھے کہ کوئی حاکم بیماروں کی عیادت کو نہیں جاتا یا غریب لوگ اس کے پاس نہیں جاسکتے تو فوراً اس کو معزول کردیتے تھے۔

* ...... جب ملک شام تشریف لے گئے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ عمدہ لباس پہنے ہوئے شان و شوکت کے ساتھ پیشوائی کو آئے ہیں۔ فرمایا: یہ عرب کا کسریٰ ہے، اے معاویہ! کیا بات

ہے میں نے سنا کہ حاجت مند لوگ تمہارے دروازہ پر کھڑے رہتے ہیں، تمہارے پاس تک نہیں پہنچ سکتے؟ حضرت معاویہ ؓ کانپ گئے اور کہنے لگے: امیر المؤمنین! یہاں دشمن کے جاسوس بہت رہتے ہیں، لہٰذا ان کو ہیئت وشوکت دکھانے کے لیے میں نے ایسا کیا ہے، لیکن آپ منع فرما دیں تو اب نہ کروں گا۔

✻ …… حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی بابت (جو آخر میں حاکم مصر تھے) یہ خبر ملی کہ ان کے پاس بہت مال ہوگیا ہے، اونٹ اور بکریاں اور غلام وغیرہ بہت ہیں تو آپ نے ان کو لکھا کہ یہ چیزیں تمہارے پاس کہاں سے آئیں، تم سے بہتر لوگ میرے پاس موجود ہیں، محض تمہاری جفاکشی کی وجہ سے تم کو میں نے اس عہدہ پر مقرر کیا لیکن ایسی باتیں کروگے تو کیا وجہ ہے کہ تم کو معزول نہ کیا جائے، جلد جواب دو۔ انہوں نے جواب دیا کہ امیر المؤمنین میں نے خیانت نہیں کی مال غنیمت سے جو حصہ مجھے ملتا ہے میں نے اس سے یہ چیزیں خریدی ہیں یہ چیزیں یہاں ارزاں ہیں۔ اس کے جواب میں پھر آپ رضی اللہ عنہ نے ان کو لکھا کہ میں اس قسم کی باتوں کو نہیں سنتا۔ اچھا محمد بن مسلمہ کو تمہارے پاس بھیجتا ہوں، اپنا نصف مال ان کے حوالے کردو۔

✻ …… ایک مرتبہ ایک نصرانی تاجر آپ کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ عراق میں ایک گھوڑا لے کر گیا جس کی قیمت بیس ہزار تھی، آپ کے عاشر زیاد بن جدیر نے ایک ہزار روپیہ مجھ سے لیا پھر درمیان سال میں اسی گھوڑے کو لے کر میں لوٹا تو وہ ایک ہزار اور مانگتا ہے آپ نے یہ سب سن کر فرمایا (کفیت) یعنی بس اس قدر کہہ دینا کافی ہے، وہ نصرانی یہ سمجھا کہ میری فریاد نہیں سنی گئی اور اپنے دل میں یہ ارادہ کر کے چلا کہ ایک ہزار اور دے دوں گا، جب وہ اس مقام پر پہنچا تو معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان اس سے پہلے پہنچ چکا تھا کہ سال میں ایک مرتبہ جس مال پر عشر لے لیا جائے پھر سال کے اندر دوبارہ اس مال پر عشر نہ لیا جائے۔ زیاد بن جدیر نے اس نصرانی کو یہ فرمان سنا دیا اور کہا کہ اب میں تجھ سے کچھ نہیں لے سکتا وہ نصرانی یہ سن کر کہنے لگا: میں عیسائیت سے توبہ کرتا ہوں اور میں اس شخص کے دین پر ہوں جس نے یہ فرمان تم کو بھیجا۔ غرض کہ وہ مسلمان ہوگیا۔

✻ …… حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فاتح ایران کو صرف اس شکایت پر کہ وہ اپنے مکان کا دروازہ بند رکھتے تھے معزول کر دیا مگر آخر عمر میں فرماتے تھے: سعد کو میں نے کسی خیانت کی وجہ سے معزول نہیں کیا۔

* ...... حضرت خالد رضی اللہ عنہ اور حضرت مثنیٰ رضی اللہ عنہ کو فوج کی سپہ سالاری سے اس لیے معزول کر دیا کہ لوگوں کو یہ خیال ہو چلا تھا کہ یہ فتوحات ان دونوں کی وجہ سے ہیں پھر یہ دیکھو کہ ان دونوں کی معزولی سے فتوحات کی رفتار میں ذرا فرق نہ پیدا ہوا یہ ان ہی کی صولت وسیاست تھی کہ اتنی بڑی مشین کو خود ہی چلا رہے تھے اور جس پرزہ کو جہاں سے چاہا نکال لیا اور جہاں چاہا لگا یا اور ذرا بھی خلل رونما نہ ہوا۔

* ...... حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو سپہ سالاری سے معزول کرنے کے بعد قنسیرین کی حکومت پر مامور کیا، وہاں انہوں نے کسی شاعر کو جس نے ان کی مدح لکھی تھی ایک ہزار روپیہ انعام دیا، یہ خبر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو ملی تو آپ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ خالدؓ کو میں نے قنسیرین کی حکومت سے معزول کیا، ان کو اپنے پاس بلا کر مجمع عام میں ان کا عمامہ ان کے سر سے اتروا کر اسی عمامہ سے ان کے ہاتھ بندھواؤ اور ان سے پوچھو کہ اس شاعر کو اتنی بڑی رقم کہاں سے دی۔ اگر بیت المال سے دی تو خیانت کی اور اگر اپنے پاس سے دی تو اسراف کیا چنانچہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے ساتھ یہی برتاؤ کیا گیا اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ باوجود اس جلالت شجاعت کے دم نہ مار سکے۔ اس کے بعد حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو آپ نے کسی عہدہ پر مقرر نہیں کیا لیکن ایک گشتی فرمان میں تمام حکام کو اطلاع دی کہ خالدؓ کو کسی خیانت کی وجہ سے معزول نہیں کیا گیا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی اس سیاست کا نتیجہ یہ تھا کہ جیسا کہ عدل وانصاف ان کے زمانہ میں رہا، اس کی نظیر نہ اس سے پہلے کبھی پائی گئی، نہ اس کے بعد۔

حضرت فاروق اعظمؓ کے گشت کے چند واقعات

دنیا میں کون بادشاہ ایسا ہوا ہے کہ جو خود چوکیداری کا کام بھی انجام دے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ دن کو تنہا مدینہ کی گلیوں میں پھرا کرتے تھے اور صرف ایک درّہ ہاتھ میں ہوتا تھا اور راستہ چلتے چلتے کوئی مجرمِ قابل سزا مل جاتا تو وہیں اسے اس درّہ سے سزا دیتے اور راتوں کو تنہا گشت کرتے تھے، نہ صرف مدینے میں بلکہ باہر سفر میں جاتے تھے وہاں بھی لوگ کہا کرتے تھے کہ ان کا درّہ دوسروں کی تلوار سے زیادہ خوفناک تھا، ان کے گشت کے واقعات تو بہت ہیں مگر جس طرح اور حالات تھوڑے لکھے گئے ہیں اسی طرح ان واقعات میں سے بھی چند لکھے جاتے ہیں:

① ......ایک روز تاجروں کا ایک قافلہ مدینہ میں آ گیا اور شہر کے باہر فروکش ہوا، حضرت فاروق

اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ آؤ آج رات کہ ہم تم اس قافلے کی حفاظت کریں چنانچہ شب کو دونوں اس قافلے کی حفاظت میں مشغول رہے، تہجد کی نماز بھی دونوں نے وہیں پڑھی، رات میں بار بار ایک بچہ کے رونے کی آواز آتی تھی اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اس کی ماں سے جا کر فرماتے تھے: اپنے بچے کو کیوں رُلاتی ہے، اخیر رات میں اس کے رونے کی آواز آئی تو آپ نے جا کر فرمایا کہ تو بُری ماں ہے، تیرے لڑکے کو رات بھر قرار نہیں آیا، وہ عورت بولی کہ اے خدا کے بندے! تو نے مجھے پریشان کر دیا، بات یہ ہے کہ میں اس کا دودھ چھڑانا چاہتی ہوں مگر وہ ابھی چھوڑتا نہیں، اس لیے بے قرار رہتا ہے، آپ نے پوچھا کہ کتنے مہینے کا ہے؟ اس نے کہا: ابھی چند مہینے کا ہے۔ آپ نے کہا تو پھر اتنی جلدی دودھ کیوں چھڑاتی ہے؟ اس نے کہا: بات یہ ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ وظیفہ اس بچہ کا مقرر کرتے ہیں جو دودھ چھوڑ چکتا ہے۔ آپ نے فرمایا: تو تم ابھی جلدی نہ کرو پھر آپ رضی اللہ عنہ نماز فجر پڑھنے کے لیے تشریف لائے اور بعد نماز کے آپ بہت روئے اور فرمایا کہ کیسی خرابی عمر کی ہوگی، معلوم نہیں کتنے مسلمان بچوں کی اس نے جان لی پھر آپ نے حکم دیا کہ اعلان کر دیا جائے کہ لوگ اپنے بچوں کے دودھ چھڑانے میں جلدی نہ کریں مسلمان بچہ کا وظیفہ پیدا ہوتے ہی مقرر ہو جایا کرے گا پھر یہی حکم آپ نے تمام صوبوں کے حکام کو لکھ بھیجا۔

۲ ...... حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک شب میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ گشت کر رہے تھے ایک اعرابی کی طرف سے آپ کا گزر ہوا جو اپنے خیمہ کے سامنے بیٹھا ہوا تھا آپ اس کے پاس بیٹھ کر باتیں کرنے لگے اور اس سے پوچھنے لگے کہ تم اس طرف کیوں آئے ہو، یہی باتیں آپ اس سے کر رہے تھے کہ یکا یک خیمہ سے رونے کی آواز آئی آپ نے دریافت کیا کہ یہ رونے کی آواز کیسی، اس اعرابی نے کہا کہ یہ بات تم سے تعلق نہیں رکھتی، ایک عورت ہے اس کے درد زِہ ہو رہا ہے یہ سن کر آپ اپنے مکان میں تشریف لائے اور فرمایا کہ اے ام کلثوم! ذرا کپڑے تو پہنو اور میرے ہمراہ چلو چنانچہ آپ ان کو لے کر اس اعرابی کے پاس پہنچے اور فرمایا کہ کیا اس عورت کو تم اندر جانے کی اجازت دیتے ہو اس کی وجہ سے تنہائی کی تکلیف رفع ہوگی۔ اس اعرابی نے اجازت دی اور وہ اندر تشریف لے گئیں تھوڑی دیر کے بعد حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے پکار کر کہا کہ امیر المؤمنین! اپنے دوست کو خوشخبری دیجیے کہ لڑکا پیدا ہوا ہے۔ اس اعرابی نے جو امیر المؤمنین کہتے سنا تو کانپ گیا اور جلدی سے مؤدب ہو کر بیٹھا اور معذرت کرنے لگا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کوئی حرج کی بات نہیں، صبح کو

ہمارے پاس آنا اور آپ نے اس بچے کا وظیفہ مقرر کر کے اس کو کچھ دیا۔

③ ......جب ملک شام سے واپس ہوئے تو ایک روز تنہا گشت کے لیے نکلے، ایک بڑھیا ملی، اس سے آپ نے حالات پوچھنا شروع کیے کہ عمر جو تمہارا امیر المؤمنین ہے کیسا آدمی ہے؟ اس بڑھیا نے برائی بیان کی اور کہا: جب سے وہ خلیفہ ہوا مجھے ایک پیسہ بھی نہ ملا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا عمر کو تمہارا حال کیا معلوم، تم نے اس کو اطلاع کیوں نہ دی، بڑھیا نے کہا: وہ امیر المؤمنین ہے، اس کو خود مشرق سے مغرب تک ہر مقام کا حال معلوم کرنا چاہیے۔ یہ سن کر آپ رونے لگے اور فرمایا: مجھے عمر پر رحم آتا ہے اچھا تمہارے اوپر جو اس نے ظلم کیا ہے اس کا کیا معاوضہ لوگی؟ بڑھیا نے کہا: میرے ساتھ تمسخر نہ کرو۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تمسخر نہیں کرتا یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ سامنے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ آ گئے اور انہوں نے کہا: السلام علیك یا امیر المؤمنین! اب بڑھیا کے حواس گم ہو گئے کہ میں نے امیر المؤمنین کو ان کے منہ پر برا کہا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کچھ حرج نہیں پھر ایک چمڑے کے ٹکڑے پر تحریر لکھوائی کہ عمر نے اپنا ظلم اس بڑھیا سے پچیس اشرفی کے عوض میں معاف کرایا ہے، اب یہ قیامت کے دن اللہ کے سامنے دعویٰ نہیں کر سکتی اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی گواہی کرائی۔

④ ......ایک شب کو گشت کر رہے تھے، ایک گھر سے گانے کی آواز آئی پشت کی دیوار سے چڑھ کر آپ گھر کے اندر گئے تو دیکھا کہ ایک شخص ہے جس کے پاس ایک عورت بیٹھی ہوئی ہے اور شراب بھی رکھی ہوئی ہے۔ آپ نے فرمایا: اے دشمن دین! کیا تو یہ سمجھتا تھا کہ باوجود ان معاصی کے اللہ تیری ستر پوشی کرے گا؟ اس نے کہا کہ امیر المؤمنین! سزا دینے میں جلدی نہ کیجیے، میں نے تو صرف ایک گناہ کیا، آپ نے تین گناہ کیے:

اول یہ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ کسی کے عیب کا تجسس نہ کرو اور آپ نے کیا۔

دوم یہ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ گھروں میں دروازوں کی طرف سے جاؤ اور آپ میرے مکان میں پشت کی طرف سے آئے۔

سوم یہ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ کسی کے گھر میں بغیر اس کی اجازت کے نہ جاؤ اور آپ میرے گھر میں بغیر میری اجازت کے آئے۔ یہ سن کر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اچھا اگر میں معاف

کروں تو پھر تجھ سے کچھ نیکی ظاہر ہوگی۔ اس نے کہا: ہاں یا امیر المؤمنین! پھر کبھی ایسا نہ کروں گا۔[۱]

۵ ...... ایک شب کو گشت کرتے ہوئے ایک گھر کے قریب پہنچے تو سنا کہ ایک ضعیفہ اپنی لڑکی سے کہہ رہی تھی کہ دودھ میں پانی ملا دے لڑکی نے جواب دیا: امیر المؤمنین کی طرف سے اعلان ہوا ہے کہ دودھ میں پانی ملا کر نہ بیچا جائے۔ بڑھیا نے کہا: اس وقت امیر المؤمنین یہاں ہیں نہ منادی، لڑکی نے کہا: اللہ کی قسم! یہ بات ہمارے لیے مناسب نہیں ہے کہ ظاہر میں تو اطاعت کریں اور باطن میں مخالفت۔ یہ سن کر آپ رضی اللہ عنہ بہت خوش ہوئے اور اپنے غلام اسلمؓ سے (جو اس وقت ہمراہ تھے) فرمایا: اس مکان پر کوئی نشانی یا علامت لگا دو، دوسرے دن وہاں آپ نے ایک شخص کو بھیجا اور اس کو اپنے صاحبزادے حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کے لیے پیغام [نکاح] دیا اور فرمایا اس میں برکت ہوگی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ اسی لڑکی کی نسل سے ہیں۔

۶ ...... ایک شب میں گشت کر رہے تھے، ایک گھر کی طرف سے گزر ہوا جہاں ایک عورت تھی اور اس کے گرد کچھ بچے بیٹھے ہوئے رو رہے تھے اور چولہے پر ایک دیگچی چڑھی ہوئی تھی، آپ نے اس عورت سے دریافت کیا کہ یہ بچے کیوں رو رہے ہیں؟ اس عورت نے کہا: بھوک کی وجہ سے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: دیگچی میں کیا چیز پک رہی ہے؟ اس نے کہا کہ اس میں تو میں نے پانی بھر دیا ہے، ان لڑکوں کو بہلا رہی ہوں کہ کسی طرح سو جائیں۔ یہ سن کر آپ رضی اللہ عنہ کے آنسو نکل آئے اور فوراً صدقہ کے بیت المال میں تشریف لے گئے اور وہاں سے آپ نے کچھ آٹا، کچھ گھی، کچھ چربی اور چھوہارے، کچھ کپڑے اور کچھ روپے لیے اور فرمایا: اے اسلم! ان سب چیزوں کو میری پیٹھ پر لاد دے۔ اسلمؓ نے کہا: امیر المؤمنین! میں لے چلوں گا۔ فرمایا: نہیں! باز پرس تو مجھ ہی سے ہوگی۔ غرض کہ اپنی پیٹھ پر لاد کر اس عورت کے مکان تک لے گئے اور دیگچی لے کر خود ہی کچھ آٹا اور کچھ چربی اور کچھ چھوارے ڈال کر اپنے ہاتھ سے مخلوط کیا اور خود ہی چولہے میں آنچ کی۔ رِیش مبارک آپ کی بڑی تھی اس کے بالوں میں دھواں بھر گیا تھا، جب وہ پک کر تیار ہوا تو اپنے ہاتھ سے نکال کر بچوں کے سامنے رکھا، جب وہ کھا کر سیر ہو گئے اس وقت وہاں سے ہٹے۔

---

[۱] اس شخص کی تینوں باتوں کا جواب آسان تھا مگر آپؓ کی عادت تھی کہ آپ کی ذات پر کوئی شخص اعتراض کرتا تو آپ رضی اللہ عنہ اس کو رد نہ فرماتے: یہ تینوں حکم حاکم وقت کے لیے نہیں ہیں، وہ انتظامی معاملات میں تجسس بھی کر سکتا ہے، گھر کے اندر پشت کی جانب سے بھی اور بغیر اجازت کے بھی جا سکتا ہے ۱۲

⑦ ...... جب اپنے آخری حج سے لوٹنے لگے تو اثنائے راہ ایک مقام پر پہنچ کر فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ جس کو جو کچھ چاہتا ہے دیتا ہے۔ یہ وادی صجنان وہی مقام ہے جہاں میں اپنے والد خطاب کے اونٹ چرانے آتا تھا، ان کا مزاج بہت سخت تھا مجھ سے کچھ قصور ہو جاتا تھا تو مجھے وہ مارتے تھے اور اب خدا نے اس مرتبہ پر پہنچایا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی ایسا نہیں جس کا خوف مجھے ہو سکے۔

⑧ ...... ایک مرتبہ مسجد سے نکلے جارودؓ بھی آپ کے ساتھ تھے کہ ایک عورت ملی آپ نے اس کو سلام کیا۔ اس نے سلام کا جواب دیا اور کہا کہ اے عمر! مجھے تمہارا وہ وقت یاد ہے جب بازار عکاظ میں لوگ تم کو عمیر کہتے تھے، پھر تھوڑے ہی دنوں کے بعد لوگ تم کو عمر کہنے لگے اور اب تو تم امیر المؤمنین ہو خدا سے ڈر کے کام کرنا۔ جارودؓ کہتے ہیں: میں نے اس عورت سے کہا کہ تو نے امیر المؤمنین سے بہت گستاخی کی باتیں کیں تو آپ رضی اللہ عنہ نے مجھے منع فرمایا کہ تم ان کو نہیں پہچانتے یہ خولہ بنت حکیمؓ ہیں جن کی بات خدا نے سات آسمانوں کے اوپر سے سنی ہے[1]، لہٰذا عمر تو زیادہ مستحق اس بات کا ہے کہ ان کی بات سنے۔

⑨ ...... جب اپنی خلافت کے زمانہ میں ملک شام تشریف لے گئے تو ایک عیسائی راہب جو دیر قدس کا متولی تھا۔ آپ کے پاس آیا اور اس نے ایک تحریر آپ کو دی آپ نے اس تحریر کو دیکھ کر بہت تعجب کیا اور فرمایا: لیس لعمر ولا لإبنه۔ یعنی یہ مال نہ عمر کا ہے، نہ عمر کے بیٹے کا۔ پھر آپ نے اس کا قصہ بیان فرمایا کہ میں زمانۂ جاہلیت میں ایک تجارتی قافلے کے ساتھ ملک شام میں آیا تھا، لوٹتے وقت مجھے اپنی ضرورت یاد آئی، لہٰذا میں راستے سے لوٹ آیا اور دل میں خیال کیا کہ قافلہ سست رفتاری سے چلتا ہے، میں تیزی سے چل کر اپنے قافلے سے مل جاؤں گا۔ میں ایک بازار میں چلا جا رہا تھا کہ ایک عیسائی پادری ملا اور اس نے میری گردن پکڑ لی میں اس سے چھڑانے کی کوشش کرتا رہا یہاں تک کہ وہ مجھ کو ایک گرجا کے اندر لے گیا کچھ مٹی وہاں ڈھیر تھی، اس نے مجھے ایک پھاوڑا دیا کہ یہ مٹی یہاں سے اٹھا کر وہاں ڈالو اور باہر سے دروازہ بند کر کے چلا گیا۔ جب دوپہر کو وہ آیا اور اس نے دیکھا کہ میں نے کچھ کام نہیں کیا تو اس نے ایک گھونسہ میرے سر پر مارا میں نے وہی

---

[1] یہ اشارہ ہے اس آیت کی طرف: قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا.
(ترجمہ) اللہ نے اس عورت کی بات سن لی جو اے نبی! تجھ سے اپنے شوہر کی بابت جھگڑ رہی تھی ۱۲

پھاوڑا اٹھا کر اس کے سر پر مار دیا، اس کا بھیجا بہہ گیا پھر میں وہاں سے نکل کر چل دیا۔ بقیہ دن اور پوری رات چلتا ہی رہا قضائے الٰہی صبح جو ہوئی تو ایک گرجا کے دروازہ پر پہنچا میں اس کے سایہ میں کچھ دیر کے لیے بیٹھ گیا اس گرجا سے یہی شخص نکلا جس نے یہ تحریر مجھے اس وقت دی ہے میرے لیے کھانا پانی لایا اور باصرار مجھے کھلایا پلایا اور ایک مرتبہ نیچے سے اوپر تک مجھے دیکھ کر کہنے لگا کہ سب اہل کتاب جانتے ہیں اب روئے زمین پر مجھ سے زیادہ کوئی عالم کتبِ سماویہ کا نہیں ہے، میں تم میں اس شخص کی تمام علامات پاتا ہوں جو ہم کو اس دیار سے نکالے گا اور اس شہر پر قابض ہوگا۔ میں نے اس سے کہا کہ یہ کیسی بے تکی باتیں کر رہے ہو؟ اس نے کہا کہ اچھا اپنا نام بتاؤ؟ میں نے کہا: عمر بن خطاب۔ اس نے کہا: خدا کی قسم! تم ہی ہو، اس میں کچھ شک نہیں، پھر مجھ سے کہنے لگا: مجھے ایک تحریر لکھ دو کہ اس گرجا کے متعلق جس قدر معافی ہے وہ میں نے برقرار رکھی۔ میں نے کہا کہ تم نے میرے ساتھ احسان کیا ہے، اب مسخرا پن کر کے اس کو مکدر نہ کرو، اس نے کہا: اچھا لکھ دیجیے اگر یہ میرا خیال غلط ہے تو لکھ دینے میں آپ کا کچھ نقصان نہیں چنانچہ میں نے ایک تحریر لکھ کر اس کو دے دی، وہی تحریر آج اس نے میرے سامنے پیش کی ہے اور کہتا ہے کہ اپنا وعدہ پورا کیجیے، میں نے اس کو یہ جواب دیا کہ یہ مال نہ میرا ہے، نہ میرے بیٹے کا۔ میں کیسے دے سکتا ہوں۔

(۱۰) ......یمن کے لوگ جب آتے تو آپ رضی اللہ عنہ ایک ایک سے جا کر پوچھتے کہ تم میں اویس قرنی کوئی شخص ہے؟ یہاں تک کہ ایک مرتبہ اویس قرنی خود آئے ہوئے تھے، ان سے ملاقات ہوگئی، آپ رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا کہ تم قبیلہ مراد کی شاخ قرن سے ہو؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمہارے سفید داغ تھا وہ اچھا ہو گیا ہے، اب صرف ایک درم کے برابر باقی رہ گیا ہے انہوں نے کہا: ہاں! آپ نے پوچھا: تمہاری والدہ بھی ہیں؟ انہوں نے کہا: ہاں تو پھر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھ سے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمہارے متعلق یہ سب باتیں بیان فرمائیں تھیں اور فرمایا تھا کہ اللہ کے یہاں اس کی یہ عزت ہے کہ اگر وہ اللہ کے بھروسے پر کسی بات کی قسم کھالے تو اللہ اس کی قسم پوری کرے گا۔ اے عمر! اگر ہو سکے تو تم اس سے اپنے لیے استغفار کرانا چنانچہ اویس قرنیؒ نے آپ کے لیے استغفار کیا پھر آپ نے ان سے دریافت کیا کہ اب تم کہاں جانا چاہتے ہو۔ انہوں نے کہا کہ کوفہ میں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہو تو میں حاکم کوفہ کو تمہارے لیے کوئی فرمان لکھ دوں انہوں نے کہا جی نہیں میں تو گمنام لوگوں میں رہنا چاہتا ہوں۔

سال آیندہ میں ان کے قبیلہ کے کچھ اشراف لوگ حج کرنے کو آئے تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان سے پھر دریافت کیا کہ اویس قرنی کو تم نے کس حال میں چھوڑا لوگوں نے کہا ہم نے ان کو نہایت شکستہ حالت میں اور بہت مفلسی کی حالت میں چھوڑا، پھر آپ نے ان کے متعلق حدیث بیان کی اور فرمایا کہ اب ان کے پاس جانا تو اپنے لیے ان سے استغفار کرانا چنانچہ وہ لوگ جب لوٹ کر گئے تو اویس قرنی سے ملے اور اپنے لیے استغفار کی درخواست کی اویس قرنی نے کہا کہ تم ابھی حج کر کے آرہے ہو تم میرے لیے استغفار کرو، جب ان لوگوں نے زیادہ اصرار کیا تو انہوں نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ تم حضرت عمرؓ سے مل کر آئے ہو اور ان لوگوں کے لیے استغفار کیا مگر یہ خیال ان کو ہوا کہ اب میری شہرت ہوگئی اور کہیں چل دیے پھر پتہ نہ ملا۔

حضرت فاروق اعظمؓ کی دینی خدمات

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنی دس سال مدت خلافت میں جس قدر تبلیغ اور تعلیم دین کی فرمائی اگر کوئی چشمِ بصیرت سے دیکھنے والا ہو تو وہ کہہ سکتا ہے کوئی دوسرا شخص بیس سال میں بھی اتنا کام نہ کرسکتا، حقیقت میں وہ نبی اور امت کے درمیان میں تبلیغ دین کا واسطہ کبریٰ تھے۔

دین میں سب سے بڑی چیز قرآن مجید ہے اور اس کے بعد سنت ہے یعنی مسائل دینیہ کے متعلق رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال وافعال واحوال ان دونوں کے متعلق علیحدہ علیحدہ نہایت اختصار کے ساتھ ان کے مساعی جمیلہ کا نمونہ حسب ذیل ہے:

قرآن مجید

① ......قرآن مجید کی تلاوت کے بڑے حریص تھے لوگوں سے پڑھوا پڑھوا کر سنا کرتے تھے ظاہر ہے کہ ان کے ایسا کرنے سے کس قدر شوق تلاوت کا لوگوں میں پیدا ہو گیا ہوگا، ایک روز گشت کرتے کرتے مسجد کی طرف جو آئے تو دیکھا کہ کچھ لوگ بیٹھے ہوئے ہیں عادت آپ کی یہ تھی کہ عشاء کے بعد لوگوں کو مسجد سے باہر کر دیتے تھے ہاں اگر کوئی نماز پڑھ رہا ہو تو اس کو چھوڑ دیتے تھے آپ نے دریافت کیا کہ یہ لوگ کون ہیں کیوں بیٹھے ہیں؟ معلوم ہوا کہ حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ چند لوگ ہیں اور اللہ کا ذکر کر رہے ہیں۔ یہ سن کر آپ ان کے پاس بیٹھ گئے اور باری باری ہر ایک سے قرآن شریف پڑھوانا شروع کیا ابوسعید مولائی ابوسعد کہتے ہیں: سب سے آخر

میں میری باری آئی تو میرے اوپر ان کا رعب غالب آ گیا اور زبان بند ہوگئی اس کو انہوں نے بھی محسوس کرلیا اور فرمایا اچھا تم دعا مانگ لو۔ (طبقات جلد ۳)

② ...... خود نماز میں بڑی بڑی سورتیں پڑھتے تھے تا کہ لوگ آپ کی قراءت کو سن کر سیکھ لیں۔

③ ...... رمضان ۱۴ ہجری میں نماز تراویح کو قائم کیا اور تمام صوبوں کے حکام کو اس کے متعلق فرمان بھیجے کہ اپنے اپنے مقامات میں نماز تراویح کو رواج دیں اور مدینہ منورہ میں نماز تراویح کے لیے دو امام مقرر کیے ایک مردوں کی جماعت کے لیے دوسرا عورتوں کی جماعت کے لیے (طبقات جلد ۳)

یہ چیز حفظِ قرآن کے رواج کا بہترین ذریعہ بنی۔

④ ...... تمام ممالکِ مفتوحہ میں ہر جگہ قرآن مجید کا درس جاری کیا معلم مقرر کیے، ان کے وظیفے مقرر فرمائے خاص مدینے میں چھوٹے چھوٹے بچوں کی تعلیم کے لیے جو مکتب تھے ان کے معلموں کا وظیفہ پندرہ درم ماہوار تھا۔ (سیرۃ العمرین ابن جوزیؒ)

⑤ ...... بدوؤں میں قرآن مجید کی جبری تعلیم رائج کی، ابوسفیان نامی ایک شخص کو چند آدمیوں کے ساتھ اس کام پر مقرر کیا کہ قبائل اعراب میں دورہ کریں اور ہر شخص کا امتحان لیں جس کو قرآن مجید بالکل یاد نہ ہو اس کو سزا دیں۔ (اصابہ)

⑥ ...... حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ اور اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کو ملک شام کی طرف بھیجا فرمایا: پہلے حمص جاؤ، وہاں کچھ دن قیام کر کے تعلیم قرآن کا نظام درست کرنے کے بعد تین میں سے ایک حمص میں رہ جائے، ایک دمشق چلا جائے اور ایک فلسطین۔ ایسا ہی ہوا، حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ حمص میں، حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ دمشق اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فلسطین چلے گئے۔

⑦ ...... حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ روزانہ فجر کی نماز کے بعد جامع مسجد دمشق میں بیٹھ جاتے اور درس قرآن دیتے تھے دس دس آدمیوں کی جماعت کردی تھی اور مخصوص طلباء کو خود ہی پڑھاتے بھی تھے ایک روز شمار کیا تو معلوم ہوا کہ سولہ ہزار آدمی روزانہ درس قرآن میں ہوتے ہیں۔ (ملل ونحل ابن حزم)

⑧ ...... فوجی لوگوں کے فرائض میں قرآن مجید کی تعلیم بھی تھی صوبوں کے حکام سے اور فوجی افسروں سے ہر سال فارغ التحصیل حفاظ قرآن کی فہرست طلب فرماتے تھے، چنانچہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنی فوج کے تین سو آدمیوں کے نام بھیجے اور حضرت ابوموسیٰؓ نے صوبہ بصرہ سے ایک سال میں دس ہزار

حفاظ کی فہرست بھی بھیجی آپ ان سے بہت خوش ہوئے اوران کا وظیفہ بڑھادیا۔ (ملل ونحل ابن حزم)
ظاہر ہے کہ اس سے دوسرے حکام صوبہ کو کس قدر ترغیب ہوئی ہوگی اور آیندہ سالوں میں کتنی لمبی لمبی فہرستیں ہر صوبے سے آئی ہوں گی اور حفاظ قرآن کی مجموعی تعداد حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں کہاں تک پہنچی ہوگی اور یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ تعلیم صرف الفاظ قرآن کی نہیں ہوسکتی۔ جیسا کہ آج کل حافظ قرآن اس کو کہتے ہیں جوصرف الفاظ قرآنی کو یاد کرلے۔ بھلا ہوسکتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کسی کوقرآن مجید پڑھادیں اور صرف الفاظ کے یادکرانے پر قناعت کریں۔

۹ ...... بڑی تاکید اس بات کی فرماتے تھے کہ قرآن مجید انہی لوگوں سے پڑھا جائے جن کی سند کا سلسلہ صحیح طور پر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچتا۔

۱۰ ......ایک مرتبہ ایک اعرابی کوقرآن مجید کی ایک آیت میں غلط اعراب پڑھتے ہوئے سنا تو آپ رضی اللہ عنہ نے حکم جاری کیا کہ زبانِ عرب کے قواعد کی تعلیم دی جائے علمِ نحو کی ایجاد کا یہ پہلا سنگ بنیاد ہے۔

۱۱ ......قرآن مجید کی خدمت میں تو آپ کو اس قدر شغف تھا کہ اس کی کتابت کا خاص اہتمام فرماتے تھے، خفی قلم سے لکھنے کومنع کرتے تھے۔ (اتقان)

۱۲ ......تفسیر قرآن مجید کی تعلیم میں بھی جو اصلی چیز تھی، یعنی آیات احکام کی توضیح اوران کے مطالب کی تفہیم اس کی طرف تو آپ نے پوری توجہ فرمائی البتہ غیر ضروری اشیاء مثلاً: بیان قصص یا شان نزول اس طرف آپ کی توجہ کم رہی۔ اس لیے صاحب ازالۃ الخفاء فرماتے ہیں:

اما تفسیر قرآن عظیم پس دردہ سنام آں بردستِ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بظہور آمدہ۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے جو تفسیر آیات قرآنیہ کی مروی ہیں جس کا دل چاہے ازالۃ الخفاء میں دیکھے ایک بڑا ذخیرہ ہے جو خود اس بات کی کافی شہادت ہے کہ قرآن مجید پر کتنی توجہ آپ کی تھی۔

سنتِ نبویہ یا مسائل دینیہ

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانہ میں علم فقہ کوئی جداگانہ علم نہ تھا، انہی مسائل دینیہ کے بیان کو چاہے فقہ کہا اور چاہے حدیث سے تعبیر کیا جائے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس علم کی اشاعت بھی کی اور اشاعت کے ساتھ سب سے بڑا کام یہ کیا کہ ایسے انتظامات فرمائے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم

کی طرف غلط طور پر کسی چیز کی نسبت نہ ہو سکے اور دین میں افترا پردازی کو دخل نہ ہونے پائے اسی وجہ سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ میں ایک فرمان جاری کیا تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جو حدیثیں رائج ہیں ان کے علاوہ اگر کوئی نئی روایت کوئی شخص بیان کرے گا تو اس کو سزا دی جائے گی اب حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی مساعی جمیلہ دیکھو۔

① ......صوبوں کے حکام کو مقرر کرتے وقت فرمایا کرتے تھے: دیکھو! میں تم کو مسلمانوں کا رہنما اور تربیت کرنے والا بنا کر بھیجتا ہوں مسلمانوں کی مذہبی تعلیم کی طرف سے غفلت نہ کرنا۔

② ......ممالک مفتوحہ میں معلم اور قاضی مقرر کرنے میں تاخیر نہ فرماتے تھے اور بڑے بڑے اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کو تعلیم دین کے لیے اطراف وجوانب میں بھیجتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو کوفہ بھیجا، حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کو فلسطین کا قاضی مقرر کیا۔ حضرت حسن بصری کہتے ہیں کہ عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بھی ان دس صحابہ میں سے تھے جن کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہمارے وطن بصرہ میں علم دین سکھانے کے لیے بھیجا تھا، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ جب (صوبہ بصرہ کی حکومت پر مقرر ہوکر) بصرہ پہنچے تو فرمایا کہ اے لوگو! مجھے عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) نے تمہارے پاس بھیجا ہے تاکہ میں تم کو تمہارے رب کی کتاب پڑھاؤں اور سنت کی تعلیم دوں۔

③ ......اپنے فرمانوں میں جو حکام صوبہ کو بھیجے ضروری مسائل دینیہ لکھا کرتے تھے اور یہ حکم ہوتا تھا کہ اس فرمان کی مسلمانوں میں خوب اشاعت کی جائے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے موطا[1] میں ایک گشتی فرمان آپ کی نماز کی تاکید اور اوقات نماز کے بیان میں روایت فرمایا ہے جو عجیب چیز ہے۔

④ ......اپنے خطبوں اور ملاقاتوں میں مسائل دینیہ کی تعلیم دیا کرتے تھے۔

⑤ ......مختلف فیہ مسائل میں علمائے صحابہ سے گفتگو کرتے اور بحث وتحقیق کے بعد اجماعی اور اتفاقی مسائل کی اشاعت فرماتے تھے، جن مسائل کو ائمہ مجتہدین اجماعی فرماتے ہیں یہ وہی مسائل ہیں جو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں شائع ہوئے، بلاشبہ جس قدر علم دین اطراف عالم میں پھیلا اور دور دراز مقامات کے مسلمانوں کو مذہبی مسائل سے واقفیت ہوئی یہ سب حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی سعی مشکور کا نتیجہ ہے، دینی مسائل جس کثرت کے ساتھ آپ سے منقول ہیں کسی اور سے منقول نہیں، چنانچہ حضرت شیخ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ایک مستقل اور منفرد تصنیف میں

---

[1] ..... موطا امام مالک ..... مترجم اردو مع شرح مطبوعہ دارالاشاعت اردو بازار کراچی۔

ان تمام روایات کو جمع کیا ہے جو مسائل دینیہ میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے منقول ہیں پوری ایک کتاب بہ ترتیب ابواب فقہیہ کتاب الطہارت سے لے کر کتاب المواریث تک مرتب ہوگئی جس کا نام حضرت شیخؒ نے ''مذہبِ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ'' رکھا ہے اور ازالۃ الخفا کا جز بنایا ہے۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہماری اس کتاب سے معلوم ہوگا کہ مذاہب اربعہ اسی متن کی شرح ہیں۔ [۱]

(۶)...... بڑی سخت تاکید اس بات کی فرماتے تھے کہ احادیث کی روایت کم کی جائے، چنانچہ جب انصار کی ایک جماعت کو کوفہ بھیجا ہے تو فرمایا کہ تم لوگ جب کوفہ پہنچو گے تو کچھ لوگ تمہارے پاس آئیں گے اور کہیں گے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب آئے ہیں، وہ تم سے حدیثیں پوچھیں گے، مگر تم رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیثیں نہ بیان کرنا اس بارے میں، میں تمہارا شریک ہوں۔

ف:...... صاحبِ ازالۃ الخفاء فرماتے ہیں: امام دارمی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ کے تاریخی واقعات کم بیان کرنا، سنن اور فرائض کی روایات کو منع نہیں فرمایا، فرماتے ہیں: مگر میرے نزدیک مطلب یہ ہے کہ شمائل وعادات کے متعلق روایات کم بیان کرنا جن سے کوئی حکمِ شرعی متعلق نہیں یا یہ مطلب ہے کہ بغیر تحقیق کے روایات کم بیان کرنا۔

حقیر راقم السطور کہتا ہے کہ مطلب بیان کرنے کی کچھ ضرورت نہیں جبکہ خود حضرت فاروق اعظمؓ نے اپنا مقصود ظاہر فرما دیا اور مصنف عبدالرزاق میں ان سے یہ مضمون بایں الفاظ منقول ہے:

قال ابوھریرۃ لما ولی عمر قال اقلّوا الروایۃ عن رسول اللّٰہ ﷺ الا فیما یعمل بہ

ترجمہ:...... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے حکم دیا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوا اعمال کے اور روایتیں کم نقل کرو۔

معلوم ہوا کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا مقصود یہ تھا کہ احادیث اعمال کے متعلق بیان کی جائیں، غیر اعمال کی روایات بیان میں نہ آئیں۔ کس قدر دور اندیشی کی بات تھی اول تو روایات صرف اعمال ہی کی کام کی ہوتی ہیں، عقائد کی بنیاد ان پر ہو نہیں سکتی پھر اعمال کی روایات کی جانچ پڑتال تعامل صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بھی ہو جاتی ہے اور غیر اعمال کی روایات کی تنقید اس

---

[۱] ازالۃ الخفا میں ہے: اجماع کثیر الوقوع اتفاق اہل حل وعقد ست از مفتیان امصاء ابن معنی در مسائل مصرحہ فاروق اعظم یافتہ می شود کہ اہل حل وعقد براں اتفاق کردہ اند...... پھر فرماتے ہیں: ایں اجماعیات کہ واقع شدہ اند بہ وان اہتمام حضرت فاروق اعظمؓ و نص فتویٰ دی صورت نہ بستہ چنانچہ در مسائل غسل باکشاں و چہار تکبیر در جنازہ نقل کردہ اند۔

طریقہ سے نہیں ہوسکتی آج اہلِ بدعت کے تمسکات ان ہی روایات غیر اعمال سے ہیں اگر ان کا وجود نہ ہوتا تو اہل بدعت کو دینِ الٰہی میں تنکے کا سہارا بھی نہ ملتا۔

متفرقات

① ......ایک ہزار چھتیس شہر مع ان کے مضافات کے فتح کیے اور جو مقام قبضہ میں آتا فوراً حکم دیتے کہ وہاں مسجد بنائی جائے اور مساجد میں ائمہ اور، مؤذنین کا تقرر فرماتے۔ حساب لگایا گیا تو معلوم ہوا کہ چار ہزار مسجدیں پنج وقتی نماز کے لیے اور نو سو جامع مسجدیں آپ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بنیں۔

② ......ایک سال جب عمرہ کرنے مکہ معظّمہ تشریف لے گئے تو مسجد حرام میں توسیع فرمائی اور لوٹتے وقت حکم دیا کہ مکہ معظّمہ کے درمیان ہر ہر منزل پر سایہ کا انتظام کیا جائے اور کنویں بنائے جائیں اور جو کنویں بند ہو گئے ہیں وہ از سر نو صاف کیے جائیں اور یہ حکم دیا کہ حرم کی حدود پر نشانات قائم کیے جائیں ،اس کام کے لیے آپ نے چار آدمیوں کو مقرر کیا، مخرمہ بن نوفل، ازہر بن عوف، سعید بن یرفوع، خویطب بن عبدالعزیٰ۔

③ ......مسجد نبوی کی توسیع کی مگر عمارت میں چھوارے کی لکڑی اور کچی اینٹیں رکھیں جیسے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وقت میں تھا اور حکم دیا مسجد نبوی میں چٹائی کا فرش بچھایا جائے چنانچہ چٹائیاں مقامِ عتیق سے لائی گئیں اور بچھائی گئیں۔

④ ......اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کرنے کی ممانعت کے فرمان جاری کیے اور یہ بھی ان کے ساتھ تصریح کر دی کہ خدا نے اس کو حلال کیا ہے، میں حلال کو حرام نہیں کہتا بلکہ یہ ممانعت از راہ مصلحت ہے، واقعی کس قدر انجام بینی اس حکم میں تھی آج مسلمانوں کی ان نسلوں کو کوئی دیکھے، جن کی مائیں یورپ کی عیسائی یا یہودی ہیں تو اس کو اس حکم کی قدر معلوم ہو۔

⑤ ......اپنے زمانہ خلافت میں حکم دیا کہ ممالک اسلامیہ کے بازاروں میں کوئی شخص دکان نہیں رکھ سکتا جب تک کہ مسائلِ دینیہ کا علم نہ رکھتا ہو۔ کتنی زبردست تدبیر علم دین کی ترویج کی تھی۔

⑥ ......اپنے دربار میں زیادہ عزت ان لوگوں کی کرتے جو علم قرآن میں فوقیت رکھتے ہوں اور اکثر علم قرآن میں لوگوں کا امتحان بھی لیتے اور جو کامیاب ہوتا اس کی بڑی توقیر فرماتے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی اس قدر عزت و توقیر فرماتے کہ اکابر مہاجرین وانصار نے ایک مرتبہ اس پر اعتراض کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ علم قرآن میں فوقیت رکھتے ہیں اور کئی مرتبہ سرِ دربار اُن کا

امتحان لے کر ان کی فوقیت کو سب پر ظاہر فرمایا۔
یہ اور اس کے مثل نہ معلوم کتنی تدبیریں انہوں نے اختیار فرمائی تھیں کہ دس سال میں ساری دنیا کو علم اور دین سے لبریز کر دیا۔ کتنے کافر ان کے عہد خلافت میں مسلمان ہوئے، اس کا تخمینہ کسی نے نہیں بیان کیا اور غالباً نہ بیان کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کا اندازہ بھی سوائے خداوند علیم وخبیر کے کوئی نہیں کرسکتا، عیسائیوں اور مجوسیوں میں جس قدر اسلام پھیلا یہ سب ان ہی کے عہد مبارک کی برکات تھیں

جزاه الله تعالىٰ عن الإسلام و أهله جزاءً وّافيًا۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے علمی اور دینی کارناموں کو دیکھ کر ایک منصف شخص بے چوں چرا اس بات کو تسلیم کر لیتا ہے کہ بلاشک وہ اپنے وقت میں جس طرح دین داری میں سب پر فوقیت رکھتے تھے اسی طرح علم میں سب سے سبقت لے گئے تھے ان دونوں چیزوں میں ان کی فوقیت کا انکار کرنا دن کو رات کہنے سے بدتر ہے، احادیث نبویہ میں بھی علم اور دین کے متعلق شہادت موجود ہے اور صحابہ کرام سے تو ایک دفتر اس کے متعلق مروی ہے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ علم کے دس حصوں میں سے نو حصے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ گئے ایک مرتبہ کسی نے کہا کہ آپ ایسی بات کہتے ہیں حالاں کہ ابھی اکابر صحابہؓ موجود ہیں تو فرمایا کہ میری مراد علم سے علم باللہ ہے۔

عہد فاروقی کی فتوحات

اور سب چیزوں کو چھوڑ کر صرف فتوحات آپ کے زمانے کی دیکھی جائیں تو قدرت خدا نظر آتی ہے اور صاف معلوم ہوتا ہے کہ تائید غیبی آپ کے ساتھ تھی اور خدا کا سچا وعدہ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ آپ کے ہاتھ سے پورا ہو رہا تھا۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشین گوئیاں جو فتح ایران وروم کے متعلق تھیں اپنا کرشمہ دکھا رہی تھیں۔ دنیا کی یہ دونوں زبردست سلطنتیں ایران وروم کی جو ہر قسم کی دولت سے آراستہ اور شائستہ فوجوں اور ہر طرح کے ساز وسامان سے درست تھیں، روم کی سلطنت تقریباً چار سو برس سے قائم تھی اور ایران کی سلطنت کیومرث کے وقت سے تھی، کیومرث کے متعلق تاریخ طبری میں ایک قول یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کا دوسرا نام کیومرث تھا، بھلا کسی کے وہم وگمان میں یہ بات آسکتی تھی کہ چند بے سروسامان عربوں کے ہاتھ سے اتنی قلیل مدت میں یہ دونوں سلطنتیں اس طرح زیروزبر ہو جائیں گی شاہان ایران تو خصوصیت کے ساتھ عربوں کو اپنا غلام سمجھتے تھے جب سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالی، خسرو پرویز شاہِ ایران کے نام گیا تو اس نے اپنے چھوٹے منہ

سے یہی بات کہی کہ میرا غلام ہو کر مجھے اس طرح لکھتا ہے۔ نعوذ باللہ من ذٰلک۔

حضرت شیخ ازالۃ الخفا میں بالکل سچ فرماتے ہیں کہ

''کسرا ایں دو دولت مستقر ممتدہ از مدت چہار صد سال با آں ہمہ عدود عدود لاری وسپہ سالاری دریں مدت قلیلہ از دست عرب باایں سامانی کہ داشتند ہرگز مثل آن ہیچگاہ متحقق نشد نخواہد شد نہ درزماں سکندر ذوالقرنین نہ در وقت ترکان چنگیزیہ ونہ درایام و بر متتبعان فن، تاریخ پوشیدہ نیست کہ فتح بلاد ہر چند مساعدات بخت غالب باشد واسباب ہمہ بہیا حدے دارد وغایتے آنچہ درخلاف حضرت فاروقؓ از فتوح واقع شدہ غایت از حد غایت است۔''

بہرکیف! اس جگہ کچھ مختصر حال ان فتوحات کا لکھا جاتا ہے مفصل حالات تو تاریخ کی ضخیم جلدوں میں بھی نہیں آسکتے۔

فتح ایران:...... ۱۲ ہجری میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مسند خلافت پر بیٹھتے ہی ملک ایران زیروزبر کرنے کی تدبیریں شروع کیں، وہ کون سا مسلمان تھا جس کے دل میں ایرانیوں سے انتقام لینے کا جذبہ نہ تھا،[1] پہلے تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے چندروز تک مسلسل خطبے[2] پڑھے جن میں مسلمانوں کو ایرانیوں سے جہاد کرنے کی ترغیب دی قرآن مجید کی آیتیں پڑھ پڑھ کے، احادیث نبویہ سنا سنا کے فتح ایران کے وعدے خدا اور اس کے رسول کے مسلمانوں کو یاد دلائے اور ایک آگ سب کے دلوں میں لگا دی۔

سب سے پہلے ابوعبیدہ ثقفیؒ نے (جو اکابر تابعین میں سے ہیں) آپ کی آواز پر لبیک کہی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ان کی اس سبقت کی بڑی قدر کی اور فوراً ایک فوج مرتب کر کے روانہ کی جس میں بعض صحابہ کرامؓ بھی تھے حتی کہ ایک بدری صحابی یعنی حضرت سَلیط بن قیس بھی اس میں تھے اس فوج کا افسر ابوعبیدہ ثقفیؒ کو مقرر کیا اور فرمایا کہ دیکھو کوئی کام بغیر صحابہ کرامؓ کے مشورہ کے نہ کرنا۔

مثنیٰ بن حارثہؓ کو جو پہلے ہی سے بحکم حضرت صدیق رضی اللہ عنہ عراق کی مہم پر مامور تھے حکم دیا کہ وہ بھی اپنی فوج لے کر روانہ ہوں یہ دونوں سپہ سالار اپنی اپنی فوج لے کر بجانب ایران روانہ ہو گئے۔

---

[1] خسرو پرویز شاہِ ایران نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا خط (جو آپ نے اس کے نام بغرض دعوت اسلام بھیجا) چاک کر دیا تھا۔

[2] قرآن مجید میں متعدد آیات جن میں ایران و روم کی فتح کی خوشخبریاں ہیں اور احادیث میں تو صاف تصریح کے ساتھ مضمون ہے۔

ایرانی تو بہت پہلے سے تیاریاں کررہے تھے، رستم بن فرخ زاد نے (جوافواجِ ایران کا سپہ سالار اعظم تھا) فوراً جابان کوحکم دیا کہ ایک لشکر جرّار لے کرعربوں کے مقابلے کے لیے جائے، چنانچہ دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوااور جنگ عظیم کے بعد مسلمانوں کو فتح ملی اور مالِ غنیمت بہت ہاتھ آیا، ہنوز غنیمت تقسیم نہ ہونے پائی تھی نرسی شاہِ ایران کا خالہ زاد بھائی ایک بڑی فوج لے کر مسلمانوں کے مقابلہ کو پہنچ گیا ادھر رستم نے بھی ایک دوسرے سردار جالینوس کو ایک بڑے لشکر کے ساتھ بھیج دیا مگر ابوعبیدہ ثقفی نے قبل اس کے کہ نرسی اور جالینوس دونوں جمع ہوں، تیزی کے ساتھ نرسی پر حملہ کرکے اس کو بھگا دیا، بہت مال غنیمت ہاتھ آیا اس کے بعد بے توقف جالینوس پر حملہ کردیا۔ اس کو بھی شکست دی اس سے بھی بہت مال غنیمت ہاتھ لگا ان تینوں لڑائیوں کے ختم ہونے کے بعد مالِ غنیمت کا خمس اور قیدیوں کو دارالخلافہ بھیج دیا، باقی مال غازیوں پر تقسیم کردیا۔

جب اس شکست کی خبر ملکۂ فارس ''پوران صروحت'' کو ملی تو اس نے ''بہمن جادو'' کو تیس ہزار فوج اور تیس ہاتھیوں کے ساتھ بھیجا، ان میں جو سفید ہاتھی تھا وہ خسرو پرویز کے وقت سے بہت مبارک سمجھا جاتا تھا جس معرکے میں جاتا تھا، فتح ملتی تھی اور ''درفش کادیانی'' بھی تھا جو فریدوں کے وقت سے خزانہ شاہی میں رکھا گیا تھا اور فتح وکامیابی کے لیے بڑی چیز خیال کیا جاتا تھا پھر رستم نے کچھ اور مزید فوج ''بہمن جادو'' کے ہمراہ کی۔

حضرت ابوعبیدہ رحمۃ اللہ علیہ اس مرتبہ شجاعت سے گزر کر تہور کی حد تک پہنچ گئے اور فرات کے پل کو عبور کرکے دشمن سے مصروف کارزار ہوئے۔ ابتداء مسلمانوں میں کچھ تزلزل پیدا ہوا اور اسی حالت میں ایک مسلمان نے پل کو توڑ دیا تاکہ جو خدانخواستہ مسلمانوں کو شکست ہو تو پیچھے نہ بھاگ سکیں ایران کے فوجی ہاتھیوں کی وجہ سے مسلمان بہت پریشان تھے، عرب میں ہاتھی نہیں ہوتا، لہٰذا گھوڑے اور اونٹ بھی ان کو دیکھ کر بھڑکتے تھے بالآخر حضرت ابوعبیدہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے ساتھ اور چند لوگ گھوڑوں سے اتر آئے اور تلواروں سے ہاتھیوں کے سونڈ کاٹنا شروع کردیے، خود حضرت ابوعبیدہ رحمۃ اللہ علیہ نے سفید ہاتھی کا سونڈ کاٹا مگر پیچھے لوٹنے میں ان کا پیر پھسل گیا، گر پڑے سفید ہاتھی نے فوراً لپک کر اپنے پیر سے ان کو کچل دیا۔ ان کی شہادت کے بعد یکے بعد دیگرے سات آدمیوں نے جھنڈا لیا اور سب شہید ہوگئے آخر حضرت مثنیٰ رضی اللہ عنہ نے جھنڈا اپنے ہاتھ میں لے لیا اور ایرانیوں کو ہزیمت ہوئی اور مسلمان اس ٹوٹے ہوئے پل کو درست کرکے پھر فرات کے اس پار آگئے، اس لڑائی

میں چار ہزار مسلمان شہید ہو گئے، قریب تھا کہ فوج میں بد دِلی پیدا ہو جائے مگر خدا نے دل قوی کر دیے اور چند روز کے لیے لڑائی بھی بند رہی۔

اسی اثناء میں ۱۴ھ ہجری شروع ہو گیا اور رومیوں نے اس موقع کو دیکھ کر کہ مسلمانوں کی پوری طاقت اس وقت ایران میں صرف ہو رہی ہے، جنگ شروع کر دی جس کو بعد میں بیان کیا جائے گا، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بے تر دد ادھر کا بھی انتظام کر دیا۔

اس درمیان میں حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ چار ہزار فوج کے ساتھ یمن سے آ گئے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان کو فوراً حکم دیا کہ بجانب ایران روانہ ہو جائیں اور مثنیٰ رضی اللہ عنہ کی ماتحتی میں کام کریں اور مثنیٰ کو فرمان لکھا کہ جریر بن عبداللہ صحابیؓ ہیں ان کے اکرام واحترام کا پورا لحاظ رکھنا، ایرانیوں نے اب کی مرتبہ مہران ہمدانی کو سردارِ فوج بنا کر مقابلے کے لیے بھیجا، بڑی سخت لڑائی ہوئی جس کا نام تاریخ اسلام میں ''یوم الاعشار'' ہے اس لیے کہ اس لڑائی میں سو مسلمان ایسے تھے کہ ان میں سے ہر ایک نے دس دس کافروں کو مارا تھا، مہران بھی ایک غلام کے ہاتھ سے مارا گیا، اس لڑائی میں اس قدر مالِ غنیمت ملا کہ پہلے کبھی نہ ملا تھا۔ اسی اثنا میں حضرت مثنیٰ رضی اللہ عنہ نے ایران کے دو بازاروں پر حملہ کیا سونا، چاندی اور قیمتی جواہرات بکثرت ہاتھ آئے۔

اب ۱۶ھ ہجری شروع ہو گیا اور اس قیامت خیز لڑائی کی تیاری ہونے لگی جس کا نام ''جنگ قادسیہ'' ہے۔ حضرت شیخؒ ازالۃ الخفاء میں لکھتے ہیں کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی کوشش سے اس لڑائی میں کفر وایمان کے درمیان میں فرقان اکبر کا ظہور ہوا۔

جب یہ لڑائی شروع ہونے کو تھی تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے اضطراب و بے چینی کا بالکل یہی حال تھا جو سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غزوۂ بدر میں تھا آپ نے کفار کی شکست اور مسلمانوں کی فتح کے لیے نماز فجر میں دعائے قنوت شروع کر دی اور تمام اطراف وجوانب میں احکام بھیجے کہ فوج کی بھرتی کر کے مدینہ منورہ بھیجو اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو (جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں) تمام افواج عراق کا سپہ سالار اعظم مقرر کیا اور ان کو تقویٰ، صبر اور ثباتِ قدمی کے متعلق بہت مؤثر نصیحتیں فرمائیں، تیس ہزار فوج لے کر حضرت سعد رضی اللہ عنہ روانہ ہوئے جس میں ایک ہزار صحابی اور ان میں ننانوے بدری تھے اور کچھ فوج پہلے سے عراق میں تھی، مجموعی تعداد ساٹھ ہزار بیان کی گئی ہے۔

ادھر ایرانیوں نے یہ کیا کہ اپنی ملکہ کو معزول کر کے ''یزدگرد'' کو تخت سلطنت پر بٹھا دیا کیوں کہ

لڑائی کے مہمات کو مرد ہی خوب سمجھ سکتے ہیں اور پرانے بادشاہوں کے وقت کے دفینے اور خزانے نکالے گئے اور آلات حرب کی درستی اور فوج کی بھرتی میں بے اندازہ دولت صرف کی گئی اور خود رستم لڑنے کے لیے میدان میں فوج لے کر آیا اور دریا پر پل باندھ کر دریا کے اس پار اس نے اپنی چھاؤنی قائم کی۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے رستم کے ساز و سامان اور فوج کی کثرت کا حال حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو لکھ بھیجا، آپ نے جواب میں لکھا کہ ذرا تردّد نہ کرو اور دشمن کے ساز و سامان سے کچھ خوف نہ کرو، اللہ تعالیٰ کی مہربانیوں پر نظر رکھو۔

خدا کی قدرت حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے تمام جسم میں دُنبل اس کثرت سے نکل آئے کہ وہ اپنی جگہ سے جنبش نہ کر سکتے، ادھر یزدگرد مدائن میں بیٹھ کر دم بدم تازہ فوجیں میدانِ جنگ میں بھیجتا چلا جاتا تھا اور آدمیوں کی ڈاک اس قاعدے سے لگائی تھی کہ ہر ہر لمحہ کی خبر میدان جنگ کی اس کو پہنچتی رہے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ ایک قصر شاہی میں جو وسط لشکر میں تھا مقیم ہوئے اور تمام فوج کو جمع کر کے آپ نے ایک خطبہ پڑھا جس میں فتح ایران کی پیشین گوئیاں احادیث نبویہ سے سنائیں اور فرمایا کہ میں چار مرتبہ نعرۂ تکبیر بلند کروں گا، پہلی مرتبہ تم سب بھی نعرۂ تکبیر بلند کرنا اور ہتھیار وغیرہ درست کر لینا اور دوسری مرتبہ اس لڑائی کا لباس پہن لینا اور تیسری مرتبہ میں صفیں درست کر لینا اور چوتھی مرتبہ میں تم سب لاحول ولا قوۃ الا باللہ کا نعرہ بلند کر کے ایک دم دشمن پر حملہ کر دینا۔

ایسا ہی ہوا اور مسلسل تین دن اور ایک رات برابر لڑائی جاری رہی، شاید دنیا نے کبھی خواب میں بھی ایسا معرکہ قتال نہ دیکھا ہو، تاریخ اسلامی میں لڑائی کے پہلے دن کا نام ''یوم الارماث''، دوسرے دن کا نام ''الاغواث'' اور تیسرے دن کا نام ''یوم العماث'' اور رات کا نام ''لیلۃ الہریر'' ہے۔

''لیلۃ الہریر'' میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ اپنے قصر میں دعا میں مشغول تھے اور فریقین کی فوجیں مشعل روشن کر کے مصروف کارزار تھیں دوزخ اور بہشت دونوں کے دروازے کھلے ہوئے تھے، وسط شب میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے دل میں خدا کی طرف سے تسکین نازل ہوئی اور الہام ربانی ہوا آپ نے اسی وقت مسلمانوں کو خوشخبری سنائی کہ بس خدا کی مدد قریب ہے، فتح و نصرت کی ہوائیں چل رہی ہیں ان کے اس فرمانے سے مسلمانوں کے دل اور بڑھ گئے اور اس بے جگری سے قتل و غارت میں مصروف ہوئے کہ ایرانیوں کی بہادری کے افسانے سب خاک میں مل گئے، اتنے میں صبح ہو گئی اور کچھ دن چڑھے بلال بن علقمہ ایرانیوں کے قلب لشکر میں رستم کے پاس پہنچ گئے اور ایک ہی وار میں

اس مغرور کا سر جسم سے جدا کر کے نیزہ پر چڑھا یا اور بڑی بلند آواز سے ایک نعرہ لگایا: أَلا انی قتلت رستمًا۔ اس آواز کا بلند ہونا تھا کہ ایرانیوں میں ہلچل پڑ گئی اور رستم کا جسم بے جان حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے سامنے لاکر ڈال دیا گیا ایرانی بھاگے اور مسلمان نے ان کا تعاقب کیا اور اس قدر ایرانیوں کو مارا کہ اس کا شمار نہ ہوسکا۔

مؤرخین نے اندازہ کیا ہے کہ اس لڑائی میں ایک لاکھ ایرانی مارے گئے اور چھ ہزار مسلمان شہید ہوئے، مال غنیمت میں وہ وہ قیمتی اور عجیب اشیاء مسلمانوں کو ملیں کہ عربوں نے تو کبھی خواب میں بھی نہ دیکھی تھیں، قرآن مجید کی آیت: وَّاُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا۔ کا ظہور اس دن عیاناً ہوا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے خمس جدا کر کے مال غنیمت دارالخلافہ روانہ کیا اور اس فتح عظیم کی خوش خبری حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو بھیجی، حضرت ممدوح نے جن جن کلمات میں اپنے پروردگار کا شکریہ ادا کیا وہ ان ہی کا حصہ تھا۔ مسلمانوں کی اسّی لڑائیاں ایرانیوں سے ہوئیں، مگر سب سے بری لڑائی یہی تھی اس کے بعد دو چار لڑائیاں اور ہوئیں اور سارا ملک ایران مسلمانوں کے قبضے میں آ گیا، کفر اور آتش پرستی کے بجائے خدا پرستی کا چرچا ہوا، آتش خانے گل ہوگئے اور خدا کی مسجدیں بنیں جس سر زمین پر رسول رب العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کے ساتھ گستاخی کی گئی تھی، وہ سر زمین اب آپ کے فرماں برداروں کا مسکن بن گئی۔

یزدگرد کی یہ حالت ہوئی کہ قادسیہ کی شکست کے بعد حلوان بھاگ گیا۔ پھر حلوان سے رے گیا پھر وہاں سے نہ معلوم کہاں کہاں بھاگا پھرا آخر اس نے عاجز ہو کر خاقان تک اور فغفور چین سے مدد مانگنے کی رائے کی اور اس ارادہ سے طوس گیا اور حاکم طوس ماہوی سوری کا مہمان بنا اور وہاں سے بھی بدبختی نے نہ چھوڑا بیزن سے جنگ ہوئی اور اس جنگ میں شکست پا کر یزدگرد تنہا بھاگا اور چکی پینے والے کے یہاں پناہ لی، اس نے اس کو قتل کر دیا اور تاج شاہی اور زریں لباس اتار کر اس کے برہنہ جسم کو دریا میں ڈال دیا، اخیر وقت میں حسرت کے ساتھ کہتا تھا کہ کاش! میں نے اپنے کو مسلمانوں کے حوالہ کر دیا ہوتا۔ یہ تھی سزا اس گستاخی کی جو سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کے ساتھ کی گئی تھی۔

فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۭ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۵﴾ [سورۂ انعام]

اس لڑائی میں تائید غیبی کے واقعات اور عبرت آموز حالات بکثرت پیش آئے جن میں سے چند اس جگہ لکھے جاتے ہیں:

(۱) ...... ارماث والے دن میں مہران جو آذر بائیجان کا حاکم تھا، ایک عجیب شان سے ایک بادرفتار گھوڑے پر سوار میدان جنگ میں آیا اور کہنے لگا کہ آج ہم عربوں کو کچل ڈالیں گے اس کے ایک ساتھی نے کہا کہ اگر خدا چاہے، یہ مغرور کہنے لگا: خدا چاہے یا نہ چاہے یہ لفظ اس کی زبان سے نکلا ہی تھا کہ حضرت منذر بن حسان جنی نے ایک نیزہ اس کے پہلو میں مارا اور زمین پر اس کو گرادیا۔

(۲) ...... عماث والے دن ایک سوار ایرانی فوج کا میدان جنگ میں بہت لاف وگزاف بکتا ہوا آیا ایک مسلمان دبلے پتلے پستہ قد اس کے مقابلہ میں گئے، ایرانی نے ایک ضرب میں ان کو گھوڑے سے گرادیا اور خود گھوڑے سے اتر کر ان کے سینہ پر بیٹھ گیا، قریب تھا کہ ان کا سر کاٹے کہ گھوڑا اس کا بھاگا اور اس نے گھوڑے کی رسی اپنی کمر میں باندھ لی تھی، نتیجہ یہ ہوا کہ گھوڑے کے ساتھ خود بھی گھسٹتا ہوا چلا پھر کیا تھا اس مسلمان نے اٹھ کر ایک ہی وار میں اس کو جہنم پہنچادیا۔

(۳) ...... اسی عماث والے دن میں جب حضرت عمرو بن معدیکرب رضی اللہ عنہ نے تنہا ایرانی لشکر پر حملہ کیا اور نامعلوم کتنے نامور پہلوانوں کو واصل جہنم کیا تو یکدم پوری فوج ان پر ٹوٹ پڑی ان کا گھوڑا مارا گیا تو انہوں نے ایک ایرانی سوار کے دوڑتے گھوڑے کا پاؤں پکڑلیا، گھوڑا رک گیا، سوار نے اس قوت کو دیکھ کر اپنی جان بچانے کو، غنیمت سمجھا اور فوراً اتر کر پیادہ بھاگ گیا۔ حضرت عمرو بن معدیکرب رضی اللہ عنہ اسی گھوڑے پر سوار ہو گئے۔

(۴) ...... اغواث والے دن میں ابومحجن ثقفی رضی اللہ عنہ نے جو شراب پینے کے جرم میں محبوس تھے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی بی بی سلمیٰ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ مجھے قید سے رہا کرو اور سعد رضی اللہ عنہ کا ابلق گھوڑا اور ہتھیار مجھے دے دو آج میرا دل بھی میدان جنگ میں جانے کے لیے بے قرار ہے اور اگر میں زندہ رہا تو پھر اسی طرح اپنے کو قید کرادوں گا سلمیٰ نے منظور کرلیا، ابومحجن رضی اللہ عنہ نے میدان جنگ میں وہ کام کیے کہ ساری فوج کی نظر انہی کی طرف ہوگئی سینکڑوں ایرانی بہادروں کو انہوں نے واصل جہنم کیا اس وقت مسلمان یہ خیال کر رہے تھے کہ کوئی فرشتہ ہماری مدد کے لیے بھیجا گیا ہے، دوسرے دن حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے جب یہ ماجرا سنا تو بہت خوش ہوئے اور ابومحجن رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا کہ میں نے تم کو رہا کردیا اور اب کبھی تم کو شراب پینے پر سزا نہ دی جائے گی، انہوں نے کہا کہ یہ بات ہے تو میں کبھی اس خبیث کے قریب نہ جاؤں گا آج سے پہلے اگر میں شراب چھوڑتا تو یہ چھوڑنا سزا کے خوف سے ہوتا لیکن آج محض خدا کے خوف سے ہے۔

⑤ ...... قادسیہ کی لڑائی ختم ہونے کے بعد ایرانیوں نے دریائے دجلہ کا پل توڑ دیا اور کشتیاں بھی ہٹالیں کہ اسلامی فوج مدائن میں نہ داخل ہو سکے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کچھ پروانہیں اللہ کا نام لے کر اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عدل وانصاف کا واسطہ بارگاہ الٰہی میں پیش کر کے اسی بحر ذخار میں انہوں نے اپنا گھوڑا ڈال دیا۔ ان کے گھوڑے کا دریا میں پڑنا تھا کہ یک دم ساٹھ ہزار گھوڑے دریا میں تھے، ترتیب یہ دی گئی کہ دو دو مسلمان باہم ملے جلے ہوئے چلیں، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ساٹھ ہزار اسلامی شہسوار دریائے دجلہ میں متحرک پانی کی سطح پر اس طرح پھیلے ہوئے تھے کہ گویا باغ کی روشوں پر چہل قدمی کر رہے ہیں اور جہاں گھوڑے تھک جاتے تھے وہاں خشک ٹیلہ یا خشک زمین نمودار ہوجاتی تھی جس پر کھڑے ہو کر گھوڑے آرام کر لیتے نہ کوئی شخص دریا میں ڈوبا نہ کسی کی کوئی چیز ضایع ہوئی، سب چشم زدن میں دریا کے پار تھے، ایک سوار کا پیالہ البتہ دریا میں بہہ گیا، رسی اس کی کمزور تھی، دریا کی موجوں میں ٹوٹ گئی، پار اتر کر انہوں نے کہا کہ خدا کی قسم! یہ نہیں ہوسکتا کہ میرا پیالہ دریا میں رہ جائے یہ کہنا تھا کہ ایک موج آئی اور اس نے وہ پیالہ کنارہ پر پہنچا دیا۔ اس دن کا نام عرب کی تاریخ میں '' یوم الماء ''، رکھا گیا اس بعید از قیاس تائید ربانی کو دیکھ کر ایرانیوں نے شہر مدائن کو خالی کر دیا اور بغیر جنگ کے مسلمانوں کا اس پر قبضہ ہو گیا۔

تبصرہ:...... فردوسی کو بوجہ رفض کے مسلمانوں کی یہ عظیم الشان فتوحات اور سلطنتِ ایران کی بربادی، مجوسیوں کی شکست وہزیمت بہت شاق گزری جس کو وہ برداشت نہ کر سکا اور شاہنامہ میں قادسیہ کی لڑائی کا حال لکھتے ہوئے اسلام کی عداوت اس کے ہر ہر لفظ سے ظاہر ہوگئی۔ پہلے تو اس نے خود اپنی طرف سے زوال سلطنت ایران کا مرثیہ [1] لکھا اور اس میں عربوں کی بہت توہین لکھی، پھر جا بجا ایرانیوں کی زبان [2] سے ان کی توہین تصنیف کی۔

---

[1] شاہنامہ کے اشعار اس موقع کے یہ ہیں: ؎

بر آمد ز شاہاں جہاں رافقیر — نہاں شد ز رد گشت پید پشیز
دگر گونہ شد خرچ گرداں بچہر — ز آزاد گاں پاک ببرید مہر

[2] شاہنامہ کے اشعار یزدگرد کی زبان سے یہ ہیں: ؎

ہمانا کہ آمد شما را خبر — کہ ما را چہ آمد ز اختر بسر
ازیں مار خواہر من چہرگان — ز دانائی وشرم بے مہرگاں
نہ گنج ونہ نام ونہ بخت ونژاد — ہمید اد خواہند گیتی بباد
ازاں زاغ ساران بے آب و رنگ — نہ ہوش و دانش نہ دام ونہ ننگ

پھر فردوسی کو یہ بھی گوارا نہ ہوا کہ رستم ایران کا سپہ سالار اعظم ایک معمولی سپاہی کے ہاتھ سے قتل ہو، بلکہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ [۱] کو اس کا قاتل قرار دیا حالاں کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ قادسیہ کے میدان جنگ میں قدم بھی نہیں رکھ سکے۔ پھر یزدگرد کے مارے جانے کا مرثیہ [۲] تو اس نے ایسا دردناک لکھا کہ جس سے واقعی اس کے دلی صدمہ کا اظہار ہوتا ہے۔

فتح روم وشام

فتوحات عراق کی طرح شام وروم کی فتوحات کا حال بھی ہے۔ ۱۴رہجری سے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے روم وشام کی طرف توجہ فرمائی اور ۲۲رہجری تک آپ نے اس کو مکمل کر دیا۔ تائیدِ غیبی کے عجیب وغریب واقعات روز مرّہ ان فتوحات میں بھی رونما ہوتے رہے، بعض مقامات میں لڑنا پڑا اور بعض مقامات بغیر لڑائی کے قبضہ میں آ گئے، بیت المقدس بغیر لڑائی کے اس طرح قبضہ

---

[۱] اس موقع پر یہ اشعار یہ ہیں:

سہ روز اندراں جائکہ بود جنگ — بایرانیان ہر یہو آب تنگ
شداز تشنگی دست گردان زکار — ہم اسپ گراں مایہ ازکار زار
لب رستم از تشنگی شد چو خاک — زباں گشت اندرد ہاں چاک چاک
خرد شے بر آمد بکر وار رعد — ازیں روئے رستم وزاں نزدی سعد
بپوشید دیدار رستم زگرد — بشد سعد پویاں ز جائے نبرد
یکے تیغ زد برسر ترک دے — کہ خوں اندر آمدز ترکش بردے
چودیدار رستم بخوں تیرہ گشت — جہانجوی تازی برو چہرہ گشت

یہ بھی غلط ہے کہ ایرانیوں پر پانی بند کیا گیا تھا اور یہ بھی غلط ہے کہ گرد وغبار کی وجہ سے رستم حضرت سعدؓ کو نہ دیکھ سکا، حضرت سعدؓ تو اس کے مقابل تھے ہی نہیں۔

[۲] اس موقع پر اشعار یہ ہیں:

بدیں گو نہ برتا سبدارے نمرد — ہم از لشکر او سوارے نمرد
دریغ آں سر و تاج و بالا و بزد — دریغ آں برو شاخ وآں دست وگرد
دریغ آن سرو تخمۂ اردشیر — دریغ آن سوار جوان ہز پر
تومند بودے خرد بار داں — بروئے خبر زیں بہ نوشیرواں
کرور آسیاما ہروئے ترا — جہاندارد وبیہیم جوئے ترا
بدشنہ جگر گاہ بشگافتند — برہنہ مآب اندر انداختند

میں آیا کہ وہاں عیسائیوں اور یہودیوں کے علماء نے کہا کہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیت المقدس کو فتح نہیں کر سکتے کیوں کہ فاتح بیت المقدس کا حلیہ ہماری کتابوں میں لکھا ہوا ہے، جو عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ پر منطبق نہیں ہوتا، حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے اس کی اطلاع حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو دی اور آپ تشریف لے گئے، جس وقت آپ بیت المقدس پہنچے اور آپ کو ان لوگوں نے دیکھا فوراً دروازہ کھول دیا اور کہا کہ یہ وہی ہیں۔ بیت المقدس میں بمقام جابیہ آپ نے ایک دربار کیا اور تمام سرداران افواج کو بھی اس میں شریک فرمایا اور شعارِ اسلام کا کما حقہ اعلان فرمایا۔ مصر، اسکندریہ، حلب، اہواز اور آذربائیجان وغیرہ بھی بڑے معرکے ساتھ فتح ہوئے۔ خراسان اور قسطنطنیہ کی فتوحات کا بھی آغاز ہوا جس کی تکمیل امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ہوئی۔

المختصر! حق تعالیٰ کا وعدہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر پورا ہوا اور دین حق تمام ادیان پر غالب آ گیا اور اتنی بڑی عظیم الشان سلطنت مسلمانوں کے قبضہ میں آ گئی کہ اب روئے زمین پر کوئی طاقت ایسی باقی نہ رہی جو مسلمانوں کے مقابلہ میں سرسبز اور کامیاب ہو سکے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے مکاشفات و کرامات

احادیثِ نبویہ میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے لیے جس طرح اور کمالات بیان فرمائے گئے ہیں اسی طرح آپ کا صاحب خوارق عادت ہونا بھی ارشاد فرمایا گیا ہے، چنانچہ جس قدر خوارق عادات اور مکاشفات کا ظہور آپ سے ہوا، کسی صحابی رضی اللہ عنہ سے منقول نہیں ہے۔

سب سے بڑی کرامات آپ کی وہ عظیم الشان فتوحات ہیں جو نہایت قلیل مدت میں نہایت بے سروسامانی کی حالت میں حاصل ہوئیں جن کا مجمل تذکرہ اوپر ہوا، بڑی کرامت آپ کی وہ اسلامی خدمات ہیں جن کا ظہور آپ سے ہوا، آپ کی فوج کے لیے جو غیبی تائیدات کے واقعات پیش آئے وہ بھی آپ ہی کی کرامت میں شمار کیے جائیں گے، مگر میں اس کام پر ان سب کے علاوہ چند امور مثال کے طور پر درج ذیل کرتا ہوں۔

① ...... ایک روز آپ مدینہ منورہ میں جمعہ کا خطبہ پڑھ رہے تھے کہ یکایک بلند آواز سے دو مرتبہ یا تین مرتبہ فرمایا: یاساریة الجبل اور اس کے بعد پھر خطبہ شروع کر دیا، تمام حاضرین کو حیرت تھی کہ یہ بے ربط جملہ آپ کی زبان مبارک سے کیسا نکلا حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے بے تکلفی زیادہ تھی انہوں نے آپ سے دریافت کیا کہ آج آپ نے خطبہ کے درمیان میں یا

ساریۃ الجبل فرمایا۔ تو آپ نے اپنے ایک لشکر کا ذکر کیا جو عراق میں بمقام نہاوند جہاد میں مشغول تھا، اس لشکر کے سردار ساریہ تھے، فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ وہ پہاڑ کے پاس لڑ رہے ہیں اور دشمن کی فوج سامنے سے بھی آ رہی ہے اور پیچھے سے بھی آ رہی ہے جس کی ان لوگوں کو خبر نہیں، یہ دیکھ کر میرا دل قابو میں نہ رہا اور میں نے آواز دی کہ اے ساریہ! پہاڑی سے مل جاؤ، تھوڑے دنوں کے بعد جب ساریہ کا قاصد آیا تو اس نے سارا واقعہ بیان کیا کہ ہم لوگ لڑائی میں مشغول تھے کہ یکا یک یہ آواز آئی کہ یا ساریۃ الجبل۔ اس آواز کو سن کر ہم لوگ پہاڑ سے مل گئے اور ہم کو فتح ملی۔

۲ ...... جب مصر فتح ہوا تو اہل مصر نے (فاتح مصر) حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ہمارے ملک میں کاشتکاری کا دارومدار دریائے نیل پر ہے اور دریائے نیل کا یہ دستور ہے کہ ہر سال ایک کنواری جو حسن و جمال میں سب سے ممتاز ہوتی ہے دریا میں ڈالی جاتی ہے۔ اگر کسی سال ایسا نہ کیا جائے تو دریائے نیل نہیں بڑھتا اور قحط پڑ جاتا ہے۔ حضرت عمر بن عاص رضی اللہ عنہ نے یہ واقعہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو لکھ بھیجا آپ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ اسلام ایسی وحشیانہ رسموں کی اجازت نہیں دیتا اور آپ نے ایک خط دریائے نیل کے نام لکھ بھیجا جس کا مضمون یہ تھا:

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یہ خط اللہ کے بندے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی طرف سے نیل مصر کے نام ہے اگر تو اپنے اختیار سے جاری ہے تو ہم کو تجھ سے کوئی کام نہیں اور اگر تو اللہ کے حکم سے جاری ہے تو اب اللہ کے نام پر جاری رہنا۔

اس خط کے ڈالتے ہی دریائے نیل بڑھنا شروع ہوا، سالہائے ماسبق کی نسبت چھ گز زیادہ بڑھا اور اس دن سے یہ رسمِ بد موقوف ہوگئی۔

۳ ...... زمانہ قحط میں جب حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے پانی برسنے کی دعا مانگی اور پانی برسا تو کچھ بدّو لوگ باہر سے آئے اور انہوں نے بیان کیا کہ امیر المؤمنین ہم لوگ فلاں دن فلاں وقت اپنے جنگلوں میں تھے کہ یکا یک ایک ابر اٹھا اور اس سے یہ آواز آ رہی تھی:

یعنی اے ابو حفص آپ کے لیے بارش آ گئی۔

۴ ...... اسود عنسی نے جب نبوت کا دعویٰ کیا تو ایک شخص عبداللہ بن ثویب رضی اللہ عنہ تھے، ان سے اس کذاب نے کہا کہ میری نبوت کا اقرار کرو، انہوں نے کہا: میں ہرگز تجھ کو نہیں مانتا۔ اسود نے کہا: اچھا یہ بتاؤ کہ تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی مانتے ہو؟ عبداللہ بن ثویب نے کہا: ہاں! یہ سن کر اسود ایسا برافروختہ

ہوا کہ آگ روشن کرنے کا حکم دیا اور اس میں عبداللہ رضی اللہ عنہ مذکور کو ڈلوا دیا مگر آگ نے ان پر کچھ اثر نہ کیا، آخر اسود نے ان کو شہر بدر کر دیا، وہ مدینہ آئے جیسے ہی مسجد کے دروازہ میں داخل ہوئے، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان کو دیکھتے ہی فرمایا کہ یہ وہ شخص ہے جس کو اسود نے آگ میں جلانے کا ارادہ کیا تھا مگر اللہ نے بچالیا۔ اس قصے کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نہ کسی سے سنا تھا، نہ مدینے میں کوئی اس حال سے واقف پھر آپ نے کھڑے ہو کر عبداللہ بن ثویب سے معانقہ کیا اور فرمایا کہ خدا کا شکر ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا شبیہ اس امت میں، میں نے آنکھوں سے دیکھا۔

۵ ...... مسلمانوں کا لشکر جب عراق میں کوہ حلوان کے دامن میں پہنچا اور نماز عصر کے لیے اذان دی گئی تو پہاڑ سے اذان کا جواب آیا جب مؤذن نے اللّٰہ اکبر کہا تو پہاڑ سے آواز آئی کہ لقد کبرت کبیرًا یعنی اے مؤذن! تو نے بڑی ذات کی بڑائی بیان کی اور جب مؤذن نے ''اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰه'' کہا تو پہاڑ سے آواز آئی کہ یہی وہ نبی ہیں جن کی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی تھی، اس طرح ہر کلمہ کا جواب پہاڑ سے آیا، جب اذان سے فراغت ہوئی تو مسلمانوں نے کہا کہ اے شخص! اللہ تجھ پر رحمت نازل کرے کہ تو فرشتہ ہے کہ جن ہے یا خدا کا کوئی بندہ ہے تو نے اپنی آواز تو ہم کو سنا دی اب اپنی شکل بھی ہم کو دکھا دے کیوں کہ ہم لوگ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بھیجے ہوئے ہیں۔ یہ کہنا تھا کہ پتھر ایک جگہ سے شق ہوا اور ایک بوڑھے شخص نمودار ہوئے اور انہوں نے بعد سلام کے کہا کہ میرا نام زریت بن برشملا ہے، میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا صحابی ہوں، انہوں نے ہی مجھے اس پہاڑ میں ٹھہرایا ہے اور میرے لیے اپنے نزول تک درازئ عمر کی دعا کی ہے۔ اچھا! عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے میرا اسلام کہنا اور کہنا قیامت قریب آگئی ہے اور بھی اس قسم کی چند باتیں کر کے نظر سے غائب ہو گئے پھر ہر چند تلاش کیا گیا کچھ پتہ نہ چلا۔

۶ ...... ایک روز خواب سے بیدار ہو کر آپ نے فرمایا کہ اس وقت میں اس شخص کو دیکھ رہا تھا جو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی نسل سے ہوگا اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی روش اختیار کرے گا۔ یہ اشارہ عمر بن عبدالعزیزؒ کی طرف تھا کہ وہ آپ کے صاحبزادے حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کے نواسے ہیں۔

۷ ...... ایک روز حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے خواب میں دیکھا کہ فجر کی نماز میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے پڑھی اور آپ محراب سے تکیہ لگا کر بیٹھ گئے۔ ایک لڑکی ایک طبق

چھواروں کالائی اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے رکھ دیا، آپ نے ایک چھوارا اس میں سے لے کر میرے منہ میں رکھ دیا اور پھر دوسرا چھوارا اُٹھا کر میرے منہ میں دیا، اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی اور دل میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کا شوق تھا اور زبان پر ان چھواروں کی حلاوت باقی تھی اس کے بعد میں وضو کر کے مسجد گیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز فجر پڑھی اور وہ بالکل اسی طرح محراب سے تکیہ لگا کر بیٹھ گئے، میں نے ارادہ کیا کہ اپنے خواب بیان کروں لیکن قبل اس کے کہ میں کچھ بولوں ایک عورت آئی اور اس کے ہاتھ میں ایک طبق چھواروں کا تھا، وہ مسجد کے دروازہ پر کھڑی ہوگئی اور وہ طبق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آگے لاکر رکھ دیا گیا، انہوں نے اسی طرح دو چھوارے یکے بعد دیگرے میرے منہ میں رکھے اور باقی دوسرے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو تقسیم کرادیے ،میرا دل چاہتا تھا کہ مجھے اور دیں اور فرمایا کہ اے بھائی! اگر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رات کو تمہیں اس سے زیادہ دیے ہوتے تو میں زیادہ دیتا حضرت علی فرماتے ہیں: مجھے تعجب ہوا کہ جو خواب میں نے رات کو دیکھا تھا وہ سب ان کو معلوم تھا تو فرمایا کہ اے علی! مؤمن نورِ ایمان سے دیکھ لیتا ہے، میں نے کہا کہ امیر المؤمنین! آپ سچ فرماتے ہیں، میں نے ایسا ہی خواب دیکھا تھا اور آپ کے ہاتھ سے بھی چھواروں کی وہی لذت پائی جو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک سے ملی تھی۔

۸ ...... ایک روز جمعہ کے دن خطبہ پڑھا اور اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ذکر کر کے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک مرغ نے میرے تین چونچیں ماریں اور اس کی تعبیر میں یہی سمجھتا ہوں کہ میری موت اب قریب ہے۔

۹ ......ایک مرتبہ آپ کے زمانہ میں زلزلہ آیا بار بار زمین ہلتی تھی تو آپ نے اللہ کی حمد وثنا بیان کی اور ایک درّہ زمین پر مارا اور فرمایا: ساکن ہوجا کیا میں نے تیرے اوپر عدل نہیں کیا فوراً زلزلہ موقوف ہوگیا

۱۰ ...... حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں حضرت زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ کی جب وفات ہوئی اور ان کو کفن پہنایا گیا تو ان کے سینہ سے گنگناہٹ محسوس ہوئی اس کے بعد انہوں نے کلام کیا، کہا کہ:

أَحْمَدُ أَحْمَدُ فِي الْكِتَابِ الْأَوَّلِ، صَدَقَ صَدَقَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ الضَّعِيفُ فِي نَفْسِهِ الْقَوِيُّ فِي أَمْرِ اللهِ فِي الْكِتَابِ الْأَوَّلِ، صَدَقَ صَدَقَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ الْقَوِيُّ الْأَمِينُ فِي الْكِتَابِ الْأَوَّلِ، صَدَقَ صَدَقَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ عَلَى مِنْهَاجِهِمْ، مَضَتْ أَرْبَعٌ وَبَقِيَتْ سَنَتَانِ، أَتَتِ الْفِتَنُ وَأَكَلَ الشَّدِيدُ الضَّعِيفَ، وَقَامَتِ السَّاعَةُ، وَسَيَأْتِيكُمْ عَنْ

جَيْشِكُمْ خَبَرٌ بِبِئْرِ أَرِيسَ، وَمَا بِئْرُ أَرِيسَ۔

ترجمہ:...... احمد احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اگلی کتاب میں سچے ہیں، ابو بکر صدیق جو اپنے کاموں میں کمزور اور اللہ کے کاموں میں طاقتور ہیں اگلی کتاب میں سچے ہیں۔ عمر بن خطاب ؓ جو بڑے طاقتور اور امانت دار ہیں، اگلی کتاب میں سچے ہیں، عثمان بن عفان ؓ انہی تینوں کی روش پر چار سال گزار چکے ہیں، دو باقی ہیں، فتنے قریب آگئے اور طاقتور نے کمزور کو کھالیا قیامت قائم ہوگئی اور عنقریب تمہارے پاس اریس نامی کنویں کی خبر آئے گی اور وہ بری چیز ہے۔ (اس کنویں میں حضرت عثمان ؓ کے ہاتھ سے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انگشتری گر گئی تھی)۔

اس کے بعد قبیلہ بنی خطم کے ایک شخص کی وفات ہوئی، انہوں نے بھی کفن پہنانے کے بعد کلام کیا، انہوں نے کہا کہ ان اخا بنی الحارث بن الخزرج صدق۔

بنی حارث بن خزرج کے آدمی یعنی زید بن خارجہ نے جو کچھ کہا سچ کہا۔

۱۱ ...... جابس بن سعد طائی نے خواب دیکھا کہ آفتاب اور ماہتاب میں باہم جنگ ہوئی اور ہر ایک کے ساتھ کچھ کچھ ستارے ہیں، یہ خواب انہوں نے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے بیان کیا، آپ نے پوچھا کہ تم کس کے ساتھ تھے؟ انہوں نے کہا: میں چاند کے ساتھ تھا، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اب میں تم کو کسی کام پر مقرر نہ کروں گا، تم تاریک نشانی کے ساتھ تھے چنانچہ یہ جنگِ صفین میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے اور اسی جنگ میں شہید ہوئے۔

۱۲ ...... ایک پہاڑ کی ایک کھوہ سے آگ نکلا کرتی تھی اور جہاں تک پہنچتی تھی، سب کو جلا کر خاکستر کر دیتی تھی۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بھی وہ آگ نمودار ہوئی تو آپ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ یا حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ جاؤ اس آگ کو اسی کھوہ کے اندر داخل کر آؤ چنانچہ وہ گئے اور انہوں نے اپنی چادر سے اس آگ کو ہنکانا شروع کیا، یہاں تک کہ وہ کھوہ میں چلی گئی پھر کبھی وہ آگ نمودار نہیں ہوئی۔

۱۳ ...... ایک مرتبہ ایک عجمی شخص مدینہ منورہ میں آیا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو وہ تلاش کر رہا تھا، کسی نے بتایا کہ وہ کہیں جنگل میں سو رہے ہوں گے چنانچہ وہ جنگل کی طرف گیا، دیکھا تو آپ زمین پر لیٹے ہوئے درّہ سر کے نیچے رکھے ہوئے سو رہے ہیں۔ اس عجمی نے اپنے دل میں خیال کیا کہ سارے جہاں میں اس شخص کی وجہ سے فتنہ برپا ہے، اس کا قتل کر دینا تو بہت آسان ہے، یہ خیال کر کے اس نے تلوار نکالی فوراً دو شیر نمودار ہوئے اور اس عجمی کی طرف لپکے عجمی فریاد کرنے لگا۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بیدار ہو گئے اس عجمی نے سارا قصہ آپ سے بیان کیا اور مسلمان ہو گیا۔

(۱۴)...... ایک مرتبہ ایک لشکر آپ کا کسی دور دراز مقام میں مشغول جہاد تھا ایک دن مدینہ منورہ میں بیٹھے بیٹھے آپ نے بلند آواز سے فرمایا: لبّیکاہ۔ کسی کی سمجھ میں نہ آیا کیا بات ہے یہاں تک کہ وہ لشکر واپس آیا اور سردار لشکر نے فتوحات کا بیان شروع کیا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ان باتوں کو رہنے دو اس شخص کا حال بیان کرو جس کو تم نے جبراً پانی میں بھیجا تھا اس پر کیا گزری، سردارِ لشکر نے کہا کہ امیر المؤمنین! اللہ کی قسم! میں نے اس کے ساتھ بدی کا ارادہ نہیں کیا تھا، بات یہ ہوئی کہ ہم لوگ ایک پانی پر پہنچے جس کی گہرائی کی حد معلوم نہ تھی کہ اس سے عبور کیا جا سکے، لہٰذا میں نے اس شخص کو برہنہ کیا اور پانی میں بھیجا، ہوا بہت ٹھنڈی تھی، اس شخص پر ہوا کا اثر ہو گیا اور اس نے فریاد کی ''واعمراہ واعمراہ'' اس کے بعد وہ شخص سردی کی شدت سے ہلاک ہو گیا۔

جب لوگوں نے اس قصہ کو سنا تو سمجھا کہ وہ اس دن کی لبیک اسی مظلوم کے جواب میں تھی۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے سردار لشکر سے فرمایا کہ یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ میرے بعد ایک دستور قائم ہو جائے گا تو یقیناً میں تیری گردن مار دیتا، اچھا جا، اس مقتول کے اہل وعیال کو خون بہا ادا کر اور کبھی اپنی صورت مجھے نہ دکھانا ایک مسلمان کا قتل ہو جانا میرے نزدیک بہت کافروں کے قتل سے زیادہ ہے۔

(۱۵)...... جس روز آپ کی وفات ہوئی اس دن یہ اشعار ہاتف غیبی کے سنے گئے مگر کہنے والا نظر نہ آیا: ؎

لِيَبْكِ عَلَى الْإِسْلَامِ مَنْ كَانَ بَاكِيًا فَقَدْ أَوْشَكُوا هَلْكَى، وَمَا قِدَمُ الْعَهْدِ

وَأَدْبَرَتِ الدُّنْيَا وَأَدْبَرَ خَيْرُهَا وَقَدْ مَلَّهَا مَنْ كَانَ يُوقِنُ بِالْوَعْدِ

ترجمہ:...... اسلام پر جس کو رونا ہو وہ روئے بھی زیادہ زمانہ نہیں گزرا لوگ ہلاکت کو پہنچ گئے دنیا سے خیر و برکت جاتی رہی اور اچھے لوگ دنیا میں پریشان ہو گئے۔ (ترجمہ خلاصہ)

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے کلمات طیبات

حقیقت یہ ہے کہ اگر آپ کا کلام جمع کیا جائے تو ایک ضخیم مجلد تیار ہو جائے ازالۃ الخفاء میں جس قدر ذخیرہ آپ کے کلام کا ہے اگر اسی کو علیحدہ کر کے یکجا کر لیا جائے تو نہج البلاغہ[1] سے دس گنی حجم کی کتاب بن جائے اور پھر بھی یہ فرق ہو گا کہ نہج البلاغہ کا اکثر حصہ افتراء ہے اور اس میں دینی اور

[1] نہج البلاغہ شیعوں کی وہ کتاب ہے جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا کلام انہوں نے جمع کیا ہے۔

مذہبی تعلیمات بہت کم ہیں، اِدھر اُدھر کے قصے اور لوگوں کی شکایت زیادہ ہے اور اس کی عبارت مشکل اور غریب الاستعمال لغات کی وجہ سے مشکل در مشکل ہیں جو ایک ناصح و معلم کی شان کے بالکل منافی ہے، بخلاف اس کے یہاں کوئی بات نہیں ہے، نہ کوئی قصہ ہے، نہ کسی کی شکایت ہے خالص مذہبی تعلیم ہے اور عبارت اس قدر سہل وسادہ ہے کہ ہر شخص بہ آسانی سمجھ سکتا ہے بالکل احادیثِ نبویہ کا رنگ ہے۔

''ازالۃ الخفاء'' میں دو مستقل رسالے آپ کے اقوال وآثار کے ہیں ایک وہ جس میں مسائل فقہیہ کا بیان ہے، کتاب الطہارۃ سے لے کر کتاب المیراث تک تمام ابواب فقہیہ میں آپ کی تعلیمات کو درج کر دیا ہے، دوسرا رسالہ تصوف کے متعلق ہے۔ حضرت فاروق اعظم ؓ نے مہماتِ تصوف اور معارف وسلوک کے متعلق جو تعلیم دی ہے وہ سب اس رسالے میں درج کر دی ہے، آیاتِ قرانیہ کی تفسیر میں جو کچھ ارشاد فرمایا ہے وہ علیحدہ ہے اور متفرق کلام علیحدہ ہے اس مقام پر انہی متفرق کلمات میں سے چند بطور نمونے کے نقل کیے جاتے ہیں:

۱ ...... اپنے تمام حکام کو یہ گشتی فرمان بھیجا:

''تمہارے کاموں میں سب سے زیادہ اہتمام کے قابل میرے نزدیک نماز ہے، جس نے نماز کی حفاظت کی اس نے اپنا دین محفوظ کرلیا اور جس نے نماز کو ضایع کر دیا وہ دوسری چیزوں کو بدرجہ اولیٰ ضائع کر دے گا، ظہر کی نماز اس وقت پڑھو، جب سایہ ایک ہاتھ ہو جائے ایک مثل تک عصر کی نماز ایسے وقت پڑھو کہ آفتاب اونچا ہو، زرد نہ ہوا اور سوار دو فرسخ یا تین فرسخ قبل غروب کے چل سکے اور مغرب کی نماز آفتاب غروب ہوتے ہی پڑھو اور عشا کی نماز شفق غائب ہونے کے بعد سے ایک تہائی رات تک پڑھو جو شخص عشا پڑھنے سے پہلے سو جائے، خدا کرے اس کی آنکھوں کو آرام نہ ملے اور صبح کی نماز ایسے وقت پڑھو کہ تارے نکلے ہو۔''

۲ ...... فرمایا: دعا آسمان وزمین کے درمیان میں رہتی ہے یہاں تک کہ نبی ﷺ پر درود پڑھا جائے

۳ ...... فرمایا کرتے تھے کہ سب سے افضل عبادت یہ ہے کہ فرائض کو ادا کرے اور منہیات سے بچے اور اپنی نیت خدا کے ساتھ درست رکھے۔

۴ ...... حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو آپ نے لکھا کہ صبر کی دو قسمیں ہیں: ایک صبر مصیبت پر اور دوسرا صبر معصیت کے ترک پر۔ دوسری قسم صبر کی پہلی قسم سے افضل ہے اور مدار ایمان ہے۔

۵ ...... فرماتے تھے: اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم نہیں کرتا جو دوسروں پر رحم نہ کرے اور اس شخص کی خطائیں نہیں بخشتا جو دوسروں کی خطائیں نہ بخشے۔

۶ ...... اپنی آخری وصیت میں فرمایا کہ دیکھو! کتاب اللہ سے غفلت نہ کرنا جب تک تم اس کی پیروی کرتے رہو گے گمراہ نہ ہوگے، دیکھو مہاجرین کے اعزاز و اکرام میں کوتاہی نہ کرنا، مسلمان تو بہت ہوں گے مگر مہاجرین اب کہاں اور انصار کا بھی لحاظ رکھنا وہ اسلام کے ملجا و ماویٰ ہیں اور بدّ وؤں کا خیال رکھنا وہ تمہاری اصل ہیں اور ذمّی کافروں سے جو معاہدہ ہو جائے اس پر قائم رہنا۔

۷ ...... فرماتے تھے: میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جاتا ہوں جب تک یہ دونوں چیزیں تم میں رہیں گی اس وقت تک بھلائی رہے گی، ایک فیصلہ میں انصاف کرنا، دوسرے تقسیم میں انصاف کرنا۔ میں تم کو ایک راستے پر چھوڑے جاتا ہوں جس پر نشان قدم نپے ہوئے ہیں اب اگر کوئی قوم از خود کجی اختیار کرے تو وہ راستہ سے ہٹ جائے گی۔

۸ ...... اہل شام کو فرمان بھیجا کہ اپنی اولاد کو تیرنا اور تیراندازی، گھوڑے کی سواری سکھاؤ اور ان کو حکم دو کہ لوگوں کی بے آبروئی نہ کریں۔

۹ ...... فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص اپنے کو مقام تہمت سے علیحدہ نہ رکھے وہ اپنے بدگمانی کرنے والے کو ملامت نہ کرے جو شخص اپنا راز پوشیدہ رکھے گا اس کا کام اس کے اختیار میں رہے گا۔

۱۰ ...... فرماتے تھے: تین چیزیں تیرے بھائی کے دل میں تیری محبت قائم کر دیں گی جب ملاقات ہو تو سلام کرنے میں ابتدا کر، اس کے ناموں میں جو اس کو زیادہ پسند ہو اسی نام سے اس کو پکار محفل میں اس کے لیے جگہ کشادہ کر دے۔

۱۱ ...... فرماتے تھے سب سے زیادہ سخی وہ ہے جو ایسے شخص کو دے جس نے اس کو نہیں دیا اور سب سے زیادہ حلیم وہ ہے جو اپنے ظالم کا ظلم معاف کر دے۔

۱۲ ...... فرماتے تھے: طمع فقیری پیدا کرتی ہے اور بے نیازی غنی کر دیتی ہے اور ہر معاملہ میں سوا آخرت کے معاملات کے دیر کرنا بہتر ہے۔

۱۳ ...... فرماتے تھے: جب کوئی بندہ اللہ کے لیے تواضع کرتا ہے تو اللہ اس کی حکمت کو بلند کر دیتا ہے وہ اپنی نظر میں حقیر ہوتا ہے مگر لوگوں میں اس کی عزت ہوتی ہے۔

۱۴ ...... فرماتے تھے: زنا کی کثرت سے زمین میں زلزلہ آجاتا ہے اور حکام کے ظلم سے قحط پڑ جاتا ہے

۱۵...... فرماتے تھے: جو شخص چاہتا ہو کہ میری زندگی کامیابی سے گزرے اس کو چاہیے کہ اپنے باپ کے بعد اس کے دوستوں سے نیک سلوک کرے۔

۱۶...... ایک شخص کو آپ نے نصیحت کی اور فرمایا کہ وہ کام کیا کرو کہ اگر تم کو اس کام میں کوئی دیکھ لے تو تم کو ناگوار نہ ہو۔

۱۷...... فرمایا کرتے تھے کہ علماء کے مجلسوں سے علیحدہ نہ رہا کرو خدا نے روئے زمین پر علماء کی مجلس سے زیادہ بزرگ کوئی مقام نہیں پیدا کیا۔

۱۸...... فرماتے تھے: علم حاصل کرو اور علم کے لیے سکینہ، وقار اور حلم سیکھو۔

۱۹...... فرماتے تھے: جب کسی عالم کو دیکھو کہ دنیا سے محبت رکھتا ہے تو دین کی بات میں اس کا اعتبار نہ کرو۔

۲۰......فرماتے تھے: ایک عالم کا مرجانا ہزار عابد قائم الیل صائم النہار کے مرجانے سے بڑھ کر ہے

۲۱...... فرماتے تھے: توبہ کرنے والوں کے پاس بیٹھا کرو ان کے دل بہت نرم ہوتے ہیں۔

۲۲...... ایک روز احنف بن قیس سے آپ نے پوچھا کہ سب سے زیادہ جاہل کون ہے؟ انہوں نے کہا: جو آخرت کو دنیا کے عوض میں بیچ ڈالے آپ نے فرمایا کہ میں اس سے بھی زیادہ جاہل تم کو بتاؤں جو دوسرے کی دنیا کے لیے اپنی آخرت کو بیچ ڈالے۔

۲۳...... حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے نام ایک فرمان بھیجا، اس میں لکھا کہ قوت کی بات یہ ہے کہ آج کا کام کل کے لیے نہ اٹھا رکھو اور جب دنیا و آخرت میں مقابلہ ہو تو آخرت اختیار کرو کیوں کہ دنیا فنا ہونے والی ہے اور کتاب اللہ کا علم حاصل کرو کیوں کہ اس میں علم کے چشمے اور دلوں کی بہار ہے۔

۲۴...... ایک روز فرمایا کہ ہم لوگ قرض دینے کو بخیلی کی علامت قرار دیتے تھے، ہم لوگ ضرورت والے کو یوں ہی دے دیا کرتے تھے۔

۲۵...... فرماتے تھے: دنیا کو کم حاصل کرو تو آزادانہ زندگی ہوگی اور گناہ کم کرو تو موت آسان ہوجائے گی۔

۲۶......اکثر چھوٹے بچے کا ہاتھ پکڑ کر فرماتے تھے: میرے لیے دعا کر کیوں کہ تو نے ابھی گناہ نہیں کیا۔

۲۷...... اخیر عمر میں بکثرت یہ دعا مانگا کرتے تھے کہ یا اللہ مجھے اپنی راہ میں شہادت عطا فرما اور اپنے رسول کے شہر میں موت دے۔

(۲۸)...... اخیر وقت میں شعر پڑھا:

ظلوم لنفسی غیر انی مسلم — اصلی الصلوۃ کلھا و اصوم

ترجمہ:...... میں اپنی جان پر ظلم کرنے والا ہوں سوا اس کے کہ میں مسلمان ہوں سب نمازیں پڑھ لیتا ہوں اور روزے رکھ لیتا ہوں۔

(۲۹)...... زخمی ہونے کے بعد نماز پڑھی اور زخم سے خون جاری تھا اور فرمایا کہ جس کی نماز جاتی رہی اس کا دین میں کچھ حصہ نہیں۔

(۳۰)...... بالکل آخری وقت میں زمین پر اپنا منہ رکھ دیا اور فرمایا کہ عمر کی خرابی ہے اگر پروردگار نے اس کی خطاؤں کو نہ بخش دیا۔

حضرت فاروق اعظمؓ کی شہادت

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت اسلام کے ان مصائب میں ہے جن کی تلافی نہ ہوئی اور نہ ہوسکتی ہے، جس دن سے وہ مسلمان ہوئے دین الٰہی کی شوکت وعزت بڑھ گئی اور اپنے عہدِ خلافت میں تو وہ کام کیے جن کی نظیر چشمِ فلک نے نہیں دیکھی اور جس دن دنیا سے رخصت ہوئے مسلمانوں کا اقبال بھی رخصت ہوگیا۔

مختصر حال:...... آپ کی شہادت کا یہ ہے کہ جب آپ اپنے آخری حج سے واپس ہوئے تو وادی محصب میں اپنی چادر سر کے نیچے رکھے ہوئے تھے، چاند کی طرف جو نظر کی تو اس کی روشنی اور اس کی تنویر آپ کو اچھی معلوم ہوئی فرمایا کہ دیکھو ابتدا میں یہ کمزور تھا پھر بڑھتے بڑھتے یہ پورا ہوا اور اب پھر گھٹنا شروع ہوگا یہی حال دنیا میں تمام چیزوں کا ہے پھر دعا مانگی کہ اے اللہ! میری رعیت بہت بڑھ گئی ہے اور میں اب کمزور ہوگیا خداوندا قبل اس کے کہ مجھ سے فرائض خلافت میں کچھ قصور ہو مجھے دنیا سے اٹھا لے۔ اس کے بعد مدینہ میں پہنچ کر آپ نے خواب دیکھا کہ ایک سرخ مرغ نے آپ کے شکم مبارک میں تین چونچیں ماریں۔ آپ نے یہ خواب لوگوں سے بیان کیا اور فرمایا کہ اب میری موت قریب ہے۔

اس کے بعد یہ ہوا کہ ایک روز اپنے معمول کے مطابق بہت سویرے نماز کے لیے مسجد تشریف لے گئے، اس وقت ایک درّہ آپ کے ہاتھ میں ہوتا تھا اور سونے والوں کو اپنے درّہ سے جگاتے تھے، مسجد پہنچ کر نمازیوں کی صفیں درست کرنے کا حکم دیتے تھے، اس کے بعد نماز شروع فرماتے

تھے اور نماز میں بڑی بڑی سورتیں پڑھتے تھے،اس روز بھی آپ نے ایسا ہی کیا،نماز ویسے ہی آپ نے شروع کی تھی،صرف تکبیر تحریمہ کہنے پائے تھے کہ ایک مجوسی کافر ابولؤلؤ (جو حضرت مغیرہ کا غلام تھا)ایک زہر آلود خنجر لیے ہوئے مسجد کی محراب میں چھپا ہوا بیٹھا تھا،اس نے آپ کے شکم مبارک میں تین زخم کاری اس خنجر کے لگائے،آپ بے ہوش ہو کر گر گئے اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر بجائے آپ کے امامت کی اور مختصر نماز پڑھا کر سلام پھیرا۔

ابولؤلؤ نے چاہا کہ کسی طرح مسجد سے باہر نکل کر بھاگ جائے۔مگر نمازیوں کی صفیں مثل دیوار کے حائل تھیں ان سے نکل جانا آسان نہ تھا،لہٰذا اس نے اور صحابیوں کو بھی زخمی کرنا شروع کر دیا، تیرہ صحابی زخمی ہوئے جن میں سے سات جان بر نہ ہو سکے،اتنے میں نماز ختم ہو گئی اور ابولؤلؤ پکڑ لیا گیا،جب اس نے دیکھا کہ میں گرفتار ہو گیا تو اسی خنجر سے اس نے اپنے کو ہلاک کر لیا۔

اتنا بڑا عظیم الشان واقعہ ہوا مگر کسی مسلمان نے نماز نہیں توڑی،نماز پورے اطمینان کے ساتھ ختم کی گئی،نماز کے بعد حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو لوگ اٹھا کر ان کے مکان پر لے گئے،تھوڑی دیر کے بعد آپ کو ہوش آیا اور آپ نے فجر کی نماز اسی حالت میں ادا کی۔

سب سے پہلے آپ نے سوال کیا کہ میرا قاتل کون ہے؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: ابولؤلؤ مجوسی کافر یہ سن کر آپ نے تکبیر ایسی بلند آواز سے کہی کہ باہر تک آواز گئی اور فرمایا:

اللہ کا شکر ہے کہ ایک کافر کے ہاتھ سے مجھے شہادت ہوئی۔

یہ ابولؤلؤ ایک مرتبہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں یہ شکایت لے کر گیا تھا کہ میرے مالک نے مجھ پر محصول زیادہ باندھا ہے آپ اس میں کمی کرا دیجیے آپ نے محصول کی تعداد دریافت کی اور پوچھا کہ تو کیا کام کرتا ہے اس نے کہا میں چکی بناتا ہوں آپ نے فرمایا کہ اس کام کا کرنے والا عرب میں تیرے سوا کوئی نہیں ہے لہٰذا یہ محصول کام کے لحاظ سے زائد نہیں ہے۔پھر آپ نے فرمایا کہ ایک چکی ہمارے لیے بھی بنا دے اس نے کہا بہت اچھا۔آپ کے لیے ایسی عمدہ چکی بنا دوں گا کہ تمام دنیا میں اس کی شہرت ہوگی،آپ نے فرمایا: دیکھو! یہ غلام مجھے قتل کی دھمکی دیتا ہے

کسی نے کہا: امیر المؤمنین! آپ حکم دیں تو ابھی اس کو گرفتار کر لیا جائے،آپ نے فرمایا: کیا جرم سے پہلے سزا دی جائے،اسی وقت سے ابولؤلؤ نے ایک خنجر بنایا اور اس کو زہر میں بجھانا شروع کیا اور اسی فکر میں رہا۔حضرت فاروق اعظم کے اس حادثے کی خبر نے تمام مدینے میں کہرام

بپا کردیا۔ تمام مہاجرین وانصار آپ کو گھیرے ہوئے بیٹھے تھے اور کہہ رہے تھے کہ کاش! ہماری عمریں آپ کو دے دی جائیں اور آپ ابھی اسلام کی خدمت کے لیے قائم رہیں۔

دوا وعلاج کی بھی کوشش کی گئی مگر کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی، جب صحابہ کرامؓ کو یہ معلوم ہوا کہ آپ کی حیات توقع نہیں ہے، اس وقت عجیب حالت سب کی تھی سب نے جا کر آپ سے کہا: امیر المؤمنین! اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے آپ نے کتاب اللہ کی پیروی کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر عمل کیا۔ اس کے بعد آپ نے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کو اپنی جگہ پر امام نماز بنادیا اور فرمایا: میرے بعد تین دن کے اندر اندر خلیفہ کا انتخاب کر لینا۔

پھر اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جاؤ اور میری طرف سے بعد سلام کے عرض کرو کہ میری دِلی خواہش یہ ہے کہ میں اپنے صاحبین کے ساتھ دفن کیا جاؤں، اگر اس میں آپ کو کچھ تکلیف یا نقصان ہو تو پھر جنت البقیع میرے لیے بہتر ہے چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما گئے اور ام المومنینؓ کو پیغام پہنچایا، انہوں نے فرمایا کہ وہ جگہ میں نے اپنے لیے رکھی تھی، مگر میں ان کو اپنے اوپر ترجیح دیتی ہوں جس وقت یہ خوشخبری حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے آپ کو پہنچائی تو آپ بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ اللہ کا شکر ہے کہ میری سب سے بڑی خواہش یہی تھی وہ بھی اس نے پوری کردی۔ اس کے بعد پھر نزع کی حالت شروع ہوگئی اسی حالت میں ایک جوان آپ کے پاس آیا جس کی ازار ٹخنوں سے نیچے تھی آپ نے فرمایا: اے بھتیجے! ازار ٹخنوں سے اونچی رکھا کرو اس میں کپڑا بھی صاف رہتا ہے اور خدا کی اطاعت بھی ہے۔

جب آپ کا جنازہ نماز کے لیے لایا گیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے پہلے سے یہی خیال تھا کہ آپ دونوں کا مدفن بھی رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہوگا، کیوں کہ میں سنا کرتا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر بات میں اپنے ذکر کے ساتھ آپ دونوں کا ذکر کیا کرتے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں خدا سے دعا مانگا کرتا تھا یا اللہ جیسا نامۂ اعمال عمر بن خطابؓ کا ہے میرا نامۂ اعمال بھی ایسا ہی ہو۔

۲۷ رذی الحجہ کو بروز چہار شنبہ کو زخمی ہوئے تھے اور پانچویں دن یکم محرم کو بروز یک شنبہ بعمر تریسٹھ سال رحلت فرمائی۔

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور خاص روضۂ نبوی میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پہلو میں آپ کی قبر مبارک بنائی گئی۔

اس روضۂ مقدسہ کے اندر صرف تین قبریں ہیں:

۱ ...... ایک رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی۔

۲ ...... دوسری ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی۔

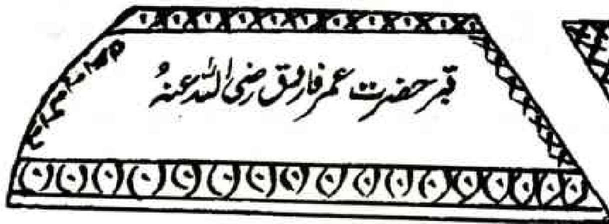
۳ ...... تیسری حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی۔

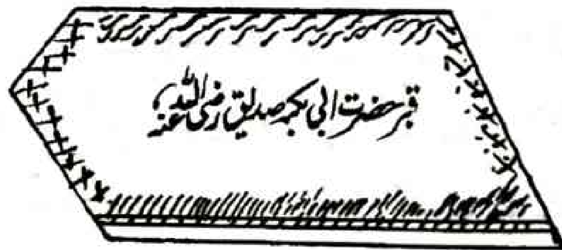
حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا سر مبارک اپنے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شانہ اقدس کے برابر ہے اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک پائنتی کی جانب ہے۔

تینوں قبور مقدسہ کی شکل وترتیب اس طرح ہے:

تینوں قبور مقدسہ کی شکل و ترتیب یہ ہے :-







حضرت فاروق اعظم کے فضائل میں چند آیات واحادیث

علاوہ ان آیات کے جن میں عموماً صحابہ کرامؓ کی یا مہاجرین کی مدح وثنا ارشاد فرمائی گئی ہے خصوصیت کے ساتھ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے فضائل میں متعدد آیات قرانیہ نازل ہوئی ہیں اور یہ چیز تو ان کی روشن خصوصیات ہیں کہ ان کی خواہش اور ان کی رائے کی تائید وموافقت میں اکثر آیاتِ قرآنیہ کا نزول ہوا جس سے حق تعالیٰ نے یہ بات ظاہر فرمادی کہ ان کی فطرت وطبیعت ملاءِ اعلیٰ کے رنگ میں پورے طور پر رنگین ہوچکی ہے، اس مقام پر انہی آخری دوقسموں کی چند آیات کا حوالہ بطور مثال کے دیا جاتا ہے:

(۱) ...... آیت اظہارِ دین جو قرآن مجید میں تین جگہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بعثت کا مقصد یہ بیان فرمایا ہے کہ دینِ برحق کو دنیا کے تمام مذاہب پر غلبہ حاصل ہوجائے:

لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ اور ظاہر ہے کہ یہ مقصد اس وقت تک پورا نہیں ہوسکتا تھا جب تک کہ ایران وروم کی دوزبردست سلطنتیں جن سے کفر اور اہل کفر کو ہر قسم کی قوت وشوکت حاصل تھی زیروزبر نہ ہوجائیں پس گویا آیت میں فتح ایران وروم کو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بعثت کا مقصد قرار دیا گیا اور یہ مقصود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں حاصل نہیں ہوا بلکہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں سے پورا ہوا، ان ہی کے زمانہ خلافت میں یہ دونوں سلطنتیں مسلمانوں کے قبضہ میں آئیں اور دین برحق کی قوت تمام مذاہب سے زیادہ ہوگئی۔

اب یہ خیال کرو کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی کیسی عظیم الشان فضیلت اس آیت سے ظاہر ہوئی کہ ان کے ہاتھ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بعثت کا مقصد پورا ہوا۔ اس آیت اظہار دین کی تفسیر میں ایک مستقل رسالہ تالیف کرچکا، لہٰذا اگر کسی کو اس آیت کا مفصل استدلال دیکھنا ہو تو اس رسالہ کو دیکھیے۔

(۲) ...... آیتِ دعوت اعراب جو سورۂ اِنَّا فَتَحْنَا میں ہے جس میں حق تعالیٰ نے بطور پیشین گوئی ارشاد فرمایا ہے کہ اے نبی! جو بدّو لوگ حدیبیہ میں آپ کے ہمراہ نہ گئے تھے، ان سے فرمادیجیے کہ عنقریب ایک بلانے والا تم کو ایک سخت جنگ آور قوم سے لڑنے کے لیے بلائے گا، اگر تم اس بلانے والے کی اطاعت کروگے تو بڑا ثواب پاؤگے، ورنہ تم پر عذاب نازل ہوگا۔

یہ پیشین گوئی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانے میں پوری ہوئی کہ انہوں نے ان بدّ ووٗں کو لڑنے کے لیے بلایا، لہٰذا معلوم ہوا کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا بارگاہِ خداوندی میں وہ مرتبہ ہے کہ آپ کی اطاعت پر قرآن شریف میں وعدہ ثواب ارشاد ہوا اور آپ کے باغی کو خدا نے ''عذاب الیم'' کی تہدید فرمائی۔ اس آیت دعوت اعراب کی تفسیر میں بھی ایک مستقل رسالہ ہو چکا ہے، اس کو دیکھ کر نہایت مفصل استدلال کا علم ہو سکتا ہے۔

ان دونوں آیتوں کے علاوہ اور آیتیں بھی ہیں مگر نمونہ کے لیے سرِ دست اسی قدر کافی ہیں، اب ان آیات واحکامِ خداوندی کو دیکھو جو ان کی رائے اور خواہش کی تائید میں نازل ہوئے۔

۳ ...... حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو بڑی خواہش اس بات کی تھی کہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو پردہ کا حکم دیا جائے چنانچہ قرآن مجید میں ان کے لیے پردے کا حکم آگیا آپ بار بار یہ آرزو ظاہر کرتے تھے کہ مقامِ ابراہیم علیہ السلام کو مصلیٰ بنایا جائے، آخر قرآن مجید میں حکم آگیا کہ مقام ابراہیم کو مصلیٰ بناؤ۔ قیدیانِ بدر کے متعلق آپ کی رائے یہ تھی کہ ان سے فدیہ نہ لیا جائے بلکہ سب کو قتل کر دیا جائے۔ اس کی تائید میں قرآن مجید میں آیت نازل ہوئی۔ شراب کے حرام کیے جانے کی آپ کو بڑی تمنا تھی آخر قرآن میں شراب کی حرمت کا حکم آگیا، منافقین کی نماز جنازہ پڑھنے سے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو روکا کرتے تھے۔ آخر قرآن مجید میں حکم آگیا کہ وَلَا تُصَلِّ عَلٰى اَحَدٍ مِّنْهُمْ. اذان کی مشروعیت سے پہلے آپ نے عرض کیا تھا: یارسول اللہ! نماز کی اطلاع کا کوئی مستقل نظام ہو، بعض علماء نے مستقل کتابیں اس موضوع پر لکھی ہیں اور اس قسم کے تمام احکام شرعیہ کو ایک جگہ جمع کیا ہے۔

احادیث

۱ ...... عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا ابْنَ الْخَطَّابِ! وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، مَا لَقِيَكَ الشَّيْطَانُ قَطُّ سَالِكًا فَجًّا إِلَّا سَلَكَ فَجًّا غَيْرَ فَجِّكَ (متفق عليه) وفى الترمذی: إِنَّ الشَّيْطَانَ لَيَخَافُ مِنْكَ يَا عُمَرُ۔

ترجمہ: ...... حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے ابن خطاب! قسم ہے اس کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ شیطان جب تم کو راستے میں چلتے ہوئے دیکھتا ہے تو اس راستے کو چھوڑ کر دوسرے راستے میں چلنے لگتا ہے (بخاری مسلم) اور ترمذی میں ہے کہ

تحقیق شیطان تم سے اے عمر ڈرتا ہے۔

ف:......اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کسی بات میں شیطان کا دخل نہیں ہوسکتا، یہ صفت اگر عصمت نہیں تو ظلِ عصمت ہونے میں کیا شبہ ہوسکتا ہے۔

(۲)...... عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: رَأَيْتُنِي دَخَلْتُ الجَنَّةَ، فَإِذَا أَنَا بِالرُّمَيْصَاءِ، امْرَأَةِ أَبِي طَلْحَةَ، وَسَمِعْتُ خَشَفَةً، فَقُلْتُ: مَنْ هَذَا؟ فَقَالَ: هَذَا بِلاَلٌ، وَرَأَيْتُ قَصْرًا بِفِنَائِهِ جَارِيَةٌ، فَقُلْتُ: لِمَنْ هَذَا؟ فَقَالَ: لِعُمَرَ، فَأَرَدْتُ أَنْ أَدْخُلَهُ فَأَنْظُرَ إِلَيْهِ، فَذَكَرْتُ غَيْرَتَكَ فَقَالَ عُمَرُ: بِأَبِي وَأُمِّي يَا رَسُولَ اللهِ أَعَلَيْكَ أَغَارُ۔ (متفق علیه)

ترجمہ:......حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے ابوطلحہ کی بی بی رمیصا کو دیکھا اور میں نے کسی کے چلنے کی آواز سنی تو پوچھا: یہ کون ہے؟ فرشتوں نے کہا: یہ بلال ہیں اور میں نے ایک محل وہاں دیکھا تو پوچھا کہ یہ کس کا ہے؟ لوگوں نے کہا: عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا ہے۔ میرا ارادہ ہوا کہ اس محل کے اندر جا کر اس کو دیکھوں مگر مجھ کو (اے عمر!) تمہاری غیرت کا خیال آگیا، یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ یارسول اللہ! میرے باپ اور ماں آپ پر فدا ہوں کیا میں آپ کے اوپر غیرت کرتا۔ (بخاری مسلم)

(۳)......عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُ النَّاسَ يُعْرَضُونَ عَلَيَّ، وَعَلَيْهِمْ قُمُصٌ، فَمِنْهَا مَا يَبْلُغُ الثُّدِيَ، وَمِنْهَا مَا يَبْلُغُ دُونَ ذَلِكَ، وَعُرِضَ عَلَيَّ عُمَرُ وَعَلَيْهِ قَمِيصٌ اجْتَرَّهُ، قَالُوا: فَمَا أَوَّلْتَ ذَلِكَ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ: الدِّينَ۔ (متفق علیه)

ترجمہ:......حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک روز فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ لوگ قمیص پہنے ہوئے ہیں، کسی کا قمیص پستان تک ہے اور کسی کا اس سے نیچا اور عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو میرے سامنے لائے گئے تو ان کا قمیص اتنا نیچا تھا کہ چلنے میں زمین پر گھسٹتا جاتا تھا، لوگوں نے کہا: یارسول اللہ! اس کی تعبیر آپ نے کیا دی؟ فرمایا: دین۔ (بخاری ومسلم)

ف:......معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سراپا دین تھے، ان کا دین ان کی ہستی سے بھی زائد تھا۔

④...... عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَقَدْ كَانَ فِيمَا قَبْلَكُمْ مِنَ الْأُمَمِ مُحَدَّثُونَ، فَإِنْ يَكُ فِي أُمَّتِي أَحَدٌ، فَإِنَّهُ عُمَرُ (متفق عليه)

ترجمہ:...... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم سے پہلے کی امتوں میں کچھ لوگ محدث ہوتے تھے یعنی اللہ تعالیٰ کی ہم کلامی ان کو حاصل ہوتی تھی، میری امت میں اگر کوئی ایسا ہے تو یقیناً وہ عمر ہی ہیں۔ (بخاری ومسلم)

⑤...... عن ابن عمر قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ أُتِيتُ بِقَدَحِ لَبَنٍ، فَشَرِبْتُ مِنْهُ، حَتَّى إِنِّي لَأَرَى الرِّيَّ يَخْرُجُ مِنْ أَظْفَارِي، ثُمَّ أَعْطَيْتُ فَضْلِي يَعْنِي عُمَرَ قَالُوا: فَمَا أَوَّلْتَهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: الْعِلْمَ۔ (متفق عليه)

ترجمہ:...... حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اس حال میں کہ میں سو رہا تھا مجھے ایک جام دودھ کا دیا گیا، میں نے پیا یہاں تک کہ سیرابی کو میں نے دیکھا کہ میرے ناخنوں سے نکلنے لگی پھر اپنا بچا ہوا ابن الخطاب کو دے دیا۔ لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ نے اس کی کیا تعبیر لی؟ آپ نے فرمایا کہ علم۔ (بخاری ومسلم)

ف:...... اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ علم دین میں بڑی فوقیت رکھتے تھے، رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چھوڑا ہوا سب ان کے پاس تھا یہی وجہ تھی کہ جب آپ کی وفات ہوئی تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ علم کے دس حصوں میں نو حصے لے گئے۔ کسی نے کہا: ابھی اجل صحابہ موجود ہیں، ان کے ہوتے ہوئے آپ ایسا کہتے ہیں تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں وہ علم مراد نہیں لیتا جو تم سمجھتے ہو بلکہ علم باللہ مراد لیتا ہوں۔

⑥...... عن ابي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُنِي عَلَى قَلِيبٍ عَلَيْهَا دَلْوٌ، فَنَزَعْتُ مِنْهَا مَا شَاءَ اللَّهُ، ثُمَّ أَخَذَهَا ابْنُ أَبِي قُحَافَةَ فَنَزَعَ بِهَا ذَنُوبًا أَوْ ذَنُوبَيْنِ، وَفِي نَزْعِهِ ضَعْفٌ، وَاللهُ يَغْفِرُ لَهُ ضَعْفَهُ، ثُمَّ اسْتَحَالَتْ غَرْبًا، فَأَخَذَهَا ابْنُ الخَطَّابِ فَلَمْ أَرَ عَبْقَرِيًّا مِنَ النَّاسِ يَنْزِعُ نَزْعَ عُمَرَ، حَتَّى ضَرَبَ النَّاسُ بِعَطَنٍ۔ وَفِي رِوَايَة ابن عُمَر قَالَ ثُمَّ أَخَذَهَا عُمَرُ بْنُ الخَطَّابِ مِنْ يَدِ أَبِي بَكْرٍ، فَاسْتَحَالَتْ فِي يَدِهِ غَرْبًا، فَلَمْ أَرَ عَبْقَرِيًّا مِنَ النَّاسِ يَفْرِي فَرْيَهُ، حَتَّى ضَرَبَ النَّاسُ بِعَطَنٍ۔ (متفق عليه)

ترجمہ:...... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ایک کنویں پر کھڑا ہوں اور اس پر ڈول رکھا ہے میں نے اس کنویں سے جس قدر ڈول خدا کو منظور تھے نکالے پھر ابوبکر نے اس ڈول کو لے لیا اور انہوں نے ایک ڈول بلکہ دو ڈول اس کنویں سے نکالے اور ان کے نکالنے میں کچھ کمزوری تھی اللہ ان کی کمزوری کو معاف کرے پھر وہ ڈول چرس بن گیا اور اس کو عمر رضی اللہ عنہ نے لے لیا، میں نے کسی طاقتور انسان کو نہیں دیکھا کہ عمر رضی اللہ عنہ کی طرح پانی بھر سکتا ہو یہاں تک کہ تمام لوگ سیراب ہو گئے اور ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت میں اس طرح ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے وہ ڈول عمر رضی اللہ عنہ نے لے لیا اور ان کے ہاتھ جا کر وہ ڈول چرس بن گیا میں نے کسی طاقتور کو نہیں دیکھا کہ عمر رضی اللہ عنہ کی طرح پانی بھرتا ہو یہاں تک کہ لوگ سیراب ہو کر جھک گئے۔ (مسلم بخاری)

ف:...... اس حدیث میں بعد حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے خلیفہ ہونے کا صریح اشارہ ہے اور ان کی کثرت وعظمت فتوحات کا بھی بیان ہے اور یہ ارشاد فرمایا کہ میں نے اس زور وقوت کا کوئی دوسرا شخص نہیں دیکھا۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی نسبت جو کمزوری کا بیان ہے یہ ان کی نرمی اور قلت فتوحات کی طرح اشارہ ہے لیکن ان کے زمانے کے پر آشوب ہونے اور مدت خلافت کے قلیل ہونے پر قلتِ فتوحات موجبِ شکایت نہیں۔

⑦...... عَنْ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ اللَّهَ جَعَلَ الْحَقَّ عَلَى لِسَانِ عُمَرَ وَقَلْبِهِ (رواه الترمذی) وفی روايةِ أَبِي دَاوُد عَنْ أَبِي ذَرٍّ: إِنَّ اللَّهَ وَضَعَ الْحَقَّ عَلَى لِسَانِ عُمَرَ يَقُولُ بِهِ وعن على قال مَا كُنَّا نُبْعِدُ أَنَّ السَّكِينَةَ تَنْطِقُ عَلَى لِسَانِ عُمَرَ۔ (رواه البیهقی فی دلائل النبوة)

ترجمہ:...... حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تحقیق اللہ نے عمر کی زبان اور ان کے دل پر حق کو قائم کر دیا (ترمذی شریف) اور ابوداؤد میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے حق عمرؓ کی زبان پر رکھ دیا ہے وہ جو کہتے ہیں حق ہوتا ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: ہم لوگ اس بات کو بعید نہ سمجھتے تھے کہ سکینہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان پر بولتا ہے۔ (دلائل نبوت)

(۸)...... عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْ كَانَ بَعْدِي نَبِيٌّ كَانَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ۔ (رواه الترمذی)

ترجمہ:...... حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو یقیناً وہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہوتے۔ (ترمذی شریف)

(۹)...... عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ ذَاتَ يَوْمٍ وَدَخَلَ الْمَسْجِدَ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ، أَحَدُهُمَا عَنْ يَمِينِهِ وَالآخَرُ عَنْ شِمَالِهِ وَهُوَ آخِذٌ بِأَيْدِيهِمَا، وَقَالَ: هٰكَذَا نُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ (رواه الترمذی)

ترجمہ:...... حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے رویت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک روز گھر سے باہر نکل کر مسجد تشریف لے گئے اور آپ کے ہمراہ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما بھی تھے، ایک آپ کی داہنی جانب، دوسرے بائیں جانب اور آپ ان دونوں کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے اسی حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہم تینوں قیامت کے دن اسی طرح اٹھیں گے۔ (ترمذی شریف)

(۱۰)...... عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا لَهُ وَزِيرَانِ مِنْ أَهْلِ السَّمَاءِ وَ وَزِيرَانِ مِنْ أَهْلِ الأَرْضِ، فَأَمَّا وَزِيرَايَ مِنْ أَهْلِ السَّمَاءِ فَجِبْرِيلُ وَمِيكَائِيلُ، وَأَمَّا وَزِيرَايَ مِنْ أَهْلِ الأَرْضِ فَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ (رواه الترمذی)

ترجمہ:...... حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نبی کے دو وزیر آسمان والوں سے ہوتے ہیں اور دو وزیر زمین والوں سے۔ میرے دو وزیر آسمان والوں میں سے جبرئیل ومیکائل ہیں اور دو وزیر میرے زمین والوں میں ابوبکر وعمر ہیں۔ (ترمذی شریف)



امیر المؤمنین ذوالنورین عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نام ونسب:...... نام مبارک آپ کا عثمان اور لقب ''ذوالنورین''۔[1] نسب آپ کا پانچویں پشت میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ملتا ہے یعنی عبد مناف کے دوفرزندوں میں سے ایک کی اولاد میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں اور ایک کی اولاد میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور آپ کی والدہ اروٰی رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پھوپھی ام حکیم بنت عبدالمطلب کی صاحبزادی تھی۔ یہ ام حکیم وہی ہیں جو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے والد حضرت عبداللہؓ کے ساتھ توام (جڑواں) پیدا ہوئی تھیں۔غرض کہ ماں اور باپ دونوں کی طرف سے بہت قریب کی قرابت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ رکھتے تھے۔

ولادت:...... ولادت آپ کی واقعہ فیل کے چھ برس بعد ہوئی حضرت ابوبکر صدیقؓ کی رہنمائی سے مشرف بہ اسلام ہوئے، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے بہت پہلے اور حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے ایک دن پہلے دولتِ ایمان حاصل فرمائی۔

قد آپ کا متوسط اور رنگ سفید مائل زردی تھا۔ چہرہ مبارک پر چیچک کے چند نشانات تھے، سینہ کشادہ تھا، ڈاڑھی گھنی، سر میں بال رکھتے تھے۔ اخیر عمر میں زرد خضاب بالوں میں لگاتے تھے اور دانتوں کو سونے کے تار سے بندھوایا تھا۔

قبل از اسلام بھی قریش میں بڑی عزت ان کی تھی اور بڑے صاحب حیا اور بڑے سخی تھے۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے داماد تھے، دو صاحبزادیاں آپؐ کی یکے بعد دیگرے ان کے نکاح میں آئیں، پہلے حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا سے آپ کا نکاح ہوا، جب زمانہ غزوۂ بدر میں ان کی وفات ہوگئی تو پھر حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا آپ کی زوجیت میں آئیں جنہوں نے ۹ ہجری میں وفات پائی۔

حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے بعد خلافت کے لیے منتخب کیے گئے اور بارہ دن کم بارہ سال مسندِ خلافت کو رونق دینے کے بعد ۱۸؍ ذی الحجہ سن ۳۵ھ ہجری کو بڑی مظلومیت کے ساتھ باغیوں کے ہاتھ سے شہید ہوئے اور مقام حش کوکب میں دفن کیے گئے۔ یہ پہلا واقعہ تھا کہ مسلمان کی تلوار مسلمان پر اور یہ پہلا فتنہ تھا جو اس امت میں برپا ہوا جس نے برکات نبوت کا سلسلہ کاٹ دیا اور اسلامی فتوحات کا

---

[1] یہ لقب اس سبب سے ہوا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دو نورِ نظر حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ آپ کے نکاح میں آئیں حضرت عثمان کے سوا دنیا میں کوئی شخص ایسا نہیں جس کے نکاح میں کسی نبی کی دو بیٹیاں آئی ہوں۔ (تاریخ الخلفاء)

دروازہ بند کردیا مسلمانوں کی تلوار جو کافروں پر چلتی تھی اب آپس ہی میں چلنے لگی۔

حالات قبل اسلام:...... خاندان قریش کے باعزت لوگوں میں ہیں۔ اپنی ثروت اور سخاوت کی وجہ سے کافی شہرت حاصل کی تھی۔ حیا کی صفت میں آپ بے مثال تھے، گھر کے اندر دروازہ بند کر کے نہانے کے لیے کپڑے اتارتے تھے تو بھی کھڑے نہ ہوتے تھے، قبل اسلام بھی بت پرستی نہیں کی اور شراب نہیں پی اس صفت میں یہ اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ دونوں ممتاز تھے۔

حالات بعد از اسلام

(۱)...... جب حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی رہنمائی سے یہ مشرف بہ اسلام ہوئے اور ان کے مسلمان ہوجانے کا علم کفار قریش کو ہوا تو بڑی ایذائیں ان کو دی گئیں ایک روز ان کے چچا حکم بن عاص رضی اللہ عنہ نے ان کو پکڑ کر رسی سے مضبوط باندھا اور کہا کہ تم نے اپنے باپ دادا کا دین ترک کر کے نیا دین اختیار کیا ہے اللہ کی قسم! میں تم کو نہ کھولوں گا یہاں تک کہ تم اس نئے دین کو ترک کردو۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ اللہ کی قسم! میں دین اسلام کو کبھی ترک نہ کروں گا آخر ظالم اپنے ظلم سے عاجز آگئے اور ان کو رہائی ملی۔ (تاریخ الخلفاء)

(۲)...... مسلمان ہوتے ہی رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ان کے ساتھ کردیا اور جب کفار مکہ نے مسلمانوں کی ایذا رسانی پر کمر باندھی تو یہ مع حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے ہجرت کر کے ملک حبش چلے گئے، رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ عثمان پہلے شخص ہیں جنھوں نے بعد حضرت ابراہیمؑ ولوطؑ کے مع اپنے اہل بیت کے ہجرت کی۔

جب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فی الفور حبش سے واپس ہوکر مدینہ پہنچے۔ غزوۂ بدر ان کی موجودگی میں پیش آیا۔ ہاں حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کی واپسی حبش سے دیر میں ہوئی یہ لوگ غزوۂ خیبر کے بعد مدینہ پہنچے۔

(۳)...... جب حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوگئی تو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ میں اس کی بہن ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح کردوں پھر جب حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری اور کوئی بیٹی باقی ہوتی تو میں اس کا نکاح بھی عثمانؓ کے ساتھ کردیتا۔

(۴)...... مالی خدمتیں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بہت کیں اور بڑی اچھی اچھی دعائیں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی حاصل کیں۔ ازاں جملہ غزوہ تبوک میں علاوہ اس کے جو سامان جہاد کے لیے دیا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے اور آپ کے اصحاب کے لیے کھانے کا سامان حاضر کیا جو کئی اونٹوں پر لدا ہوا تھا اس وقت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر تین مرتبہ فرمایا: یا اللہ! عثمانؓ سے میں راضی ہوں تو بھی ان سے راضی رہ اور صحابہ کرامؓ سے فرمایا: تم بھی عثمانؓ کے لیے دعا کرو چنانچہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سب نے دعا مانگی۔

ازاں جملہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں چار دن کے پے در پے فاقے پیش آگئے اور آپ کی اور آپ کے اہلِ بیت کی بوجہ ضعف کے عجیب حالت ہوگئی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر ہوئی تو انہوں نے کئی بورے آٹے اور کئی بورے گیہوں اور کئی بورے چھواروں کے اور ایک بکری کا گوشت اور تین سو روپے بھیجے اور ان کے ساتھ ہی یہ کہلا بھیجا کہ اس کے پکانے میں دیر ہوگی میں پکا ہوا کھانا بھی بھیجتا ہوں چنانچہ بہت سی روٹیاں اور بھنا ہوا گوشت تیار کرا کر بھیجا۔ اس وقت بھی رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو ایسی ہی دعائیں دیں اس قسم کی خدمات وقتاً فوقتاً ان سے ظہور میں آتی رہیں۔

۵ ......ایک مدت تک کتابت وحی کی خدمت ان کے سپرد رہی اور یہ وہ تھی جس کے انجام دینے والوں کی تعریف قرآن میں آئی ہے، کتابت وحی کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نجی خطوط لکھنا بھی ان سے متعلق تھا۔

۶ ......تمام اعمال صالح میں آپ کو منجانب اللہ توفیق عطا ہوئی تھی۔ نماز تہجد کی یہ حالت تھی کہ رات کو بہت تھوڑی دیر سوتے تھے اور قریب قریب پوری رات نماز میں صرف ہوتی تھی اور نماز تہجد میں روزانہ ایک ختم قرآن کا معمول تھا۔ صائم الدہر تھے، سوا ایامِ ممنوعہ کے کسی دن روزہ ناغہ نہ ہوتا تھا، جس دن شہید ہوئے اس دن بھی روزہ سے تھے۔ صدقہ دینے خیرات کرنے میں تو گویا تیز آندھی تھے۔ ہر جمعہ کو ایک غلام آزاد کرنے کا معمول تھا اور اگر کسی جمعہ کو غلام نہ ملتا تو دوسرے جمعہ کو دو آزاد کر دیتے تھے آپ کی سخاوت و خیرات کے عجیب عجیب واقعات منقول ہیں۔

ازانجملہ یہ کہ ایک مرتبہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں سخت قحط پڑا لوگ بہت پریشان تھے ایک روز حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آج شام تک اللہ تمہاری پریشانی دور کر دے گا چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ایک ہزار اونٹ غلہ کے آئے اور مدینہ کے تاجر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس خریداری کے لیے پہنچے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اچھا ملک شام کے مال کی خریداری پر تم لوگ

کس قدر نفع دو گے؟ تاجروں نے کہا: دس روپے پر بارہ روپے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے اس سے زیادہ ملتا ہے، آخر ہوتے ہوتے ان تاجروں نے کہا جو مال آپ نے دس روپے میں خریدا ہے اس کی قیمت ہم پندرہ روپے دیں گے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے اس سے بھی زیادہ مل رہا ہے۔ تاجروں نے کہ وہ زیادہ دینے والا کون ہے؟ مدینہ کے تاجر تو ہمیں لوگ ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے ایک روپے کے مال کی دس روپے قیمت مل رہی ہے کیا تم اس سے زیادہ دے سکتے ہو؟ تاجروں نے انکار کر دیا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم لوگوں کو میں گواہ کرتا ہوں کہ میں نے یہ سب غلہ اللہ کی راہ میں فقرائے مدینہ کو دے دیا۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس روز میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ ایک سفید رنگ کے ترکی گھوڑے پر سوار ہیں اور ایک نور کا لباس زیب بدن ہے اور جانے کی عجلت فرما رہے ہیں میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ کی زیارت کا بڑا اشتیاق مجھے تھا تو آپ نے فرمایا: اس وقت مجھے جانے کی جلدی ہے اس لیے کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک ہزار اونٹ غلہ کے خیرات کیے ہیں اور خدا نے قبول فرمالیا ہے، لہٰذا جنت میں ایک حور سے ان کا نکاح ہوگا اور ان کی محفل عروسی میں مجھے شریک ہونا ہے۔

حج وعمرے بھی بکثرت ادا فرمائے اور صلہ رحمی کی صفت میں تو شاید ہی کوئی ان کا مثل ہو۔

۷ ...... جب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو میٹھے پانی کی آپ کو اور آپ کے اصحاب کو بڑی تکلیف تھی۔ صرف ایک میٹھا کنواں تھا جس کا نام بیر رومہ تھا اور وہ ایک یہودی کے قبضہ میں تھا وہ اس کا پانی جس قیمت میں چاہتا تھا بیچتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اس کنویں کو خرید کر اللہ کی راہ میں وقف کر دے اس کو جنت ملے گی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کنویں کو خرید کر وقف کر دیا۔

۸ ...... مسجد نبوی پہلے بہت چھوٹی تھی ایک زمین اس کے قریب بک رہی تھی رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اس زمین کو خرید کر کے میری مسجد میں شامل کر دے۔ اس کو جنت ملے گی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بیس ہزار یا پچیس ہزار روپے میں وہ زمین خرید کر کے مسجد اقدس میں شامل کر دی۔

۹ ...... جب ہجرت کے بعد غزوات کا سلسلہ شروع ہوا تو بدر سے لے کر تبوک تک تمام غزوات میں شریک رہے۔

غزوۂ بدر: ...... جب پیش آیا تو حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بہت بیمار تھیں۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے عثمان! تم رقیہؓ کی تیمارداری کرو تم کو شرکت بدر کا ثواب ملے گا چنانچہ یہ نہ گئے اور تیمارداری میں مشغول رہے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو بدریوں میں شمار فرمایا اور بدر کے مال غنیمت سے ان کو حصہ دیا۔

غزوۂ احد: ...... کی لڑائی میں جب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہادت کی خبر مشہور ہوئی اور صحابہ کرام میں ایک نہایت بے چینی اور سراسیمگی پھیل گئی اور اس پریشانی و بدحواسی میں بعض لوگ میدان جنگ سے ہٹ گئے بعض روایات میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نام بھی ان ہٹ جانے والوں میں لیا گیا ہے اگرچہ اس ہٹ جانے پر کوئی ملامت نہیں ہوسکتی۔

اول: ...... اس وجہ سے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہادت کی خبر سے سراسیمہ ہوکر ہٹے تھے۔

دوم: ...... اس وجہ سے کہ ان ہٹ جانے والوں کے حق میں صاف طور پر قرآن شریف میں وارد ہوگیا ہے: وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ (ترجمہ) بہ تحقیق اللہ نے ان سب کو معاف کر دیا۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جیسے جلیل الشان وعظیم المنقبت صحابی کے متعلق کسی قابل اعتراض بات کا ثبوت کسی معمولی روایت سے جو اخبار احاد کی حیثیت سے ہو ہرگز نہیں ہوسکتا، لہٰذا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا احد میں میدان جنگ سے ہٹ جانا قابل تسلیم نہیں ہے۔

حدیبیہ: ...... میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اپنی طرف سے منصب سفارت پر مقرر کر کے مکہ بھیجا۔ کفار مکہ نے ان کو قید کرلیا مگر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خبر پہنچی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیے گئے آپ کو بڑا صدمہ ہوا اور انتقام کے لیے آپ نے صحابہ کرام سے موت کی بیعت لی۔

اثنائے بیعت خبر ملی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ زندہ ہیں مگر قید ہیں یہ خبر سن کر آپ نے ایک ہاتھ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ قرار دیا اور دوسرے ہاتھ پر رکھ کر فرمایا کہ یہ بیعت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے ہے اسی بیعت کا نام ''بیعت الرضوان'' ہے حق تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس بیعت کے کرنے والوں کے حق میں فرمایا کہ ہم ان سے راضی ہوگئے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا حصہ اس بیعت میں سب سے زیادہ رہا کیوں کہ انہوں نے رسول کے ہاتھ سے رسول کے ہاتھ پر بیعت کی۔

غزوۂ تبوک: ...... میں سب سے بڑا کام حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کیا اس غزوہ کے زمانے میں مسلمانوں پر افلاس طاری تھا۔ اسی وجہ سے اس غزوہ کا نام ''جیش العسرۃ'' رکھا گیا تھا۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اس لشکر کا سامان درست کردے اس کو جنت ملے گی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یا رسول اللہ! میں دوسو اونٹ دوں گا۔ دوسری مرتبہ پھر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ترغیب دی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پھر کھڑے ہوگئے اور کہنے لگے: یا رسول اللہ! میں تین سو اونٹ دوں گا۔ تیسری مرتبہ پھر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تو یہ اپنے گھر گئے اور ایک ہزار اشرفیاں لاکر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دامن میں ڈال دیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر کھڑے تھے بیٹھ گئے اور ان اشرفیوں کو ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ پر ڈالتے تھے اور فرماتے تھے: ماضر عثمان ماعمل بعد الیوم یعنی آج کے بعد عثمان جو چاہیں کریں کوئی کام ان کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

عدل وانصاف اور خوف خدا کی یہ حالت تھی کہ ایک مرتبہ تنبیہاً آپ نے اپنے ایک غلام کا کان مروڑ دیا تھا، اس سے فرمایا کہ تم مجھ سے قصاص لے لو تم بھی مرا کان مروڑو۔ اس نے حکم کی تعمیل کے لیے آپ کا کان اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ آپ نے فرمایا: زور سے مروڑو میں نے زور سے مروڑا تھا، دنیا میں قصاص کا ہوجانا آخرت کے قصاص سے بہتر ہے۔

حضرت ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی خلافت

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جب اس دنیا سے رخصت ہونے لگے تو لوگوں نے درخواست کی کہ آپ کسی کو اپنی جانشینی کے لیے نامزد کردیجیے۔ آپ نے فرمایا: یہ چھ شخص ہیں: عثمان، علی، طلحہ، زبیر، عبدالرحمن بن عوف، سعد بن ابی وقاص۔ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) ان سے زیادہ کوئی مستحق خلافت نہیں ان میں سے کسی کو منتخب کرلینا مگر تین دن سے زیادہ انتخاب میں دیر نہ کرنا چنانچہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دفن کرنے کے بعد یہ چھ حضرات جمع ہوئے حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ چھ میں سے تین کو سب اختیارات دے دیے جائیں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے اپنا اختیار علی رضی اللہ عنہ کو دیا۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے عثمان رضی اللہ عنہ کو دیا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے اپنا اختیار عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کو دیا۔ حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اچھا اب عثمان رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ میں سے جو اپنی خلافت نہ چاہتا ہو انتخاب کا اختیار اسی کو دیا جائے۔ یہ سن کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ دونوں خاموش رہے تو حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے کہا اچھا میں اپنے لیے خلافت نہیں چاہتا، لہٰذا میرے سپرد کردیجیے، میں آپ دونوں میں سے جو افضل ہوگا اس کا انتخاب کروں گا چنانچہ حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کو یہ اختیار

دیا گیا اور ان کو تین دن کی مہلت مل گئی۔ حج کا موسم تھا لوگ حج سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ آئے ہوئے تھے لہٰذا علاوہ مدینہ کے دوسرے مقامات کے مسلمانوں کا اجتماع بھی اس وقت بہت زیادہ تھا، حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے خفیہ طور پر ہر ہر مسلمان کی رائے لی، وہ فرماتے ہیں: مجھے دو شخص بھی ایسے نہ ملے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر ترجیح دیتے ہوں، لہٰذا بغیر کسی نزاع و اختلاف کے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا انتخاب ہو گیا اور سب نے ان کے دست مبارک پر بیعت کر لی۔

بارہ دن کم بارہ سال آپ نے خلافت کے فرائض انجام دیے اسلامی فتوحات کا سلسلہ بھی آپ کے عہد مبارک میں قائم رہا اور مسلمانوں کی دینی و دنیوی ترقیاں یوماً فیوماً بڑھتی رہیں۔

اس بارہ سال میں چھ سال تو نظام حکومت ایسا درست رہا کہ کسی کو شکایت نہ تھی سب لوگ آپ سے بے حد محبت کرتے تھے مگر آخری چھ سال میں آپ نے اپنے اعزہ و اقارب کو عہدوں پر مقرر کیا اور انہوں نے کام کو خراب کر دیا۔ صلہ رحمی کی صفت کا آپ پر غلبہ تھا، اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ صفت بڑی عمدہ صفت ہے مگر کوئی چیز کیسی ہی عمدہ سے عمدہ ہو جب وہ حد اعتدال سے تجاوز کر جائے تو خرابی پیدا ہوتی ہے تاہم یہ خرابیاں یا کمزوریاں بمقابلہ ان خوبیوں کے جو آپ کی ذات والا صفات میں تھیں اور بمقابلہ عظیم الشان خدماتِ اسلامیہ کے جو آپ نے انجام دیں ہرگز قابل اعتراض نہیں ہو سکتی۔

آپ کے عہدِ خلافت کی فتوحات

آپ کے عہد خلافت میں دو قسم کی فتوحات حاصل ہوئیں:

اول...... وہ بعض ممالک جو حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں مفتوح ہو چکے تھے اور ان کے بعد باغی ہو گئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں دوبارہ وہ ممالک پھر فتح کیے گئے۔

دوم...... جدید ممالک میں جہاد ہوئے اور وہ مقامات اسلام کے قبضے میں آئے۔ یہاں ان دونوں قسموں کی فتوحات کا مختصر تذکرہ بطور نمونہ کیا جاتا ہے:

قسم اول:...... ہمدان کے لوگ باغی ہوئے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر دوبارہ یہ ملک فتح ہوا، رے کے لوگوں نے بھی علم بغاوت بلند کیا۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کے ذریعہ سے از سر نو اس پر اسلام کا قبضہ ہوا۔

اسکندریہ میں بغاوت کی آگ بھڑکی حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی کوشش سے پھر یہ مقام فتح ہوا۔ آذر

بائیجان کے لوگوں نے بھی غدر کیا حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کی کوششوں سے پھر مسلمانوں کا تسلط ہوا۔
اسی سلسلہ میں آذر بائیجان کے قرب وجوار کے مقامات بھی مفتوح ہو گئے آرمینیہ بھی مفتوح ہوا۔ یہ فتوحات حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت قتالِ مرتدین کے مثل تھیں۔ اگر ان کی کوشش نہ ہوتی اور یہ بغاوتیں فرو نہ ہوتیں تو نتیجہ خدا جانے کیا ہوتا اور کفر کی طاقتیں جو ٹوٹ چکی تھیں پھر کس شان سے عود کرتیں۔

قسم دوم:

① ...... افریقہ کی وہ جنگ عظیم جو اسلامی تاریخ میں ''حرب العبادلہ'' کے نام سے مشہور ہے، حضرت عثمانؓ نے افریقہ کے فتح کرنے کے لیے عبداللہ بن سعد کو مصر کی حکومت عطا فرمائی اور ان سے فرمایا کہ افریقہ میں جس قدر مال غنیمت ہوگا اس کا پچیسواں حصہ تم کو دیا جائے گا۔ اس زمانہ میں افریقہ کا حاکم قیصر روم کی طرف سے جرجیر نامی ایک شخص تھا طرابلس سے لے کر طنعہ تک اس کی حکومت تھی اور بڑا متکبر ومغرور تھا۔ اس نے مسلمانوں سے لڑنے کے لیے ایک لاکھ بیس ہزار سوار فراہم کیے ادھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی ایک بڑی فوج مرتب کر کے روانہ فرمائی۔ جس میں اکابر صحابہ مثل عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم تھے۔ عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ نے مصر سے ایک بڑی فوج فراہم کی یہ سب اسلامی فوجیں بہ ہئیت اجتماعیہ افریقہ میں پہنچیں اور معرکہ کارزار گرم ہوا۔ یرموک اور قادسیہ کی لڑائی کے بعد اس لڑائی کا نمبر رکھا گیا۔ چالیس دن تک لڑائی جاری رہی روزانہ صبح سے دوپہر تک لڑائی رہتی تھی۔ اس کے بعد دونوں فوجیں خستہ ہو کر اپنے خیموں میں آرام کرتی تھیں۔ چند روز بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو ایک تازہ دم فوج دے کر کمک کے لیے روانہ فرمایا اور تاکید فرمائی کہ جلد افریقہ پہنچ کر اپنے بھائیوں کی مدد کرو جس وقت یہ تازہ فوج افریقہ پہنچی، مسلمانوں کی خوشی کا کیا پوچھنا۔ سب نے نعرہ تکبیر بلند کیا۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ جو اس فوج کے سردار تھے کچھ خائف ہیں اور وجہ یہ معلوم ہوئی کہ جرجیر نے اپنی فوج میں یہ اعلان کر دیا ہے کہ جو شخص عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ کا سر لائے گا اس کو ایک لاکھ اشرفیاں دی جائیں گی اور جرجیر کی لڑکی اس کے حوالے کی جائے گی۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اعلان کیا کہ جو شخص جرجیر کو قتل کرے گا، اس کو ایک لاکھ اشرفی اور جرجیر کی لڑکی دی جائے گی۔ اس کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اس حصہ فوج کو جوا‌ب

تک آرام کررہا تھا، میدانِ جنگ میں آنے کا حکم دیا چنانچہ اس فوج نے میدان میں پہنچ کر ان ملعونوں کو آرام بھی نہ کرنے دیا وہ لڑائی ہوئی کہ کافروں کے حوصلے پست ہو گئے اور جرجیر خود حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں سے قتل ہوا اور اس کی فوج میں ہزیمت شروع ہوئی بے شمار کافر تہ وتیغ ہوئے اس قدر مال غنیمت حاصل ہوا کہ خمس جدا کرنے کے بعد فی سوار تین ہزار اشرفیاں اور فی پیادہ ایک ہزار اشرفیاں تقسیم ہوئیں اور حسب اعلان ایک لاکھ اشرفیاں اور جرجیر کی لڑکی حضرت عبداللہ کو ملی۔ اس لڑائی کو ''حرب العبادلہ'' اس وجہ سے کہتے ہیں کہ سردار فوج عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ، میمنہ لشکر پر عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ، میسرہ پر عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور مقدمہ لشکر پر عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ مامور تھے۔

فتح افریقہ کے بعد اسلامی فوجیں بجانب مغرب بڑھیں وہاں بھی جنگ عظیم پیش آئی بالآخر طرابلس، اندلس اور مغرب کے تمام شہر مسلمانوں کے قبضے میں آئے اور دین پاک کا جاہ وجلال مغرب میں چمکنے لگا۔

۲ ...... بحری لڑائیاں جن سے اب تک مسلمان ناواقف تھے اور دونوں خلفاء کے وقت میں کوئی بحری جنگ نہ ہوئی تھی، بالکل نیا کام تھا۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے قیصر روم کی شوکت کو پامال کردیا مگر پھر بھی کچھ وجود قیصر روم کا باقی تھا اور ساحلی مقامات پر اس کی حکومت قائم تھی۔ سب سے پہلے بحری لڑائی کا خیال حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دل میں پیدا ہوا اور انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے عرض کیا آپ نے ان کو اجازت دی اور ایک بڑی فوج ان کی ماتحتی میں دے کر جزیرۂ قبرص کی طرف روانہ کیا۔ اسلامی فوجیں جہازوں میں سوار ہوکر سمندر میں روانہ ہوئیں اور رومیوں سے پچاس لڑائیاں ہوئیں اور تمام وہ جزائر مسلمان کے قبضہ میں آئے۔ قیصر روم کا نام ونشان مٹ گیا۔ عیسائیت کا جسم بے جان خاک ہو گیا اور اسلام کی روح پاک نے ان مردہ زمینوں میں جان ڈالی۔

یہ بحری لڑائیاں وہ تھیں جن کی پیش گوئیاں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلے ہی فرما چکے تھے اور ان لڑائیوں سے اپنی رضامندی کا اظہار بھی فرما چکے تھے چنانچہ صحیح بخاری میں روایت ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک روز دوپہر کے وقت ام حرام رضی اللہ عنہا کے گھر میں قیلولہ فرما رہے تھے۔ یکایک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکراتے ہوئے بیدار ہوئے۔ ام حرام رضی اللہ عنہا نے مسکرانے کا سبب دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ اس وقت میں نے اپنی امت کے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ وہ سمندر میں جہازوں پر بڑی شان وشوکت کے ساتھ

چلے جارہے ہیں۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ گویا بادشاہ تختوں پر بیٹھے ہوئے ہیں یہ بھی فرمایا کہ اس جماعت کے لیے جنت واجب ہے ام حرام رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یارسول اللہ! دعا کیجیے کہ میں اس جماعت میں ہوجاؤں آپ نے ان کے لیے دعا کی اور فرمایا کہ تم اس جماعت میں ہوگی چنانچہ ام حرام رضی اللہ عنہا اپنے شوہر کے ساتھ اس فوج میں گئیں اور واپسی کے وقت گھوڑے سے گرگئیں، جزیرہ قبرص میں دفن ہوئیں، یہ بحری لڑائیاں ان پیش گوئیوں اور بشارتوں کی وجہ سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عمدہ فضائل میں شمار کی گئیں۔

③ ...... ملک ایران کے بھی بعض حصے فتح ہونے سے رہ گئے تھے مثل خراسان، جوئیں، بیہق، فیروزآباد، شیراز، طوس نیشاپور، ہرات اور بلخ وغیرہ کے یہ تمام مقامات حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں فتح ہوئے۔

④ ...... قیصر روم بھی آپ کے عہدِ خلافت میں مارا گیا اور یزدگرد بھی آپ ہی کے عہد مبارک میں فی النار ہوا اس کا تذکرہ اوپر ہو چکا ہے۔ اَلْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت

آپ کی شہادت بلحاظ اپنی مظلومیت اور مصیبت کے اور بلحاظ ان نتائج وفتن کے جو اس شہادت سے پیش آئے۔ اس امت میں سب سے پہلی اور بے نظیر شہادت ہے، مسلمان باہم متفق ومتحد تھے اور سب کی متفقہ قوت کفر اور شعائرِ کفر کے فنا کرنے میں صرف ہورہی تھی اور برکاتِ نبوت ان میں موجود تھیں مگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا شہید ہونا تھا کہ وہ تمام برکات ان سے لے لی گئیں اور باہم اختلاف پیدا ہوا اور وہی تلوار جو کافروں کے قتل کے لیے تھی آپس میں چلنے لگی۔ اس وقت سے آج تک پھر پہلا سا اتفاق واتحاد مسلمانوں کو نصیب نہ ہوا بلکہ روز بروز اختلاف وافتراق کا دائرہ وسیع ہوتا گیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے نتائج رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پہلے ہی بیان فرمادیے تھے جن احادیث میں یہ پیش گوئیاں ہیں وہ تواتر معنوی کی حد کو پہنچ گئی ہیں جن میں سے چند روایات حسبِ ذیل ہیں:

① ...... عشرہ مبشرہ والی حدیث جو صحیح بخاری ومسلم اور حدیث کی دوسری کتابوں میں بھی ہے۔ اس حدیث میں ہے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی باری آئی تو آپ نے فرمایا کہ ان کو خوشخبری جنت کی سناؤ۔ اس مصیبت پر جو ان کو پہنچے گی۔

②...... حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک فتنہ کا ذکر فرمایا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ یہ اس فتنہ میں ظلماً قتل کیا جائے گا۔(ترمذی شریف)

③...... حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے عثمان! اللہ تم کو ایک قمیص پہنائے گا اگر لوگ اس کو اتارنا چاہیں تو تم نہ اتارنا۔(ترمذی شریف)

④...... حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک فتنہ کا ذکر کرکے ایک نقاب پوش آدمی کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ یہ اس دن ہدایت پر ہوگا میں نے دیکھا تو وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تھے، میں ان کو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے لے گیا کہ آپ نے ان ہی کے متعلق فرمایا ہے، آپ نے فرمایا ہاں۔(ابن ماجہ)

⑤...... حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ قیامت نہ قائم ہوگی، یہاں تک کہ تم اپنے امام کو قتل کروگے اور آپس میں خون ریزی کروگے اور دنیا کے وارث بدترین لوگ رہ جائیں گے۔(ترمذی شریف)

⑥...... حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اسلام کی چکی پینتیس سال کے بعد اپنی جگہ سے ہٹ جائے گی۔(مستدرک حاکم)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت ٹھیک ۳۵ھ ہجری میں ہوئی۔

⑦...... حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خدا کی تلوار میان میں رہے گی، جب تک کہ عثمانؓ زندہ ہیں اور جس وقت عثمانؓ شہید کردیے جائیں گے، وہ تلوار میان سے نکال لی جائے گی اور پھر قیامت تک میان میں نہ کی جائے گی۔(تاریخ الخلفاء)

المختصر اس مضمون کی روایت بہت ہیں۔حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ تو بہت طول طویل بیان کو چاہتا ہے مگر خلاصہ یہ ہے کہ آپ کی خلافت کے آخری دنوں میں کچھ لوگوں کو آپ سے اختلاف پیدا ہوا اور وہ اختلاف بڑھتے بڑھتے اس حد تک پہنچا کہ بغاوت رونما ہوئی اور باغیوں نے آپ کا محاصرہ کیا آپ پر پانی بند کیا اور اس طرح مظلومیت کے ساتھ آپ کو شہید کردیا۔

ابتدا یوں ہوئی کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انگشتری مبارک جو آپ کے بعد حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں رہی اور ان کے بعد حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں رہی ان کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں آئی ایک روز حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اریس نامی کنویں پر بیٹھے ہوئے تھے اور وہ

انگوٹھی ہاتھ میں تھی ہاتھ سے اس کنویں میں گر پڑی تین روز تک انگوٹھی تلاش کی گئی تمام پانی کنویں کا نکالا گیا۔ اس کی تہہ دیکھی گئی۔ مگر کہیں انگوٹھی کا پتہ نہ ملا۔ اس انگوٹھی کا گم ہونا تھا کہ سارا نظام درہم برہم ہوگیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر نکتہ چینیاں شروع ہوئیں۔

سب سے بڑا اعتراض آپ پر یہ تھا کہ آپ نے اپنے خاندان کے لوگوں کو بڑے بڑے عہدوں پر مقرر کر رکھا ہے۔ یہ ضرور ہے کہ یہ فعل آپ کا سیرت شیخین رضی اللہ عنہما کے خلاف تھا اور نتیجہ بھی اس کا اچھا نہیں نکلا لیکن شرعی طور پر اس فعل کو ناجائز نہیں کہا جا سکتا، اس قسم کے اور اعتراضات بھی آپ پر کیے گئے مگر کوئی اعتراض بھی ایسا نہ تھا جو شرعی طور پر قابل گرفت ہو سکے تفصیلی جوابات ان اعتراضوں کے ''ازالۃ الخفاء'' میں مذکور ہیں اور سیدھی بات یہ ہے کہ ایک صحابی رسول جو مہاجرین کی جماعت میں سے ہو جن کی تعریف قرآن مجید میں ہے جس کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متعدد بار جنت کی بشارت دی ہو جس کے لیے فرمایا ہو کہ یہ ظلماً شہید ہوگا اور یہ اس دن حق پر ہوگا، اس کے لیے یہ ذرا ذرا سی باتیں جو کسی طرح شرعاً عدمِ جواز کی حد میں نہیں آتیں ہر گز قابلِ گرفت نہیں ہوسکتیں۔

بہرکیف! حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر یہ اعتراضات شروع ہوئے اس سلسلہ میں حاکم مصر عبداللہ بن ابی سرح کی شکایت آئی کہ وہ بہت ظلم کرتا ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کو ایک فرمان تہدید آمیز بھیجا مگر اس نے بجائے اس کے اس فرمان پر عمل کرتا ان شکایت کرنے والوں کو خوب پیٹا یہاں تک کہ ان کا ایک آدمی مر گیا پھر تو سات سو آدمی مصر سے آئے اور مسجد نبوی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے انہوں نے اپنے مظالم کی داستان بیان کی، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ام المؤمنین حضرت عائشہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے اس کے متعلق بہت کچھ کہا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر عبداللہ بن ابی سرح کو حکومت مصر سے معزول کر دیا اور اہل مصر سے دریافت کیا کہ تم کس کو اپنا حاکم پسند کرتے ہو سب نے محمد بن ابی بکر کو تجویز کیا، چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کے لیے فرمان لکھ دیا اور مہاجرین وانصار کی ایک جماعت کو ان کے ساتھ کیا کہ مصر پہنچ کر عبداللہ بن ابی سرح کے معاملہ کی تحقیقات کریں۔ یہ سب لوگ بجانب مصر روانہ ہوگئے، تین منزلیں طے کر چکے تھے، چوتھی منزل میں کیا دیکھتے ہیں کہ ایک حبشی غلام ایک اونٹ پر سوار چلا جا رہا ہے اور اس کی حالت ایسی ہے جیسے کوئی بھاگا ہوا شخص ہو یا کسی کی تلاش میں ہو، لوگوں نے اس غلام سے پوچھا کہ تو کہاں جا رہا ہے اس نے کہا: امیر المؤمنین نے مجھے حاکم مصر کے پاس بھیجا ہے۔ یہ سن کر محمد بن ابی بکر نے اس کو گرفتار

کرلیا۔اس سے پوچھا کہ تو کس کا غلام ہے؟ تو کبھی وہ کہتا تھا کہ امیر المؤمنین کا غلام ہوں اور کبھی کہتا تھا کہ مروان کا غلام ہوں۔اس سے دریافت کیا گیا کہ تیرے پاس کوئی تحریر ہے؟ تو اس نے انکار کیا مگر تلاشی لی گئی تو ایک خط اس کے پاس سے برآمد ہوا، وہ خط کھولا گیا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے عبداللہ بن ابی سرح کے نام یہ مضمون تھا:

''محمد بن ابی بکر اور ان کے ساتھ جو لوگ آرہے ہیں ان کو کسی حیلہ سے قتل کردو اور جو تحریر میری ان کے پاس ہے اس پر عمل نہ کرو، بدستور تم حکومتِ مصر پر قائم رہو اور جو لوگ میرے پاس تمہاری شکایت لے کر آنا چاہیں، ان کو میرے پاس مت آنے دو اور میرے حکمِ ثانی کا انتظار کرو۔

اس خط کو دیکھ کر محمد بن ابی بکر اور ان کے ساتھیوں کے غیظ وغضب کی کچھ انتہا نہ رہی، سب لوگ مدینہ واپس آگئے اور حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت علی، حضرت سعد اور تمام صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کو جمع کر کے وہ خط سب کے سامنے پیش کیا، اس خط کو دیکھ کر سب کو نہایت رنج ہوا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اس خط کو مع اس غلام اور اونٹ کے لے کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان سے پوچھا کہ یہ غلام آپ کا ہے؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں! پوچھا کہ اس خط پر یہ مہر آپ کی ہے؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں! پھر خط پڑھ کر سنایا کہ یہ مضمون آپ نے لکھوایا ہے؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قسم کھا کر فرمایا کہ نہیں!۔

تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان کی قسم پر یقین کیا اور فرمایا کہ عثمان جھوٹی قسم نہیں کھا سکتے۔

خط پہچانا گیا تو معلوم ہوا کہ مروان کا لکھا ہوا ہے، لوگوں نے کہا کہ مروان کو ہمارے حوالے کیجیے گا کہ ہم اس معاملے کی تحقیقات کریں۔صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے علاوہ دوسرے لوگوں نے کہا کہ عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے ہمارا دل صاف نہیں ہوسکتا تاوقتیکہ وہ مروان کو ہمارے حوالے نہ کریں، اگر فی الواقع یہ فعل حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ہے تو ہم ان کو معزول کردیں گے اور اگر مروان کا ہے تو اس کے لیے جو فیصلہ مناسب ہوگا کیا جائے گا مگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مروان کے دینے سے انکار کردیا، مروان ان کا قریبی رشتہ دار تھا، ان کی مروت نے گوارا نہیں کیا کہ مروان کو اپنے اختیار سے ایذا پہنچائیں، غالباً وہ اس کے بعد کسی مناسب تدبیر سے مروان کو علیحدہ کردیتے مگر صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تو جا کر اپنے گھروں میں بیٹھ رہے اور اہل مصر نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ کرلیا اور ان پر پانی بند کردیا گیا، جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ خبر ملی تو ایک مرتبہ انہوں نے تھوڑا

سا پانی بھیجا جو بمشکل تمام حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تک پہنچا اور کئی آدمی لے جانے کی وجہ سے زخمی ہوئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ بھی فرمایا کہ ہم صرف یہ چاہتے تھے کہ مروان صرف ہمارے حوالے کر دیا جائے لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قتل کرنا، اس کو ہم کسی طرح گوارا نہیں کر سکتے اور حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ تم دونوں تلوار لے کر عثمان رضی اللہ عنہ کے دروازے پر کھڑے ہو کسی کو اندر نہ جانے دینا۔ حضرت طلحہؓ اور زبیرؓ اور چند اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اپنے صاحبزادوں کو حفاظت کے لیے بھیج دیا، بلوائیوں نے تیر اندازی شروع کی، ایک تیر تو مروان کے لگا، باقی تیر حفاظت کرنے والوں کے لگے۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ خون میں نہا گئے، محمد بن طلحہ بھی زخمی ہوئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے غلام قنبر کے بھی زخم لگے۔

یہ حال دیکھ کر لوگوں سے محمد بن ابی بکرؓ نے کہا کہ یہ بات اچھی نہ ہوئی اندیشہ ہے کہ بنی ہاشم ہمارے مقابلہ پر آجائیں، لہٰذا اب جلدی کرو میرے ساتھ چلے آؤ پشت کی دیوار سے پھاند کر چلیں اور عثمان کو قتل کر دیں، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

دو شخص ان کے ہمراہ پشت کی دیوار سے مکان کے اندر پھاندے سب سے پہلے محمد بن ابی بکر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور آپ کی ریش مبارک پکڑ لی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اے محمد بن ابی بکر! اگر تمہارے والد حضرت صدیق رضی اللہ عنہ تم کو میرے ساتھ یہ برتاؤ کرتے ہوئے دیکھتے تو خدا کی قسم! ان کو بڑا رنج ہوتا۔ یہ سن کر محمد ابن ابی بکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں میں لرزہ پڑ گیا اور وہ پیچھے ہٹ گئے مگر وہ دونوں شخص جو ان کے ساتھ تھے، انہوں نے امیر المؤمنین کو ذبح کر دیا، ان کی بی بی صاحبہ حضرت نائلہ رضی اللہ عنہا نے بہت شور کیا مگر ان کی آواز باہر تک نہ سنی گئی آخر کوٹھے پر چڑھ کر انہوں نے آواز دی کہ اے لوگو! امیر المؤمنین شہید ہو گئے۔

یہ آواز سن کر لوگ اندر گئے تو دیکھا کہ آپ شہید ہو گئے اور قاتل پشت کی دیوار سے کود کر بھاگ گئے، حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے اپنے دونوں صاحبزادوں کو مارا کہ تم دونوں دروازے پر کھڑے رہے اور امیر المؤمنین شہید کر دیے گئے، حسین رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم کیا کر سکتے تھے، قاتل دروازے سے نہیں گئے، بلکہ مکان کی پشت سے گھر کے اندر داخل ہوئے۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ

جس وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کیے گئے اس وقت تلاوت قرآن میں مشغول تھے، ان کا

خون جو بہا تو قرآن مجید کی اس آیت پر گرا: فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمِ
وہ قرآن مجید اب تک مدینہ منورہ میں محفوظ ہے، سلاطین عثمانیہ پر جب کوئی مصیبت آتی تھی تو وہ قرآن مجید نکال کر پڑھا جاتا تھا اور وہ مصیبت رفع ہو جاتی تھی۔

شہادت سے کچھ پہلے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بالا خانہ پر تشریف لے گئے اور چند صحابہ کرام کو آپ نے پکارا، وہ لوگ بلا دیے گئے، آپ نے بطورِ اتمامِ حجت کے چند احادیث رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جو آپ کے فضائل کے متعلق تھیں پڑھیں اور صحابہ کرام سے پوچھا کہ یہ حدیثیں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپ لوگوں نے سنی ہیں یا نہیں؟ سب نے تصدیق کی۔ اس کے بعد انصار نے کہا کہ امیر المؤمنین! آپ کی مظلومیت اب انتہا کو پہنچ گئی ہے، ہم سے نہیں دیکھی جاتی، اگر آپ حکم دیں تو ان باغیوں کو ہم ابھی تہہ تیغ کر دیں؟ آپؓ نے فرمایا: میں اس کو پسند نہیں کرتا کہ میرے حکم سے کسی "لا اله الا الله" پڑھنے والوں کا خون بہایا جائے۔ لوگوں نے کہا: پھر آپ خلافت سے دستبردار ہو جائیں۔ آپؓ نے فرمایا: میں یہ بھی نہیں کر سکتا اس لیے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا تھا کہ اے عثمان! اللہ تم کو ایک قمیص پہنائے گا، لوگ اس کو اتارنا چاہیں گے، اگر تم نے لوگوں کے کہنے سے اتار دیا تو جنت کی خوشبو تم کو نصیب نہ ہوگی، لہٰذا میں اس پر قائم رہوں گا۔

لوگوں نے کہا: پھر اس ظلم سے آپ کو کس طرح نجات ملے؟ آپ نے فرمایا: اب نجات کا وقت قریب ہے، آج میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں: اے عثمان! آج افطار ہمارے ساتھ کرنا چنانچہ آج میں نے روزہ رکھا ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ افطار کے وقت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچ جاؤں گا، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کے بعد وہ لوگ دوڑتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے کہ ہم آپ کو خلیفہ بناتے ہیں، آپ ہم سے بیعت لیجیے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ کام تمہارا نہیں ہے، اہل بدر جس کے ہاتھ پر بیعت کر لیں گے وہی خلیفہ ہوگا چنانچہ وہ لوگ اصحابِ بدر کو بلا لائے، سب نے بالاتفاق کہا کہ اب آپ سے زیادہ کوئی مستحق خلافت نہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے اللہ سے حیا آتی ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیے گئے اور ان کو دفن بھی نہیں کیا جاتا اور میں بیعت لے لوں۔ آپ رضی اللہ عنہ کے اس فرمانے سے لوگوں نے دفن کی اجازت دی۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دست مبارک پر بیعت شروع ہوئی، اکثر صحابہ کرامؓ نے برضا و رغبت بیعت کی مگر بعض صحابہ کرامؓ

پر ان بلوائیوں نے زور ڈالا کہ جلدی بیعت کرو، ورنہ ہم تم کو بھی ختم کر دیں گے۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ وزبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ یہی معاملہ کیا گیا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے شہید ہوتے ہی فتنوں نے چاروں طرف سے گھیر لیا اور عجیب عجیب واقعات رونما ہوئے۔

اکابر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آپ کی مدح وثنا میں بہت کچھ بیان فرمایا، یہاں ان میں سے چند اقوال نقل کیے جاتے ہیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق صحابہ کرام رض کے بعض اقوال

قولِ حضرت علی رضی اللہ عنہ:...... قیس بن عبادہ رض کہتے ہیں کہ میں نے جنگ جمل میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اے اللہ! میں تیرے سامنے خون عثمان رضی اللہ عنہ سے بیزاری ظاہر کرتا ہوں، جس روز عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تھے مجھے اس قدر غم ہوا کہ میری عقل زائل ہوگئی اور مجھے اپنی زندگی بری معلوم ہوئی، لوگ مجھ سے بیعت کرنے آئے تو میں نے کہا کہ میں حیا کرتا ہوں کہ ان لوگوں کی بیعت قبول کروں جنہوں نے ایسے شخص کو قتل کیا ہے جس کی شان میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا تھا کہ اس سے فرشتے حیا کرتے ہیں اور مجھے اس بات سے شرم آتی ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیے گئے اور ان کو دفن سے بھی روکا جاتا ہے۔

محمد بن حاطب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں مدینہ آنے لگا تو میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ امیر المؤمنین! لوگ ہم سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بابت پوچھیں تو ہم کیا کہیں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم یہ کہہ دینا کہ اللہ کی قسم! عثمان رضی اللہ عنہ اس آیت کے مصداق تھے:

اٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۹۳﴾ [سورۃ مائدہ]

ترجمہ:...... یعنی جو لوگ ایمان لائے پھر انہوں نے تقویٰ اختیار کیا اور نیک کام کیے اور اللہ نیکی کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ ﴿۹۳﴾

ایک روز امام حسن رضی اللہ عنہ خطبہ پڑھنے کھڑے ہوئے اور فرمایا: اے لوگو! آج شب کو میں نے ایک عجیب خواب دیکھا، میں نے حق تعالیٰ کو دیکھا کہ عرش کے اوپر جلوہ فرما ہے، پھر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف لائے اور عرش کے ایک پائے کے پاس کھڑے ہوگئے پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کھڑے ہوگئے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے اور وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کھڑے ہوگئے، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آئے اور ان کے ہاتھ میں

ان کا سر تھا اور انہوں نے آ کر کہا کہ اے پروردگار! اپنے بندوں سے پوچھ کہ مجھے کس جرم میں قتل کیا ہے؟ ان کے یہ کہتے ہی دو پرنالے خون کے زمین پر بہا دیے گئے، کسی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ امام حسنؓ ایسا بیان فرماتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا جو کچھ انہوں نے دیکھا ہے وہ کہتے ہیں۔

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: ''اے لوگو تم نے جو ظلم عثمان رضی اللہ عنہ پر کیا اگر اس کی وجہ سے احد پہاڑ ہٹ جاتا تو حق بجانب تھا''۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ لوگ اگر عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیں گے تو پھر اُن کا بدل نہ پائیں گے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے لوگوں نے دریافت کیا کہ یہ مصری لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر بغاوت کر کے آئے ہیں کیا کریں گے؟ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ قتل کر دیں گے مگر وہ جنت میں جائیں گے اور ان کے قاتل دوزخ میں جائیں گے۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ دیکھو عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل نہ کرنا، ورنہ پھر تمہاری تلوار قیامت تک آپس میں چلتی رہے گی۔ جب کوئی قوم نبی کو قتل کرتی ہے تو اس کے بدلے ستر ہزار آدمی قتل کیے جاتے ہیں اور خلیفۂ نبی کو قتل کرتی ہے تو پینتیس ہزار آدمی قتل ہوتے ہیں اور شہادت کے بعد فرمایا کہ لوگوں نے اپنے اوپر فتنہ کا دروازہ کھول لیا جو اب قیامت تک بند نہ ہوگا۔

ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: اگر عثمانؓ مجھے سر کے بل چلنے کا حکم دیتے تو میں سر کے بل چلتا۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دن بہت روئے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت پر بہت غمگین تھے، فرماتے تھے: لوگوں کو تو صرف ایک غم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ہے اور مجھے دو غم ہیں: ایک زنبیل چھواروں سے بھری ہوئی رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے دی تھی اور برکت کی دعا فرمائی تھی وہ زنبیل ہر وقت میری کمر میں رہتی تھی، نہ معلوم کتنے چھوارے اس میں سے نکال کر میں نے کھائے اور سیروں چھوارے اس میں سے نکال نکال کر میں نے اللہ کی راہ میں خیرات کیے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے شہید ہوتے ہی وہ زنبیل میری کمر سے غائب ہو گئی (معلوم ہوا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت سے برکات نبوت اٹھالی گئیں)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک شعر بھی اس کے متعلق منقول ہے ؎

للناس هم ولی الیوم همان　　هم الجواب هم الشیخان عثمان

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: اگر سب لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل پر متفق ہو گئے ہوتے تو یقیناً آسمان سے پتھر برستے۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کی شہادت کو سن کر فرمایا لوگوں نے ان کو قتل کر دیا حالاں کہ وہ سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والے اور سب سے زیادہ خدا سے ڈرنے والے تھے۔

حضرت ثمامہ بن عدی رضی اللہ عنہ جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے صنعاء کے حاکم تھے جب ان کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر ملی تو انہوں نے خطبہ پڑھا اور بہت روئے پھر فرمایا کہ اب خلافت نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت سے جاتی رہی البتہ اب سلطنت اور بادشاہت ہوگی۔

ف:...... بکثرت احادیثِ نبویہ میں یہ مضمون وارد ہوا ہے کہ خلافت کا سب سے اعلیٰ درجہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر ختم ہو جائے گا، خلافت کے اس اعلیٰ مرتبہ کو حضرت شیخ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے خلافت خاصہ کے لفظ سے تعبیر فرمایا ہے، واقعی ایسا ہی ظہور میں آیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے باوجودیکہ خلافت خاصہ کے تمام اوصاف و شرائط ان میں موجود تھے مگر سب مسلمانوں کا اتفاق ان پر نہ ہوا، ایک بڑی جماعت مسلمانوں کی ان کی خلافت کی مخالف رہی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت پر گو تمام مسلمانوں کا اتفاق ہو گیا مگر ان میں وہ اوصاف و شرائط نہ پائے جاتے تھے جو خلافت خاصہ کے لیے ضروری ہیں بہر حال خلافت خاصہ ختم ہوگئی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعض حالات و کرامات اور آپ کے چند کلمات

(۱) ...... حضرت حماد بن زیدؒ کہتے ہیں کہ چالیس دن سے زائد حضرت عثمانؓ کا محاصرہ قائم رہا مگر اتنی طویل مدت میں کوئی لفظ ان کی زبان سے ایسا نہ نکلا جس سے کسی بدعتی کو کوئی سہارا ملتا۔

(۲) ...... عبداللہ بن شدادؒ کہتے ہیں میں نے حضرت عثمانؓ کو ان کے زمانہ خلافت میں جمعہ کے دن منبر پر خطبہ پڑھتے ہوئے دیکھا اس وقت جو لباس وہ پہنے ہوئے تھے اس کی قیمت چار پانچ دِرھم سے زائد نہ ہوگی۔

(۳) ...... حضرت حسن بصریؒ کہتے ہیں کہ میں نے زمانہ خلافت میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ مسجد میں لیٹے ہوئے تھے اور سنگریزوں کے نشانات ان کے پہلو میں بن گئے تھے، لوگ کہتے تھے کہ یہ امیر المؤمنین ہیں اور اس حالت میں رہتے ہیں۔

۴ ...... ایک روز ایک شخص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس گیا، راستہ میں کسی اجنبی عورت پر اس کی نظر پڑ گئی تھی، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بعض لوگ میرے پاس اس حال میں آتے ہیں کہ ان کی آنکھوں میں زنا کا اثر ہوتا ہے۔ ایک شخص نے کہا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد وحی نازل ہوئی؟ آپ نے فرمایا: نہیں بلکہ فراست ایمانی سے یہ باتیں معلوم ہو جاتی ہیں۔

۵ ...... حضرت نافع کہتے ہیں کہ جہجاہ غفاری نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ایک لکڑی ماری تھی اس کے پاؤں میں گوشت خور نکل آیا۔

۶ ...... ابوقلابہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں ملک شام میں تھا، ایک شخص کو میں نے یہ کہتے ہوئے سنا کہ ہائے آتش دوزخ سے میری خرابی ہو میں نے دیکھا کہ اس کے دونوں ہاتھ دونوں پاؤں کٹے ہوئے تھے، منہ کے بل زمین پر گرا ہوا تھا، میں نے اس کا حال پوچھا تو اس نے کہا: میں ان لوگوں میں تھا جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کے اندر ان کے شہید کرنے گئے تھے، جب میں قریب ان کے گیا تو ان کی بی بی نے شور کیا، میں نے ایک طمانچہ ان کو مار دیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مجھ کو بد دعا دی کہ خدا تیرے ہاتھ کاٹ دے اور تیرے پاؤں کاٹ دے اور تجھے دوزخ میں داخل کرے۔ یہ سن کر میرے بدن پر لرزہ پڑ گیا اور میں بھاگا، اب میری یہ حالت ہے جو تم دیکھ رہے ہو۔ ہاتھ پاؤں تو میرے کٹ چکے بس اب آتش دوزخ میں جانا باقی ہے۔ یہ سن کر میں نے کہا کہ جاؤ دُور ہو۔

۷ ...... یزید بن حبیب رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جس قدر لوگ مصر سے عثمان رضی اللہ عنہ پر بغاوت کر کے آئے تھے ان میں سے ایک بھی ایسا نہ تھا جس کو جنون نہ ہو گیا ہو۔

۸ ...... امام مالک رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ایک روز حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا گزر مقام حش کوکب میں ہوا تو آپ وہاں کھڑے ہو گئے اور آپ نے فرمایا کہ عنقریب کوئی نیک شخص یہاں دفن ہوگا، چنانچہ سب سے پہلے اس مقام پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ دفن کیے گئے۔

آپ کے کلمات مختصر اور جامع ہوتے تھے اور اکثر نصیحت وحکمت کی باتیں ارشاد فرمایا کرتے تھے، جن میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں:

۹ ...... فرمایا کرتے تھے کہ اللہ کے ساتھ تجارت کرو تو بہت نفع ہوگا۔

۱۰ ...... فرماتے تھے کہ بندگی اس کو کہتے ہیں کہ جو احکام الٰہی کی حفاظت کرے اور جو عہد کسی سے کرے اس کو پورا کرے اور جو کچھ مل جائے اس پر راضی ہو جائے اور جو نہ ملے اس پر صبر کرے۔

⑪ ...... فرماتے تھے کہ دنیا کی فکر کرنے سے تاریکی پیدا ہوتی ہے اور آخرت کی فکر کرنے سے روشنی پیدا ہوتی ہے۔

⑫ ...... فرماتے تھے کہ متقی کی علامت یہ ہے کہ اور سب لوگوں کو تو سمجھے کہ وہ نجات پا جائیں گے اور اپنے آپ کو سمجھے کہ ہلاک ہو گیا۔

⑬ ...... فرماتے تھے کہ سب سے زیادہ بربادی یہ ہے کہ کسی کو بڑی عمر ملے اور وہ سفر آخرت کی تیاری نہ کرے۔

⑭ ...... فرماتے تھے کہ دنیا جس کے لیے قید خانہ ہو قبر اس کے لیے باعث راحت ہوگی۔

⑮ ...... فرماتے تھے کہ اگر تمہارے دل پاک ہو جائیں تو کبھی قرآن شریف کی تلاوت یا سماعت سے سیری نہ ہو۔

⑯ ...... محاصرہ کے زمانہ میں جب اتمام حجت کے لیے آپ نے بالا خانہ سے سر باہر نکالا تو فرمایا: مجھے قتل نہ کرو بلکہ صلح کی کوشش کرو، خدا کی قسم! میرے قتل کے بعد پھر تم لوگ متفقہ قوت کے ساتھ قتال نہ کر سکو گے اور کافروں سے جہاد موقوف ہو جائے گا اور باہم مختلف ہو جاؤ گے۔

⑰ ...... محاصرہ کے زمانہ میں لوگوں نے پوچھا کہ امیر المؤمنین! آپ تو مسجد جا نہیں سکتے، انہی باغیوں میں سے کوئی شخص امام بنتا ہے، ہم اس کے پیچھے نماز پڑھیں یا نہ پڑھیں تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نماز اچھا کام ہے جب لوگوں کو اچھا کام کرتے ہوئے دیکھا کرو تو ان کے ساتھ شریک ہو جایا کرو، ہاں! برے کاموں میں ان کے ساتھ شرکت نہ کرو۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے فضائل میں چند آیات واحادیث

قرآن مجید میں جو آیتیں عموماً صحابہ کرام اور خصوصاً مہاجرین وانصار کی فضیلت میں ہیں ان سب میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شامل ہیں کیوں کہ آپ مہاجرین میں ہیں اور آیتِ تمکین میں جو یہ مضمون وارد ہوا ہے کہ مہاجرین میں سے جو شخص بھی خلیفہ ہوگا اس کی خلافت پسندیدہ ہوگی اور زمانۂ خلافت میں وہ وہی کام کرے گا جو مرضی الٰہی ہوگا۔

نیز آیت اظہار دین جس میں فتح فارس وروم کو رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی بعثت کا مقصد قرار دیا گیا ہے اور اس آیت سے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی فضیلت ثابت ہوئی کہ ان سے ہاتھ پر مقصد بعثت پورا

ہوا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بھی حصہ اس فضیلت میں ہے کیوں کہ فتح فارس وروم کا تکملہ انہی کے ہاتھ پر ہوا، آیات خلافت کی تفسیر میں جو رسالے اس حقیر نے لکھے ہیں ان کا مطالعہ اس باب میں کافی ہے۔

احادیث

(۱)...... عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعُثْمَانَ أَلَا أَسْتَحِي مِنْ رَجُلٍ تَسْتَحِيْ مِنْهُ الْمَلَائِكَةُ۔ (رواہ مسلم)

ترجمہ:...... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا کہ میں اس شخص سے کیوں نہ حیا کروں جس سے فرشتے حیا کرتے ہیں۔ (صحیح مسلم)

(۲)...... عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِاللهِ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لِكُلِّ نَبِيٍّ رَفِيْقٌ وَرَفِيْقِيْ يَعْنِيْ فِي الْجَنَّةِ عُثْمَانُ۔ (رواہ الترمذی)

ترجمہ:...... حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کے کچھ رفیق ہوتے ہیں اور میرا رفیق جنت میں عثمان ہے۔ (ترمذی)

(۳)...... عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ: جَاءَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَلْفِ دِينَارٍ فِي ثَوْبِهِ، حِينَ جَهَّزَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَيْشَ الْعُسْرَةِ، فنثرها فی حِجْره فرأیت النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يُقَلِّبُهَا فی حجره وَيَقُولُ: مَا ضَرَّ ابْنُ عَفَّانَ مَا عَمِلَ بَعْدَ الْيَوْمِ مرتين (رواہ احمد)

ترجمہ:...... حضرت عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عثمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک ہزار اشرفیاں اپنی آستین میں رکھ کر لائے جس وقت آپ غزوۂ تبوک کا سامان کر رہے تھے اور آپ کی گود میں ڈال دیں، پس میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ ان اشرفیوں کو اپنی گود میں الٹتے پلٹتے تھے اور فرماتے تھے: عثمان کو اب کچھ نقصان نہیں ہوسکتا آج کے بعد جو چاہیں کریں دو مرتبہ یہی فرمایا۔ (مسند احمد)

(۴)...... عن أَنَسِ بْن مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ حَدَّثَهُمْ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَعِدَ أُحُدًا وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ، وَعُثْمَانُ فَرَجَفَ بِهِمْ، فضربه برِجله فَقَالَ: اثْبُتْ أُحُدُ فَإِنَّمَا عَلَيْكَ نَبِيٌّ، وَصِدِّيقٌ، وَشَهِيدَانِ۔ (رواہ البخاری)

ترجمہ:...... حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز احد پہاڑ پر چڑھے اور آپ کے ساتھ ابوبکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ تھے، پہاڑ ہلنے لگا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاؤں سے اس کو اشارہ کیا کہ اے

اُحد! ٹھہر جا تیرے اوپر ایک نبی ہے، ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔ (صحیح بخاری)

ف:...... یہ واقعہ متعدد بار ہوا ہے، ایک مرتبہ کوہ مشبرہ پر بھی ایسا ہی ہوا اور اس وقت بھی آنحضرت ﷺ نے ایسا ہی فرمایا۔

(۵)...... عَنْ أَبِي مُوسَى الأشعرى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَائِطٍ مِنْ حِيطَانِ المَدِينَةِ فَجَاءَ رَجُلٌ فَاسْتَفْتَحَ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: افْتَحْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ. فَفَتَحْتُ لَهُ. فَإِذَا أَبُو بَكْرٍ فَبَشَّرْتُهُ بِمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَحَمِدَ اللهَ. ثُمَّ جَاءَ رَجُلٌ فَاسْتَفْتَحَ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: افْتَحْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ. فَفَتَحْتُ لَهُ فَإِذَا هُوَ عُمَرُ. فَأَخْبَرْتُهُ بِمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَحَمِدَ اللَّهَ. ثُمَّ اسْتَفْتَحَ رَجُلٌ. فَقَالَ لِي: افْتَحْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ. عَلَى بَلْوَى تُصِيبُهُ. فَإِذَا عُثْمَانُ. فَأَخْبَرْتُهُ بِمَا قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَمِدَ اللهَ. ثُمَّ قَالَ: اللهُ الْمُسْتَعَانُ۔ (متفق عليه)

ترجمہ:...... حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ کہتے تھے کہ میں نبی ﷺ کے ہمراہ تھا مدینہ کے باغوں میں سے ایک باغ میں کہ ایک شخص آیا اور اس نے دروازہ کھلوایا تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ دروازہ کھول دو اور اس کو جنت کی خوشخبری سنادو چنانچہ میں نے دروازہ کھول دیا اور دیکھا تو وہ ابوبکرؓ تھے۔ میں نے ان کو رسولِ خدا ﷺ کے ارشاد کے مطابق خوشخبری سنادی، انہوں نے اللہ کا شکرادا کیا پھر ایک اور شخص آیا اور اس نے دروازہ کھلوایا تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ کھول دو اور اس کو جنت کی خوشخبری سنادو چنانچہ میں نے کھول دیا اور دیکھا تو وہ عمر تھے۔ میں نے ان کو بھی رسولِ خدا ﷺ کے ارشاد کے مطابق خوشخبری سنادی، انہوں نے اللہ کا شکرادا کیا، پھر ایک اور شخص آیا اور اس نے دروازہ کھلوایا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ کھول دو اور اس کو بھی جنت کی خوشخبری سنادو ایک مصیبت جو ان کو پہنچے گی وہ عثمان رضی اللہ عنہ تھے، میں نے ان کو بھی نبی ﷺ کے ارشاد کے مطابق خوشخبری سنادی۔ انہوں نے اللہ کا شکرادا کیا اور پھر کہا کہ اللہ میری مدد کرے۔ (بخاری مسلم)

(۶)...... عَنْ جَابِرٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أُرِيَ اللَّيْلَةَ رَجُلٌ صَالِحٌ أَنَّ أَبَابَكْرٍ نِيطَ بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَنِيطَ عُمَرُ، بِأَبِي بَكْرٍ، وَنِيطَ عُثْمَانُ، بِعُمَرَ. قَالَ جَابِرٌ: فَلَمَّا قُمْنَا مِنْ عِنْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْنَا:

أَمَّا الرَّجُلُ الصَّالِحُ فَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَمَّا تَنَوُّطُ بَعْضِهِمْ بِبَعْضٍ فَهُمْ وُلَاةُ هَذَا الْأَمْرِ الَّذِي بَعَثَ اللَّهُ بِهِ نَبِيَّهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔ (رواہ ابوداؤد)

ترجمہ:...... حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج رات کو ایک نیک شخص کو خواب میں دکھایا گیا کہ گویا ابوبکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن سے لٹکائے گئے ہیں اور عمر ابوبکرؓ کے دامن سے اور عثمان عمرؓ کے دامن سے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب ہم رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے اٹھے تو ہم نے آپس میں کہا کہ وہ نیک شخص جس کو خواب میں دکھایا گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ایک کے دوسرے سے لٹکنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ اس دین کے حاکم ہوں گے جس کے ساتھ اللہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا۔ (ابوداؤد)

ف:...... یہ تعبیر خواب کی رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے ہی میں صحابہ کرام کی زبانوں پر تھی، لہٰذا اگر پسندیدۂ خدا نہ ہوتی تو ضرور وحی کے ذریعے اسے اس کی اصلاح کی جاتی، لہٰذا معلوم ہوا کہ ان تینوں کی خلافت پہلے سے مقرر تھی اور معلوم تھی۔

⑧...... عَنْ أَنَسٍ قَالَ: لَمَّا أُمِرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبَيْعَةِ الرِّضْوَانِ كَانَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ رَسُولَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى أَهْلِ مَكَّةَ قَالَ: فَبَايَعَ النَّاسَ، قَالَ: فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ عُثْمَانَ فِي حَاجَةِ اللهِ وَحَاجَةِ رَسُولِهِ فَضَرَبَ بِإِحْدَى يَدَيْهِ عَلَى الْأُخْرَى، فَكَانَتْ يَدُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعُثْمَانَ خَيْرًا مِنْ أَيْدِيهِمْ لِأَنْفُسِهِمْ. (رواہ الترمذی)

ترجمہ:...... حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت الرضوان کا حکم دیا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد بن کر گئے ہوئے تھے لوگوں نے بیعت شروع کر دی تو رسول اللہ نے فرمایا کہ عثمانؓ اللہ اور اس کے رسول کے کام سے گئے ہوئے ہیں لہٰذا ان کو بھی اس بیعت میں شریک کرنا ضروری ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر مارا اور فرمایا کہ یہ بیعت عثمانؓ کی ہے پس رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ جو عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے بیعت کے لیے تھا وہ لوگوں کے ہاتھ سے جو اپنے اپنے لیے تھے بہتر تھا۔ (ترمذی شریف)

⑨...... عَنْ أَبِي بَكْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ذَاتَ يَوْمٍ: مَنْ رَأَى مِنْكُمْ رُؤْيَا؟ فَقَالَ رَجُلٌ: أَنَا، رَأَيْتُ كَأَنَّ مِيزَانًا نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ فَوُزِنْتَ أَنْتَ وَأَبُو بَكْرٍ

فَرَجَحْتَ اَنْتَ بِأَبِي بَكْرٍ، وَوُزِنَ عُمَرُ وَأَبُو بَكْرٍ، فَرَجَحَ أَبُو بَكْرٍ، وَوُزِنَ عُمَرُ وَعُثْمَانُ، فَرَجَحَ عُمَرُ ثُمَّ رُفِعَ الْمِيزَانُ، قَالَ: فَاسْتَاءَ لَهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَعْنِي فَسَاءَهُ ذَلِكَ، فَقَالَ: خِلَافَةُ نُبُوَّةٍ، ثُمَّ يُؤْتِي اللّٰهُ الْمُلْكَ مَنْ يَشَاءُ (ابوداؤد)

ترجمہ:...... حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا ترازو آسمان سے اتری اور آپ اور ابوبکر تولے گئے تو آپ کا وزن زیادہ رہا اور ابوبکر و عمر تولے گئے تو ابوبکر کا وزن زیادہ رہا اور عمر و عثمان رضی اللہ عنہ تولے گئے تو عمر رضی اللہ عنہ کا وزن زیادہ رہا پھر وہ ترازو اٹھالی گئی۔ اس خواب کو سن کر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم رنجیدہ ہوئے اور آپ نے فرمایا کہ یہ خلافت نبوت ہے اس کے بعد اللہ جس کو چاہے گا بادشاہت دے گا۔ (ابوداؤد)

ف:...... اس حدیث سے ثابت ہے کہ خلافت نبوت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر ختم ہوگئی اور آیات قرآنیہ خصوصاً تمکین نیز اور احادیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ مہاجرین میں سے جو بھی خلیفہ ہوگا اس کی خلافت خلافتِ راشدہ ہوگی، لہٰذا معلوم ہوا کہ خلافتِ نبوت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر ختم ہوگئی اور یہ خلافت راشدہ کی آخری قسم ہے جس کو حضرت شیخ ولی اللہ محدث دہلوی کی اصطلاح میں ''راشدہ خاصہ'' کہتے ہیں۔

(۱۰)...... عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وسلَّم جَالِسًا وَحْدَه فَجِئْتُ حَتّٰى جَلَسْتُ اليه فَجَاءَ أَبُو بَكْرٍ فَسَلَّمَ ثُمَّ جَاءَ عُمَرُ ثُمَّ جَاءَ عُثْمَانُ سَبْعَ حَصَيَاتٍ أَوْ تِسْعَ حَصَيَاتٍ فَسَبَّحْنَ فِي يَدِهِ حَتّٰى سَمِعْتُ لَهُنَّ حَنِينًا كَحَنِينِ النَّحْلِ، ثُمَّ وَضَعَهُنَّ فَخَرِسْنَ، ثُمَّ وُضِعْنَ فِي يَدِ أَبِي بَكْرٍ فَسَبَّحْنَ فِي يَدِهِ حَتّٰى سَمِعَ لَهُنَّ حَنِينًا كَحَنِينِ النَّحْلِ فَوَضَعَهُنَّ فَخَرِسْنَ، ثُمَّ تَنَاوَلَهُنَّ فَوُضِعْنَ فِي يَدِ عُمَرَ فَسَبَّحْنَ فِي يَدِهِ حَتّٰى سَمِعْتُ لَهُنَّ حَنِينًا كَحَنِينِ النَّحْلِ، ثُمَّ وُضِعْنَ فَخَرِسْنَ، ثُمَّ تَنَاوَلَهُنَّ فَوُضِعْنَ فِي يَدِ عُثْمَانَ فَسَبَّحْنَ فِي يَدِهِ حَتّٰى سَمِعْتُ لَهُنَّ حَنِينًا كَحَنِينِ النَّحْلِ، ثُمَّ وُضِعْنَ فَخَرِسْنَ فقال رسول اللّٰه صلَّى اللّٰه عليه وسلَّم هٰذه خلافة نبوة۔ (رواه البزار والطبرانی فی الاوسط والبیهقی)

ترجمہ:...... حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم تنہا بیٹھے ہوئے تھے کہ میں پہنچا اور آپ کے پاس بیٹھ گیا پھر ابوبکر آئے اور سلام کر کے بیٹھ گئے، پھر عمر آئے، پھر عثمان آئے اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سات کنکریاں پڑی ہوئی تھیں۔ آپ نے ان کو اپنی ہتھیلی پر رکھا تو تسبیح کی گنگناہٹ سنی جیسے شہد کی مکھیوں کی آواز، پھر آپ نے ان کو اٹھا کر ابوبکر کے ہاتھ میں رکھا تو وہ تسبیح پڑھنے لگیں یہاں تک

کہ میں نے ان کی تسبیح کی آواز سنی جیسے شہد کی مکھیوں کی آواز، پھر آپ ﷺ نے ان کو زمین پر رکھ دیا تو پھر خاموش ہوگئیں پھر آپ ﷺ نے ان کو لے کر عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں رکھا پھر وہ تو تسبیح پڑھنے لگیں یہاں تک کہ میں نے ان کی تسبیح کی آواز سنی جیسے شہد کی مکھیوں کی آواز پھر آپ ﷺ نے ان کو زمین پر رکھ دیا تو وہ خاموش ہوگئیں پھر آپ نے ان کو لے کر عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں رکھا تو پھر وہ تسبیح پڑھنے لگیں یہاں تک کہ میں نے ان کو تسبیح کی آواز سنی پھر آپ نے ان کو زمین پر رکھ دیا تو وہ خاموش ہوگئیں پھر رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا کہ یہ خلافت نبوت ہے بعد میں پھر جس قدر صحابی بیٹھے ہوئے تھے سب کے ہاتھ میں یکے بعد دیگرے وہ کنکریاں آپ نے رکھیں مگر کسی کے ہاتھ میں انہوں نے تسبیح نہ پڑھی۔

(۱۱) ...... عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ، أَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! إِنِّي رَأَيْتُ كَأَنَّ دَلْوًا دُلِّيَ مِنَ السَّمَاءِ فَجَاءَ أَبُو بَكْرٍ، فَأَخَذَ بِعَرَاقِيهَا فَشَرِبَ شُرْبًا ضَعِيفًا، ثُمَّ جَاءَ عُمَرُ فَأَخَذَ بِعَرَاقِيهَا فَشَرِبَ حَتَّى تَضَلَّعَ، ثُمَّ جَاءَ عُثْمَانُ فَأَخَذَ بِعَرَاقِيهَا فَشَرِبَ حَتَّى تَضَلَّعَ، ثُمَّ جَاءَ عَلِيٌّ فَأَخَذَ بِعَرَاقِيهَا فَانْتَشَطَتْ، وَانْتَضَحَ عَلَيْهِ مِنْهَا شَيْءٌ ۔ (ابوداؤد)

ترجمہ: ...... حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا ایک ڈول آسمان سے لٹکایا گیا پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے اس کا حلقہ پکڑ کر پانی پیا مگر کمزور طریقہ سے پھر عمر رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے اس کا حلقہ پکڑ کر پانی پیا یہاں تک کہ وہ شکم سیر ہوگئے پھر عثمان رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے اس کا حلقہ پکڑ کر پانی پیا یہاں تک کہ شکم سیر ہوگئے پھر علی رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے اس کا حلقہ پکڑا تو وہ ڈول پھٹ گیا اور اس کی چھینٹیں ان پر پڑیں۔ (ابوداؤد)

امیر المؤمنین حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ

نامِ مبارک آپ کا علی ہے۔ لقب اسد اللہ اور حیدر و مرتضیٰ۔ کنیت ابوالحسن اور ابوتراب۔

نسب آپ کا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت قریب ہے۔ آپ کے والد ابوطالب جن کا نام عبدِ مناف تھا اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد ماجد حضرت عبداللہ بھائی بھائی ہیں، والدہ آپ کی فاطمہ بنت اسد بن ہاشم تھیں۔ ماں باپ دونوں کی طرف سے آپ ہاشمی ہیں، آپ کے والد تو مشرف باسلام نہیں ہوئے مگر آپ کی والدہ مسلمان بھی ہوئیں اور انہوں نے ہجرت بھی کی۔

بچپن ہی سے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہے بلکہ آپ ہی کی آغوش محبت میں پرورش پائی اور آپؐ نے ان کے ساتھ بالکل فرزند کی طرح معاملہ کیا اور اپنی دامادی کا شرف بھی ان کو عطا فرمایا۔ جناب سیدہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا جو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سب سے زیادہ چہیتی بیٹی تھیں آپ کے نکاح میں آئیں اور ان سے آپ کی اولاد ہوئی۔

صحابۂ کرامؓ میں سب سے اعلیٰ درجہ کے فصیح و بلیغ اور اعلیٰ درجہ کے خطیب سمجھے جاتے تھے اور جو شجاعت و بہادری میں سب سے فائق مانے جاتے تھے اس میں آپ کا مرتبہ بہت نمایاں تھا۔

۳۵ھ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد مسندِ خلافت کو آپ نے زینت دی اور تین دن کم پانچ سال تختِ خلافت پر متمکن رہ کر بتاریخ ۱۸ رمضان ۴۰ھ عبدالرحمن بن ملجم خارجی کے ہاتھ سے بمقام کوفہ شربت شہادت نوش کیا اور خلافت راشدہ کو دنیا سے رخصت کر گئے، کوفہ کے قریب ایک مقام نجف ہے وہاں دفن کیے گئے۔ رضی اللّٰه تعالیٰ عنه

حالات اسلام و قبل اسلام:...... آپ قبل بلوغ بچپن میں اسلام لائے۔ بعض مورخین کا بیان ہے کہ اس وقت آپ کی عمر دس سال کی تھی، بعض کہتے ہیں: نو سال کی۔ بعض کہتے ہیں: آٹھ سال کی۔ بعض اس سے بھی کم بیان کرتے ہیں، حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے پوتے حسن بن زیدؒ فرماتے ہیں: اسی کم عمری کے باعث آپ بت پرستی سے محفوظ رہے۔ (تاریخ الخلفاء)

بعض لوگ اس بات کے قائل ہیں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد سب سے پہلے آپ ہی اسلام لائے، اس کی تحقیق حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں گزر چکی۔

ایک مرتبہ آپؓ کے والد ابوطالب نے ان کو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے دیکھا تو

پوچھا کہ یہ کیا کررہے ہو رسولِ خدا ﷺ نے ان کو جواب دیا اور ان کو دین اسلام کی طرف بلایا تو ابوطالب کہنے لگے کہ اس کام میں کوئی برائی تو نہیں ہے مگر اللہ کی قسم! مجھ سے سرین اوپر نہ کیے جا سکیں گے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے والد کے اس مقولہ کا ذکر کر کے اکثر ہنسا کرتے تھے۔

آپ کا قد مبارک پست تھا، جسم فربہ تھا، پیٹ بڑا تھا اور ڈاڑھی بہت بڑی تھی کہ پورا سینہ اس کے نیچے بند تھا اور رنگ گندمی تھا۔

حضرت فاطمہ زہرہ رضی اللہ عنہا کی زندگی میں آپ نے دوسرا نکاح نہیں کیا۔ ان کے بعد پھر اور نکاح کیے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے دو صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں آپ کی تھیں:

① ...... حسن۔ ② ...... حسین۔ ③ ...... زینب کبری۔ ④ ...... ام کلثوم کبری

اور دوسری ازواج سے حسب ذیل اولاد تھی:

حضرت عباس، جعفر، حضرت عبداللہ، عثمان، عبیداللہ، ابوبکر، محمد الاصغر، یحییٰ عمر، رقیہ، محمد الاوسط، محمد الاکبر (یہی محمد بن حنفیہ کے نام سے مشہور ہیں) ام الحسن، رملۃ الکبری، ام کلثوم صغریٰ، ام ہانی، میمونہ، زینب صغری، رملۃ الصغری، فاطمہ، امامہ، خدیجہ، ام الکرام، ام سلمہ، ام جعفر، جمانہ، نفیسہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین)

ان تمام اولاد میں نسب صرف حضرات حسنین، محمد الاکبر، عباس اور عمر (رضوان اللہ علیہم اجمعین) سے چلا اور کسی سے نہیں چلا، نہایت زاہدانہ زندگی بسر فرماتے تھے، ہر امر میں رسولِ خدا ﷺ کی اتباع کے حریص تھے، مزاج مبارک میں خوش طبعی بہت تھی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: آپ کے فضائل میں اس کثرت کے ساتھ روایات ہیں کہ کسی صحابی کے متعلق یہ کثرت نہیں ہے۔ (تاریخ الخلفاء) اس کی کثرت کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے مخالفین بہت تھے ان مخالفین میں بعض تو خاص امور میں آپ کو خطا پر سمجھتے تھے اور آپ کے فضائل وسوابق اسلامیہ کے منکر نہ تھے جیسے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ وغیرہ اور بعض لوگ آپ کے فضائل کے کیا معنی آپ کے اسلام ہی کا انکار کرتے تھے جیسے خوارج ان مخالفین کی وجہ سے آپ کے فضائل کی روایات کا چرچہ زیادہ ہوا اور بار بار بیان کرنے کی وجہ سے روایات کی کثرت ہوگئی۔ مگر اس کثرت کے ساتھ ایک چیز قابل افسوس بھی ہے کہ روافض نے اکاذب وخرافات بھی اس میں اس طرح شامل کر دیے ہیں کہ بوقت تنقید اس کثرت میں بہت ہی کم روایات پایۂ صحت کو پہنچتی ہیں۔

فضائل: ......اب ہم چند فضائل آپ کے بیان کرتے ہیں:

(۱) ......بوقتِ ہجرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اپنی چادر اوڑھا کر اپنے بستر پر لٹا دیا اور کچھ لوگوں کی امانتیں آپ کے پاس تھیں وہ ان کے حوالے کردی کہ واپس کردینا چنانچہ ایسا ہی آپ نے کیا اور پھر بہت جلد ہجرت کرکے مدینہ منورہ پہنچ گئے۔

(۲) ......غزوۂ بدر میں آپ رضی اللہ عنہ نے بہت کارہائے نمایاں کیے اور بہت سے کافر آپ کی تلوار سے جہنم واصل ہوئے۔

(۳) ......غزوۂ احد میں بھی آپ رضی اللہ عنہ بڑی خدمتِ جلیلہ انجام دی۔

اس غزوہ میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہادت کی شہرت ہوئی اور آپ کا پتہ میدان جنگ میں نہیں ملا اور بعد میں معلوم ہوا کہ آپ فلاں مقام پر ہیں تو جو صحابہ کرام سبقت کرکے آپ کے پاس پہنچے ان میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

(۴) ......غزوۂ خیبر میں بھی آپ سے بہت پسندیدہ خدمات ظہور میں آئیں اور اسی طرح تمام غزوات میں، صرف غزوۂ تبوک میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو مدینہ میں چھوڑ گئے تھے باقی تمام غزوات میں آپ کے ہمراہ رہے۔

(۵) ......۹ رہجری میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو امیر حج بنا کر روانہ کیا۔ ان کی روانگی کے بعد سورہ برأت نازل ہوئی تو اس کی تبلیغ پر آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مامور کیا۔

(۶) ......جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی تو آپؐ کے غسل دینے کی خدمت آپؓ ہی کے سپرد ہوئی۔

(۷) ......حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر آپ نے عام مجمعوں میں اپنی دِلی رضامندی کا اظہار فرمایا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو امام نماز بنا گئے تھے تو جس کو آپ نے ہمارے دین کا امام بنادیا تو ہم کون ہیں کہ دنیاوی معاملات میں ان کو امام نہ سمجھیں۔

(۸) ......حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ان کی وزارت آپ کے سپرد رہی اور آپ نے ان کے ساتھ اپنی حسن عقیدت اور دلی محبت کا اظہار اس اہتمام سے کیا کہ آج روافض ان کی باتوں کی کوئی تاویل نہیں کرسکتے۔

(۹) ......اپنے زمانہ خلافت میں آپ نے خدا جانے کس اہتمام سے اور کتنی بار اس کا اعلان کیا کہ آج اسی سندوں سے آپ کا یہ قول کتب حدیث میں موجود ہے:

''خیر الامّة بعد نبیّها ابو بکر ثم عمر'' یعنی نبیؐ کے بعد تمام امت سے بہتر ابوبکرؓ ہیں پھر عمرؓ
نیز اپنی خلافت میں ایک گشتی فرمان لکھ کر شائع کرایا کہ جو شخص مجھے ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما سے افضل کہے گا اس کو میں وہ سزا دوں گا جو مفتری کو دی جاتی ہے۔ غرض کہ آپ نے بڑی کوشش اس بات کی کہ بدعت رفض کا انتساب آپ کی طرف نہ ہو۔

یہ بات معلوم ہو چکی تھی کہ آیندہ چل کر ایک فرقہ روافض کا پیدا ہوگا۔ وہ آپ کی محبت وپیروی کا دعویٰ کرے گا اور بہت سی بے دینی کی باتوں کو آپ کی طرف منسوب کرے گا جس طرح عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق کیا۔

⑩ ...... حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا جب بلوائیوں نے محاصرہ کیا آپ نے سب سے زیادہ ان کی حمایت وحفاظت میں حصہ لیا حتی کہ حضرات حسنینؓ کو ان کے دروازے پر حفاظت کے لیے مامور کیا اور جب وہ شہید ہو گئے تو بڑا صدمہ آپ کو ہوا اور ان کی تعریف میں بہت بلند کلمات ارشاد فرمائے۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد دوسرے دن آپ کے ہاتھ پر بیعت ہوئی، مدینہ میں جس قدر مہاجرین وانصار تھے سب نے آپ کے ہاتھ پر برضا ورغبت بیعت کی اور حضرات طلحہؓ اور زبیرؓ کے سوا ان دونوں نے بلوائیوں کے جبر سے بیعت کی اور بیعت کرنے کے بعد فوراً مکہ چلے گئے، شام نے آپ کی خلافت کو تسلیم نہیں کیا۔ ان کا خیال تھا کہ جس قدر مہاجرین وانصار نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی ہے سب نے بلوائیوں کے جبر سے بیعت کی ہے۔

آپ کے عہد خلافت میں کفار سے جہاد بالکل موقوف رہا اور اسلامی فتوحات میں کوئی اضافہ نہیں ہوا آپ کا تمام زمانہ خلافت آپس کی لڑائیوں میں صرف ہو گیا، تین لڑائیاں آپ کو پیش آئیں۔

اول: ...... جنگ جمل جس میں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت طلحہ وزبیرؓ سے لڑنا پڑا۔

دوم: ...... جنگ صفین جس میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور اہل شام سے مقابلہ ہوا۔

سوم: ...... جنگ نہروان جس میں خوارج سے مقاتلہ ہوا۔ یہ آپ کی آخری لڑائی تو تمام صحابہ کے نزدیک پسندیدہ تھی اور بعض احادیث میں اس کے متعلق پیشین گوئی اور پسندیدگی کے کلمات بھی وارد ہوئے ہیں مگر جنگ جمل وصفین کو اکثر صحابہؓ نے ناپسند کیا اور بہت سے محتاط لوگ ان لڑائیوں سے کنارہ کش رہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی رفاقت کے لیے

بلایا اور ان کے والد سے اپنے تعلقات کا ذکر کیا تو انہوں نے جواب میں لکھا کہ اے ابوالحسن! اللہ کی قسم! اگر آپ اژدہے کے منہ میں ہاتھ ڈالنے کو کہیں تو میں تیار ہوں لیکن آپ یہ چاہیں کہ کسی لا الہ الا اللّٰہ کہنے والے پر تلوار اٹھاؤں تو یہ مجھ سے نہ ہوگا ایسا ہی اور صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بھی کیا۔ نہ ادھر تھے نہ ادھر تھے اس جماعت کو قاعدین کے لقب سے یاد کیا گیا ہے۔

جنگ صفین کے بعد حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے قبضہ سے تمام ملک نکل گیا حتی کہ آخر میں سوائے کوفہ اور مضافات کوفہ کے آپ کے پاس کچھ نہیں رہ گیا۔

جنگ جمل و صفین کے بعض حالات حسب وعدہ لکھے جاتے ہیں جس سے یہ معلوم ہوگا کہ ان لڑائیوں کو جو لوگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بدگوئی کا ذریعہ بناتے ہیں، وہ کس قدر گمراہی میں مبتلا ہیں۔

جنگ جمل

یہ لڑائی جمادی الآخر ٣٦ ہجری میں ہوئی۔ اس لڑائی کے قصہ میں بہت کچھ رنگ آمیزی کی گئی ہے اور بہت جھوٹ ملایا گیا ہے، صحیح واقعہ جو صاحب سیف مسلول نے بحوالہ تاریخ قرطبیؒ بیان کیا ہے یہ ہے کہ

حضرت طلحہ وزبیرؓ جب بلوائیوں کے جبر سے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دست مبارک پر بیعت کر چکے تو فوراً مدینہ سے چل دیے۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس سال حج کو گئی ہوئی تھیں اور اس وقت تک مکہ میں تھیں۔ حضرت طلحہؓ وزبیرؓ نے سارا واقعہ جا کر ان سے بیان کیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے اور بلوائیوں نے لوگوں پر جبر کر کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرائی ہے اور اس وقت مدینہ میں سخت فتنہ برپا ہے۔ آپ ام المؤمنین ہیں، آپ کی پناہ میں ہم کو امن ملے گا آپ ایسی کوشش کیجیے کہ یہ فساد کسی طرح دفع ہو، حضرت علی رضی اللہ عنہ مصلحت اس میں سمجھتے ہیں کہ قاتلان عثمانؓ سے قصاص لینے میں سکوت چاہیے حالاں کہ اس سکوت سے بلوائیوں کا زور بڑھتا جاتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان جھگڑوں میں پڑنے سے انکار کیا۔ حضرت طلحہؓ وزبیرؓ نے قرآن مجید کی وہ آیت پڑھی جس میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی اصلاح کی کوشش کا حکم دیا ہے۔

بالآخر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان کی رائے سے متفق ہوگئیں اور یہ مشورہ طے پایا کہ جب تک ان بلوائیوں کا زور کم نہ ہو۔ مدینہ نہ جانا چاہیے بلکہ عرب سے باہر کا کوئی گوشۂ عافیت تجویز کرنا چاہیے اور کسی تدبیر سے علی رضی اللہ عنہ کو ان مفسدوں کے گروہ سے جدا کر کے اپنے ساتھ لے لینا چاہیے، پھر تمام کام بن جائے گا، حضرت عثمانؓ کا قصاص بھی لے لیا جائے گا اور ان مفسدوں کو گوشمالی بھی

ہوجائے گی چنانچہ اسی تجویز کے مطابق یہ لوگ بصرہ کی طرف روانہ ہوئے بلوائیوں نے یہ قصہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے بہت رنگ آمیزی کے ساتھ بیان کیا اوران کو یہ سمجھایا کہ یہ لوگ آپ کو خلافت سے معزول کرنا چاہتے ہیں اور جو اصلی نیت ان لوگوں کی تھی اس کا علم بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نہ ہونے دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی بجانب بصرہ روانہ ہوئے۔

حضرات حسنین ؓ، عبداللہ بن جعفر ؓ اور عبداللہ ابن عباس ؓ اس فوج کشی کے مخالف تھے مگران کی کچھ نہ چلی جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فوج بصرہ کے قریب پہنچ گئی تو آپ نے حضرت قعقاع صحابی رضی اللہ عنہ کو قاصد بنا کر حضرت طلحہ ؓ وزبیر ؓ کے پاس بھیجا۔ حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ اولا ام المؤمنین سے ملے، انہوں نے صاف فرمادیا کہ میرا مقصود صرف اصلاح ہے کسی طرح یہ فتنہ وفساد دور ہو اور امن قائم ہوجائے پھر حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ نے حضرت طلحہ ؓ وزبیر ؓ سے ملاقات کی اور پوچھا کہ آپ لوگوں نے اصلاح کی کیا صورت تجویز کی ہے، ان دونوں نے کہا: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں سے قصاص لیے بغیر امن نہیں ہوسکتا۔ حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ مقصود تو بغیر اس کے کہ سب مسلمان متفق نہ ہوجائیں حاصل نہیں ہوسکتا لہٰذا آپ لوگوں کو چاہیے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مل جائیں اور باہم متفق ہوکر اس کی تدبیر کیجیے، یہ رائے حضرت طلحہ ؓ وزبیر ؓ نے بھی پسند کی اور حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ صلح کی خوشخبری لے کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے وہ بھی بہت خوش ہوئے، تین دن تک باہم نامہ وپیام جاری رہا۔ تیسرے دن باہم یہ بات طے ہوئی کہ صبح کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ملاقات حضرت طلحہ ؓ وزبیر ؓ کے ساتھ طے ہوکر ان بلوائیوں میں سے کوئی شخص اس مجلس میں شریک نہ ہونے پائے، بلوائیوں کو یہ امر سخت ناگوار ہوا۔ وہ جانتے تھے کہ اس تنہائی کی ملاقات کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ ہمارے قابو سے نکل جائیں گے، لہٰذا ان لوگوں نے یہ تجویز سوچنا شروع کی کہ کوئی ایسی بات کرو کہ یہ صلح ٹوٹ جائے اور ملاقات نہ ہونے پائے، عبداللہ بن سبا مشہور منافق وموجد مذہبِ شیعہ بھی انہیں بلوائیوں میں تھا بلکہ وہ سب کا سردار تھا، اس نے یہ رائے دی کہ تم آج ہی رات میں لڑائی شروع کردو اور اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ اطلاع دو کہ اس فریق نے بدعہدی کرکے جنگ شروع کردی چنانچہ ایسا ہی ہوا اور ان مفسد بلوائیوں نے خود بخود پچھلی رات میں جنگ شروع کردی۔ دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں یہ شہرت تھی کہ حضرت طلحہ ؓ وزبیر ؓ نے بدعہدی کی اور اس جانب یہ مشہور تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے بدعہدی ہوئی غرض کہ بڑے معرکے کی جنگ ہوئی دونوں طرف سے تیرہ ہزار مسلمان قتل ہوئے۔ حضرت طلحہ ؓ

وزبیرؓ بھی اسی جنگ میں شہید ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیهِ رَاجِعُوْن

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ تو میدان جنگ میں شہید ہو گئے مگر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ جنگ سے کنارہ کش ہو کر واپس جا رہے تھے، راستے میں ان کو ابن جرموز نے شہید کر دیا۔ ابن جرموز حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو شہید کر کے بامیدِ انعام حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا: امیر المؤمنین! مبارک ہو کہ میں نے آپ کے دشمن کو قتل کر دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ کس کو؟ اس نے کہا: زبیرؓ کو۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تجھ کو خوشخبری سناتا ہوں کہ تو دوزخ میں جائے گا۔ ابن جرموز نے کہا: واہ! آپ نے خوب انعام دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں کیا کروں، مجھ سے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا:

یا علی بشر قاتل ابن صفیة بالنار

یعنی اے علی میری پھوپھی صفیہ کے بیٹے کو جو شخص قتل کرے اس کو تم دوزخ کو خوشخبری سنا دینا۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی تھے، یہ سن کر ابن جرموز نے خودکشی کر لی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دیکھ کر بلند آواز سے تکبیر پڑھی کہ دیکھو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو فرمایا تھا وہ کتنا سچ ہوا۔ (تطہیر الجنان)

اختتام جنگ کے بعد حضرت علیؓ، حسن اور عبداللہ بن عباسؓ میدان جنگ میں مقتولوں کی لاشیں دیکھنے کے لیے تشریف لے گئے، ایک مقام پر پہنچ کر امام حسن رضی اللہ عنہ نے آواز دی:

یا ابت! واللّٰہ فرخ قریش یعنی اے باپ! اللہ کی قسم! ایک نوجوان بچہ قریش کا یہاں پڑا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ محمد بن طلحہ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

واللّٰہ کان شابا صالحا۔ اللہ کی قسم! جوان صالح تھا۔ (تطہیر الجنان)

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا گزر حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی لاش مبارک پر ہوا تو آپ ان کو دیکھ کر بیٹھ گئے اور فرمانے لگے کہ ابو محمد! اس جگہ اس حالت میں پڑے ہیں اور فرمایا: اے کاش! میں آج سے تیس برس پہلے مر گیا ہوتا اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کو لے کر بار بار چومتے تھے اور فرماتے تھے: یہ وہ ہاتھ[1] ہے جس نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوپر سے مصائب کو دفع کیا ہے۔ (تطہیر الجنان)

---

[1] احد کی لڑائی میں ایک موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کافروں کے نرغہ میں گھر گئے اس وقت آپ کے پاس حضرت طلحہؓ کے سوا دوسرا کوئی نہ تھا، چاروں طرف سے تیروں کی بارش تھی اور حضرت طلحہؓ ان تیروں کو اپنی سپر سے روک رہے تھے یکا یک ان کے ہاتھ سے سپر گر گئی تو انہوں نے خیال کیا کہ میں جتنی دیر میں سپر اٹھاؤں گا نہ معلوم کتنے تیر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آجائیں گے، لہٰذا اپنے ہاتھ پر انہوں نے تیر روکنا شروع کیے، وہ ہاتھ بالکل شل ہو گیا تھا، اخیر عمر تک اس نے کام نہیں دیا، اسی ہاتھ کو حضرت علیؓ چومتے تھے۔ ۱۲

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا جب آخری وقت تھا تو ایک شخص ان کے پاس سے گزر رہا تھا اس سے انہوں نے دریافت کیا کہ تو کس لشکر کا آدمی ہے؟ اس نے کہا: امیر المؤمنین کے لشکر کا۔ اس سے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اچھا ہاتھ لاؤ میں تمہارے ہاتھ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے بیعت کروں، چنانچہ بیعت کے بعد وہ جاں بحق ہو گئے۔ اس شخص نے یہ واقعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے آ کر بیان کیا تو آپ نے تکبیر پڑھی اور فرمایا: خدا نے طلحہ کو جنت میں بغیر میری بیعت کے لیے جانا نہ چاہا۔ (ازالۃ الخفا)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اہل جمل سے متعلق پوچھا گیا کہ کیا وہ مشرک تھے؟ آپ نے فرمایا: نہیں! وہ شرک سے تو بھاگتے تھے۔ کہا گیا کہ پھر کیا وہ منافق تھے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں، منافق تو اللہ کو بہت کم یاد کرتے ہیں۔ پوچھا گیا کہ پھر ان کو کیا سمجھیں؟ فرمایا:

اخواننا بغو علینا وہ ہمارے بھائی ہیں انہوں نے ہم سے بغاوت کی تھی۔

جنگ صفین

جنگ جمل سے فراغت کے بعد ۳۷ھ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے مقابلہ ہوا یہ لڑائی کئی دن تک رہی اور بڑی سخت خون ریزی ہوئی۔ اس لڑائی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھیوں کی سرکشی اور بزدلی سے بہت پریشانی رہی۔ آخر ایک روز خود آپ میدان میں تشریف لے گئے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے حکم دیا کہ علی کو زندہ گرفتار کر لاؤ۔ لوگوں نے کہا کہ زندہ گرفتار ہو کر آنا مشکل ہے البتہ قتل کر کے ہم لا سکتے ہیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم علی رضی اللہ عنہ کو قتل کرنا نہیں چاہتے، اس کے بعد اہل شام کی طرف سے قرآن مجید کے نسخے بلند کیے گئے کہ اے علی! آؤ اس کتاب کی رو سے ہم تم فیصلہ کر لیں، اس کارروائی کے ساتھ ہی لڑائی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ والے تو ہمت ہار ہی چکے تھے، اس موقع کو غنیمت سمجھ کر انہوں ے فوراً تلوار کو نیام میں کر لیا اور یہ طے پایا کہ دو شخص مقرر کیے جائیں، ایک حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے اور ایک حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے، دونوں مل کر جو فیصلہ کر دیں اس پر فریقین عمل کریں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی طرف سے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو حکم مقرر کیا، ان دونوں حکموں کا فیصلہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف ہوا۔

اس لڑائی کی بنیاد یہ تھی کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قصاص چاہتے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ بلوائیوں کی قوت زیادہ ہے، ابھی ان سے قصاص نہیں لیا جا سکتا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ آپ ان کے درمیان سے ہٹ جائیے تو میں ابھی ان سے قصاص لے لوں، اسی بات میں اس قدر طول ہوا کہ فوج کشی کی نوبت آئی۔ اس لڑائی میں بھی نہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے مقابل والوں کی تکفیر و تفسیق کی نہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اور یہ بالکل افتراء ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر لعنت کا حکم دیا تھا، اس لڑائی کے واقعات بھی بتلاتے ہیں گویا لڑائی تو ہوئی مگر دلوں میں بغض و عناد نہ تھا اور طبیعتوں میں فساد نہ تھا، دو ایک واقعے حسب ذیل ہیں:

* ……دورانِ جنگ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے تھے، روزانہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دستر خوان پر جا کر کھانا کھاتے تھے، ایک روز ایک شخص نے کہا کہ اے ابو ہریرہؓ! آپ کی عجیب حالت ہے، نماز علیؓ کے پیچھے پڑھتے ہیں اور انہی کے ساتھ ہو کر لڑتے ہیں اور کھانا یہاں آکر کھاتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نماز انہیں کے پیچھے اچھی ہوتی ہے اور خلیفۂ برحق وہی ہیں، لہٰذا جہاد بھی انہی کے ساتھ ہو کر اچھا ہے، اس لیے نماز وہیں پڑھتا ہوں اور جہاد بھی انہی کے ساتھ ہو کر کرتا ہوں مگر کھانا تمہارے یہاں اچھا ہوتا ہے، لہٰذا کھانا تمہارے یہاں آکر کھاتا ہوں، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سنتے اور مسکراتے رہے۔ (تطہیر الجنان)

دورانِ جنگ یہ خبر آئی کہ مضافات روم میں کوئی چھوٹی سی ریاست عیسائیوں کی باقی رہ گئی ہے، اس نے دیکھا کہ اس وقت مسلمانوں میں دو فریق ہو گئے ہیں اور آپس میں لڑ رہے ہیں یہ بڑا اچھا موقع ہے کہ مدینہ منورہ پر قبضہ کر لیا جائے، چنانچہ اس نے تیاری شروع کی، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کو فوراً ایک خط بھیجا کہ اے رومی کتے! تو ہماری آپس میں لڑائی سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا، جس وقت تو مدینہ کی طرف رخ کرے گا تو خدا کی قسم! علیؓ کے لشکر سے جو پہلا سپاہی تیری سرکوبی کے لیے نکلے گا اس کا نام معاویہ بن ابوسفیان ہوگا، اس خط کے پہنچنے پر اس عیسائی کی ہمت پست ہو گئی۔ (تاریخ طبری)

لڑائی کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق اچھے کلمات منقول ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے لوگو! معاویہ کی حکومت کو برا نہ سمجھو، خدا کی قسم! جب وہ نہ رہیں گے تو دنیا میں سخت بدامنی پھیلے گی۔ (ازالۃ الخفا)

نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک گشتی فرمان کے ذریعے سے عام طور پر یہ اعلان کیا کہ اہل شام کا اور ہمارا خدا ایک، نبی ایک، اللہ پر، رسول پر، قیامت پر ایمان رکھنے میں نہ وہ ہم سے زیادہ، نہ ہم ان سے زیادہ، ہمارا اور ان کا معاملہ بالکل ایک ہے، اختلاف صرف خون عثمان رضی اللہ عنہ کا ہے تو اللہ جانتا ہے کہ میں اس خون سے بری ہوں۔ (نہج البلاغۃ)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک خط میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ

أما شرفك فی الإسلام وقرابتك من النبی علیه السلام فلست ارفعه

ترجمہ:...... آپ کی جو بزرگی اسلام میں ہے اور آپ کی جو قرابت نبی علیہ السلام سے ہے اس کا منکر نہیں۔

(شرح نهج البلاغة میم)

حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی شہادت:...... آپ کی شہادت کی خبر رسولِ خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے پہلے ہی سے دے دی تھی چنانچہ ایک روز آپ نے خود حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے علی! اگلوں میں سب سے زیادہ شقی وہ تھا جس نے صالح علیہ السلام کی اونٹنی کے پیر کاٹے تھے اور پچھلوں میں سب سے زیادہ شقی وہ ہے جو تمہاری ڈاڑھی کو تمہارے سر کے خون سے رنگین کرے گا۔ واقعہ آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا یوں ہوا کہ جنگ نہروان کے بعد تین خارجی مکہ معظّمہ میں جمع ہوئے، عبدالرحمن بن ملجم، برک بن عبداللہ، عمر بن ابی بکر اور ان تینوں میں باہم یہ معاہدہ ہوا کہ ان تین شخصوں کو قتل کر دینا چاہیے: علی بن ابی طالب رض، معاویہ بن ابی سفیان رض اور عمرو بن عاص (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کو تاکہ خدا کے بندوں کو ان کے مظالم سے نجات مل جائے۔ ابن ملجم نے کہا: میں علی رض کا کام اپنے ذمہ لیتا ہوں۔ برک نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے قتل کا ذمہ لیا۔ اور عمر بن ابی بکر نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا۔ اور سب نے یہ بھی طے کیا کہ تینوں شخص اپنا کام ایک ہی تاریخ میں کریں یعنی گیارہویں رمضان کو یا سترہویں رمضان کو۔ اس معاہدے کے بعد ابن ملجم تو کوفہ پہنچا اور وہ دونوں ملک شام گئے، وہ دونوں تو اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوئے مگر ابن ملجم اپنی مراد شقاوت میں کامیاب ہو گیا۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی عادت تھی کہ فجر کی نماز کے لیے بہت سویرے مسجد تشریف لے جاتے تھے اور رراستے میں "أَلصَّلٰوة أَلصَّلٰوة" کہتے ہوئے جاتے تھے، اس دن ابن ملجم راستے میں چھپ کر بیٹھ گیا، بس جیسے ہی آپ پہنچے اس نے آپ رضی اللہ عنہ کی پیشانی مبارک پر تلوار ماری جو دماغ تک پہنچ گئی اور خون سے آپ نہا گئے، ڈاڑھی آپ کی خون سے تر ہو گئی۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: میں پیچھے پیچھے چلا آ رہا تھا، یکایک مجھے تلوار کی چمک محسوس ہوئی اور امیر المؤمنین کو زمین پر گرتے ہوئے دیکھا اور یہ فرماتے ہوئے کہ

فزت ورب الكعبة! رب کعبہ کی قسم! میری آرزو پوری ہو گئی۔

جس صبح کو یہ واقعہ ہوا شب میں آپ نے ایک خواب دیکھا اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے بیان فرمایا کہ

آج میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! آپ کی امت سے مجھے بہت اذیت پہنچی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم ان کے لیے اللہ سے بددعا کرو تو میں نے کہا یااللہ! مجھے ان کے بدلے میں اچھے لوگ عنایت کر اور ان کو میرے بدلے کوئی براشخص دے۔

اس واقعے کے بعد چاروں طرف سے لوگ دوڑ پڑے اور ابن ملجم پکڑ لیا گیا۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے سامنے اس کو قتل نہیں ہونے دیا اور فرمایا کہ اگر میں اچھا ہو گیا تو پھر مجھے اختیار ہو گا چاہوں گا اس کو سزا دوں گا یا معاف کر دوں گا اور اگر میں اچھا نہ ہوا تو پھر یہ کرنا کہ اس نے ایک ضرب ماری تھی، تم بھی اس کو ایک ہی ضرب مارنا، یہ واقعہ جمعہ کے دن ہوا تھا اور شب یکشنبہ میں آپ رضی اللہ عنہ نے وفات پائی۔ آپ کے بعد ابن ملجم کو بہت بری طرح قتل کیا گیا اس کے ہاتھ پاؤں کاٹے گئے، اس کی زبان کاٹی گئی اس کی آنکھوں میں گرم سلائیاں کی گئیں، اس کے بعد وہ آگ میں جلا دیا گیا۔

آپ رضی اللہ عنہ کے مدفن میں اختلاف ہے مگر مشہور قول یہی ہے کہ آپ کا مزار مبارک نجف میں ہے۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعض اوصاف

ایک مرتبہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے عہدِ خلافت میں ضرار اسدی سے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے تھے درخواست کی کہ اے ضرار! علی رضی اللہ عنہ کے کچھ اوصاف مجھ سے بیان کرو۔ ضرار نے پہلے تو کچھ عذر کیا اس کے بعد کہا: امیر المؤمنین سنیے؟

اللہ کی قسم! علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ بڑے طاقتور تھے، فیصلے کی بات کہتے تھے اور انصاف کے ساتھ حکم دیتے تھے، علم ان کے اطراف وجوانب سے بہتا تھا اور حکمت ان کے گرد ٹپکتی تھی، دنیا سے اور اس کی تازگی سے متوحش ہوتے تھے، رات کی تنہائیوں اور وحشتوں سے انس حاصل کرتے تھے، روتے بہت تھے اور فکر میں زیادہ رہتے تھے۔ لباس ان کو وہی پسند تھا جو کم قیمت ہو اور کھانا وہی مرغوب تھا جو ادنیٰ درجہ کا ہو، ہمارے درمیان میں بالکل مساویانہ زندگی بسر کرتے تھے اور ہم جب کچھ پوچھتے تھے تو جواب دیتے تھے اور باوجودیکہ ہم ان کے مقرب تھے مگر ان کی ہیبت کے سبب سے ان سے بات کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی، وہ ہمیشہ اہلِ دین کی تعظیم کرتے تھے اور مساکین کو اپنے پاس بٹھلاتے تھے، کبھی کوئی طاقت ور اپنی طاقت کی وجہ سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی امید نہ کرسکتا تھا اور کوئی کمزور ان کے انصاف سے مایوس نہ ہوتا تھا، خدا کی قسم! میں نے ان کو بعض اوقات دیکھا کہ جب رات ختم ہونے والی ہوتی تھی تو اپنی ڈاڑھی پکڑ کر اس طرح بے قرار ہوتے

تھے جیسے کوئی مار گزیدہ بے چین ہوتا ہے اور بہت دردناک آواز میں روتے تھے اور فرماتے تھے: اے دنیا! میرے سوا کس اور کو فریب دے، تو میرے سامنے کیوں آتی ہے؟ مجھے کیوں شوق دلاتی ہے؟ یہ بہت دور ہے، میں نے تو تجھ کو تین طلاق بائنہ دی ہیں جن میں رجوع نہیں ہوسکتا، تیری عمر کم ہے اور تیری قدرومنزلت بہت ہے، آہ! ارادہ کم ہے اور سفر لمبا ہے، راستہ وحشت ناک ہے۔

یہ سن کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ رونے لگے، کہا: اللہ کی رحمت نازل ہو ابوالحسن پر، اللہ کی قسم! وہ ایسے ہی تھے، اس کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ضرار سے پوچھا: تم کو علی کی شہادت سے کیسا رنج ہوا؟ ضرار نے کہا کہ جیسے کسی ماں کا ایک ہی فرزند ہو اور وہ اس کی گود میں ذبح کردیا جائے۔

آپ کے زہد، جفاکشی اور تنگی معیشت کے عجیب عجیب حالات ہیں جن کو دیکھ کر رونا آتا ہے اور دنیا سے دل سرد ہوتا ہے۔ ذہن آپ کا نہایت تیز تھا، فیصلہ نہایت عمدہ کرتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ہماری جماعت میں قاضی بننے کی قابلیت علی رضی اللہ عنہ میں سب سے زیادہ ہے، آپ کے نہایت عجیب وغریب فیصلے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور شیخین رضی اللہ عنہما کے زمانے کے منقول ہیں اور ایک بڑا ذخیرہ ان کا ازالۃ الخفاء میں بھی ہے۔ آپ سے کرامات وخوارق عادات کا ظہور ہوا ہے، معارفِ توحید کے بیان میں بھی آپ نہایت ممتاز ومرتبہ رکھتے تھے، حضرت شیخ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تو فرماتے ہیں: صحابہ کرام کے طبقہ میں ان کے معارف کا بیان سب سے پہلے آپ ہی نے کیا لیکن آپ نے جو کچھ بیان فرمایا وہ سنت انبیاء کے مطابق ہے بعد میں جاہل صوفیوں نے ان باتوں کو کہیں سے کہیں پہنچادیا، تصوف میں آپ کا پایہ بہت بلند ہے، یوں تو تزکیۂ باطن تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حاصل تھا، رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت قرآن مجید میں "وَيُزَكِّيهِمْ" ارشاد ہوئی ہے مگر پھر موافق اپنی اپنی استعداد کے باہم فرق مراتب تھا۔ حضرت علی مرتضیٰ اس صفت میں ایسی فوقیت رکھتے تھے کہ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کے بعد اس وصف میں آپ کا درجہ قرار دیا جاتا ہے۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعض کلمات طیبات

① ...... فرماتے تھے: بندے کو چاہیے کہ سوا اپنے رب کے کسی سے امید نہ رکھے اور اپنے گناہوں کے سوا کسی چیز کا خوف نہ کرے۔

② ...... فرماتے تھے: جو کسی بات کو نہ جانتا ہو اس کے سیکھنے میں شرم نہ کرنی چاہیے اور جب کسی سے کوئی مسئلہ پوچھا جائے جس کا اسے علم نہ ہو تو اس کو بے تکلف کہہ دینا چاہیے کہ ''اللہ اعلم''۔

۳ ...... فرماتے تھے: مبارک ہو اس بندے کو جو گمنام ہو اور وہ لوگوں کو جانتا ہو مگر لوگ اس کو نہ جانتے ہو اور اللہ کی رضامندی اس کو حاصل ہو، ایسے ہی لوگ ہدایت کے چراغ ہیں، ان کی برکت سے تاریک فتنے دور ہوتے ہیں، اللہ ان کو اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے، یہ لوگ اپنی حالت کا اظہار کرنے والے اور کسی کی بدگوئی کرنے والے نہیں ہوتے اور نہ بے مروت ریاکار ہوتے ہیں۔

۴ ...... ایک روز آپ قبرستان میں بیٹھے تھے کہ کسی نے کہا: اے ابوالحسن! آپ یہاں کیوں بیٹھے ہیں؟ تو فرمایا کہ میں ان لوگوں کو بہت اچھا ہم نشین پاتا ہوں، کسی کی بدگوئی نہیں کرتے اور آخرت کی یاد دلاتے ہیں۔

۵ ...... فرماتے تھے: لوگ سو رہے ہیں جب مریں گے اس وقت بیدار ہوں گے۔

۶ ...... فرماتے تھے: اگر عالمِ غیب کے پردے ہٹا دیے جائیں تو میرے یقین میں زیادتی نہ ہوگی

۷ ...... فرماتے تھے: جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا (عجب صوفیانہ کلمہ ہے)

۸ ...... فرماتے تھے: ہر انسان اپنی زبان کے نیچے چھپا ہوا ہے۔

۹ ...... فرماتے تھے: جس کی زبان شیریں ہوگی اس کے بھائی بہت ہوں گے۔

۱۰ ...... فرماتے تھے: اس شخص کو نہ دیکھو جس کا کلام ہے بلکہ خود کلام کو دیکھو۔

۱۱ ...... فرماتے تھے: احسان زبان کو قطع کر دیتا ہے۔

۱۲ ...... جب دشمن پر تم کو قابو حاصل ہو تو اس قابو پانے کا شکر یہ یہ ہے کہ اس کا قصور معاف کر دو۔

۱۳ ...... فرماتے تھے: جو شخص کسی بات کو دل میں چھپاتا ہے وہ اس کی زبان کی جنبش سے اور اس کی صورت سے ظاہر ہو جایا کرتی ہے۔

۱۴ ...... فرماتے تھے: علم، ادنیٰ کو اعلیٰ کر دیتا ہے اور جہل، اعلیٰ کو ادنیٰ بنا دیتا ہے۔ علم مال سے بہتر ہے کیوں کہ علم تمہاری حفاظت کرے گا اور مال کی حفاظت تم کو کرنا پڑے گی۔

۱۵ ...... ایمان کی علامت یہ ہے کہ جہاں سچ بولنے سے نقصان کا اندیشہ ہو وہاں بھی سچ بولو۔

۱۶ ...... فرماتے تھے: احسان کر کے آزاد کو بھی غلام بنایا جا سکتا ہے۔

۱۷ ...... فرماتے تھے: جب تقدیر کا معاملہ آ جاتا ہے تو تدبیر رائگاں ہو جاتی ہے۔

۱۸ ...... فرماتے تھے: بخیل جلد فقیر ہو جاتا ہے، دنیا میں تو فقیروں کی سی زندگی بسر کرتا ہے اور آخرت میں اس کو مال داروں کی طرح حساب دینا پڑے گا۔

(۱۹) ...... فرمایا کرتے تھے کہ احمق ہمیشہ محتاج رہتا ہے اور عقلمند ہمیشہ غنی رہتا ہے اور لالچی ہمیشہ ذلت میں بندھا رہتا ہے۔

(۲۰) ...... فرماتے تھے: طمع کی چکا چوند میں عقل گر جاتی ہے۔

(۲۱) ...... آخری وصیت میں فرمایا کہ اے لوگو! اللہ کی توحید پر قائم رہنا اور کسی کو خدا کا شریک نہ بنانا اور محمد ﷺ کی سنت پر عمل کرنا، اگر یہ دونوں کام تم نے کیے تو ہر برائی تم سے دور رہے گی، توحید اور سنت دو ستون دین کے ہیں اور دو مشعل تاباں راہ ہدایت کی ہیں۔

حضرت علیؓ کے فضائل میں آیات واحادیث

قرآن مجید کی جن آیات میں مہاجرین کی تعریف ہے اور ان کا مستحق خلافت ہونا بیان فرمایا گیا ہے ان سب آیات سے آپ کے فضائل ثابت ہوتے ہیں کیوں کہ آپ سابقین مہاجرین میں سے ہیں، ان کے علاوہ خصوصیت کے ساتھ آپ کی فضیلت کسی آیت سے تاوقتیکہ اس کے ساتھ ضعیف وموضوع روایات نہ ملائی جائیں ثابت نہیں ہوتی۔ احادیث البتہ خاص آپ کے فضائل میں بہت ہیں مگر ان میں صحیح روایات کم ہیں، ضعیف وموضوع زیادہ ہیں، اس مقام پر صحیح اور حسن روایتوں کو ذکر کرتے ہیں۔

احادیث

(۱) ...... عن سعد بن ابي وقاص قال قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسٰى، إِلَّا أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي۔ (بخاری ومسلم)

ترجمہ: ...... سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ تم میری طرف سے اس مرتبہ پر ہو، جس مرتبہ پر ہارونؑ موسیٰؑ کی طرف سے تھے، مگر بات یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ (بخاری ومسلم)

(۲) ...... عَنْ زِرِّ بن حُبَيْش قَالَ: قَالَ عَلِيٌّ: وَالَّذِي فَلَقَ الْحَبَّةَ، وَبَرَأَ النَّسَمَةَ، إِنَّهُ لَعَهْدُ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيَّ: أَنْ لَّا يُحِبَّنِي إِلَّا مُؤْمِنٌ، وَلَا يُبْغِضَنِي إِلَّا مُنَافِقٌ۔ (رواۃ مسلم)

ترجمہ: ...... حضرت زر بن جبیشؓ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قسم ہے اس کی جس نے دانہ کو پھاڑ کر درخت نکالا اور جان کو پیدا کیا کہ نبی ﷺ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ مجھ سے وہی محبت کرے گا

جومؤمن ہوگااور مجھ سے وہی بغض رکھے گاجومنافق ہوگا۔(صحیح مسلم)

(۳)...... عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ يَوْمَ خَيْبَرَ: لَأُعْطِيَنَّ هَذِهِ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلَى يَدَيْهِ، يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَيُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ فَلَمَّا أَصْبَحَ النَّاسُ غَدَوْا عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّهُمْ يَرْجُو أَنْ يُعْطَاهَا، فَقَالَ: أَيْنَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ. فَقِيلَ: هُوَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ! يَشْتَكِي عَيْنَيْهِ، قَالَ: فَأَرْسَلُوا إِلَيْهِ. فَأُتِيَ بِهِ فَبَصَقَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي عَيْنَيْهِ وَدَعَا لَهُ، فَبَرَأَ حَتَّى كَأَنْ لَمْ يَكُنْ بِهِ وَجَعٌ، فَأَعْطَاهُ الرَّايَةَ۔ (متفق عليه)

ترجمہ:...... سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا ﷺ نے جنگ خیبر کے دن فرمایا کہ کل یہ جھنڈا میں ایسے شخص کو دونگا جس کے ہاتھوں پر اللہ فتح دے گا وہ شخص اللہ سے اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہوگا اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت رکھتا ہوگا پھر جب صبح ہوئی تو لوگ رسولِ خدا ﷺ کے پاس گئے سب لوگ اس بات کی امید رکھتے تھے کہ جھنڈا ان کو دیا جائے گا مگر آپ نے پوچھا کہ علی ابن ابی طالب کہاں ہیں؟ لوگوں نے کہا: ان کی آنکھیں آشوب زدہ ہوئی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان کو بلاؤ چنانچہ وہ لائے گئے، رسولِ خدا ﷺ نے ان کی آنکھوں میں لعاب دہن لگایا تو وہ اچھے ہو گئے گویا کہ کوئی تکلیف تھی ہی نہیں پھر آپ نے جھنڈا ان کو دے دیا۔ (صحیح مسلم، صحیح بخاری)

(۴)...... عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ عَلِيًّا مِنِّي وَأَنَا مِنْهُ، وَهُوَ وَلِيُّ كُلِّ مُؤْمِنٍ مِنْ بَعْدِي۔ (رواه الترمذی)

ترجمہ:...... حضرت عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: علی میرے ہیں اور میں ان کا ہوں اور وہ ہر مؤمن کے محبوب ہیں۔ (ترمذی شریف)

(۵)...... عَنْ عَلِيٍّ قَالَ كُنْتُ إِذَا سَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْطَانِي، وَإِذَا سَكَتُّ ابْتَدَأَنِي۔ (رواه الترمذی)

ترجمہ:...... حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ میں جب رسولِ خدا ﷺ سے کچھ مانگتا تھا تو مجھے دیتے تھے اور جب میں چپ ہو جاتا تھا تو آپ خود کلام کی ابتدا کرتے تھے۔ (ترمذی شریف)

(۶)...... عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ، قَالَتْ: بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَيْشًا فِيهِمْ عَلِيٌّ، قَالَتْ: فَسَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ رَافِعٌ يَدَيْهِ يَقُولُ: اللّٰهُمَّ لَا تُمِتْنِي حَتَّى تُرِيَنِي عَلِيًّا۔ (رواة الترمذی)

ترجمہ:...... حضرت ام عطیہؓ سے روایت ہے کہ وہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک لشکر کہیں بھیجا جس میں حضرت علیؓ بھی تھے تو میں نے رسولِ خدا ﷺ کو ہاتھ اٹھائے ہوئے یہ دعا مانگتے ہوئے سنا کہ یا اللہ! مجھے موت نہ دینا جب تک کہ علی کو نہ دیکھ لوں۔ (ترمذی شریف)

(۷)...... عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: رَحِمَ اللَّهُ أَبَا بَكْرٍ زَوَّجَنِي ابْنَتَهُ، وَحَمَلَنِي إِلَى دَارِ الهِجْرَةِ، وصاحبني فِي الْغَار وَأَعْتَقَ بِلَالًا مِنْ مَالِهِ، رَحِمَ اللَّهُ عُمَرَ، يَقُولُ الحَقَّ وَإِنْ كَانَ مُرًّا، تَرَكَهُ الحَقُّ وَمَا لَهُ صَدِيقٌ، رَحِمَ اللَّهُ عُثْمَانَ، تَسْتَحْيِيهِ المَلَائِكَةُ، رَحِمَ اللَّهُ عَلِيًّا، اللَّهُمَّ أَدِرِ الحَقَّ مَعَهُ حَيْثُ دَارَ۔ (رواه الترمذى)

ترجمہ:...... حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا: اللہ ابوبکر پر رحم کرے انہوں نے اپنی لڑکی کا نکاح میرے ساتھ کر دیا اور مجھے دار الہجرۃ تک سوار کر کے لائے اور غار میں میری رفاقت کی اور بلال کو اپنے مال سے آزاد کیا۔ اللہ عمر پر رحم کرے وہ سچ کہتے ہیں اگر چہ تلخ ہو، حق نے اس حال میں چھوڑ دیا ہے کہ ان کا کوئی دوست نہیں، اللہ عثمان پر رحم کرے ان سے فرشتے حیا کرتے ہیں۔ اللہ علی پر رحم کرے، اے اللہ! حق کو اسی طرف پھیر دے جس طرف علی پھریں۔ (ترمذی)

(۸)...... عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَبُوبَكْرٍ فِي الجَنَّةِ، وَعُمَرُ فِي الجَنَّةِ، وَعُثْمَانُ فِي الجَنَّةِ، وَعَلِيٌّ فِي الجَنَّةِ، وَطَلْحَةُ فِي الجَنَّةِ وَالزُّبَيْرُ فِي الجَنَّةِ، وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ فِي الجَنَّةِ، وَسَعْدٌ فِي الجَنَّةِ، وَسَعِيدٌ فِي الجَنَّةِ، وَأَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الجَرَّاحِ فِي الجَنَّةِ۔ (رواه الترمذى)

ترجمہ:...... حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ابوبکر جنت میں جائیں گے اور عمرؓ جنت میں جائیں گے اور عثمانؓ جنت میں جائیں گے اور طلحہؓ جنت میں جائیں گے اور زبیرؓ جنت میں جائیں گے اور عبدالرحمن بن عوفؓ جنت میں جائیں گے اور سعد بن ابی وقاصؓ جنت میں جائیں گے اور سعید بن زیدؓ جنت میں جائیں گے اور عبیدہ بن جراحؓ جنت میں جائیں گے۔ (ترمذی)

(۹)...... عَنْ عَلِيٍّ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فِيكَ مَثَلٌ مِنْ عِيسَى أَبْغَضَتْهُ الْيَهُودُ حَتَّى بَهَتُوا أُمَّهُ، وَأَحَبَّتْهُ النَّصَارَى حَتَّى أَنْزَلُوهُ بِالْمَنْزِلَةِ الَّتِي لَيْسَ بِهِ ثُمَّ قَالَ: يَهْلِكُ فِيَّ رَجُلَانِ مُحِبٌّ مُفْرِطٌ يُقَرِّظُنِي بِمَا لَيْسَ فِيَّ، وَمُبْغِضٌ يَحْمِلُهُ شَنَآنِي عَلَى أَنْ يَبْهَتَنِي ۔ (رواه احمد)

ترجمہ:...... حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ تم میں کچھ مشابہت

عیسیٰ کی ہے ان سے یہودیوں نے بغض رکھا یہاں تک کہ ان کی ماں پر بہتان لگایا اور انصار نے ان سے محبت کی یہاں تک کہ ان کو اس مرتبہ پر پہنچایا جس پر وہ نہ تھے پھر حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میرے متعلق دو قسم کے لوگ ہلاک ہوں گے: ایک محبت میں غلو کرنے والا جو میری ایسی تعریف کرے گا کہ مجھ میں نہیں ہے اور دوسرا بغض رکھنے والا کہ میری عداوت اس کو میرے اوپر بہتان لگانے پر آمادہ کرے گی۔ (مسند امام احمد)

ف:...... یہ قول حضرت علی مرتضیٰ کا کہ میرے متعلق دو گروہ ہلاک ہوں گے:

①...... ایک وہ جو میری محبت میں غلو کرے گا۔ ②...... دوسرا وہ جو مجھ سے بغض رکھے گا۔

بہت سندوں کے ساتھ منقول ہے حتی کہ کتبِ شیعہ میں بھی موجود ہے۔ نہج البلاغہ میں کئی مقام پر یہ قول بعبارت مختلفہ مذکور ہے۔ ایک مقام پر یہ بھی ہے کہ میرے متعلق جو متوسط گروہ کا عقیدہ ہے وہی اچھا ہے اور یہ فرمایا کہ سوادِ اعظم یعنی اسلام کی بڑی جماعت کی پیروی کرو۔

اس قول سے معلوم ہوا کہ اہل سنت کا جو اعتقاد آپ کے متعلق ہے وہی حق ہے کیوں کہ یہی درمیانی گروہ بھی ہے اور خوارج و روافض دونوں ہلاک ہوتے رہے ہیں، خوارج نے ان سے عداوت کی یہاں تک کہ ان کے ایمان کا انکار کر دیا اور روافض نے ان کی شان میں غلو کیا کہ ان کے ایک فرقہ نے ان کو خدا مان لیا اور کم سے کم غلو جس فرقہ میں ہے وہ اثنا عشریوں کا فرقہ ہے مگر اس کی بھی یہ حالت ہے کہ وہ آپ کو ہر صفت میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مثل مانتا ہے اور در پردہ ختم نبوت کا منکر ہے اور دوسرے انبیاء سے آپ کو افضل سمجھتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے آپ کی مشابہت یہاں تک ہے کہ جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دشمنوں کا گروہ پہلے پیدا ہوا اور ان کی محبت میں غلو کرنے والے بعد میں نمایاں ہوئے۔ اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دشمن یعنی خوارج پہلے پیدا ہوئے اور ان کے بعض روافض کا وجود ہوا اور جو نسبت یہود و نصاری میں ہے بالکل وہی نسبت خوارج و روافض میں ہے یعنی جس طرح یہود ایک سچے کا انکار کر رہے ہیں اور روافض شرک میں گرفتار ہیں بعض ''شرک فی الالوہیت'' میں اور بعض ''شرک فی النبوۃ'' میں اور جس طرح اہل اسلام یہود و نصاری کے وسط میں ہیں بالکل اسی طرح اہل سنت، خوارج اور روافض کے درمیان میں ہیں۔

فَالحَمدُ لِلّٰہِ علیٰ ذٰلِک

⑩...... عن عمرٍ قَالَ: مَا أَجِدُ أَحَدًا أَحَقَّ بِهَذَا الأَمْرِ مِنْ هَؤُلَاءِ النَّفَرِ، الَّذِينَ تُوُفِّيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَنْهُمْ رَاضٍ، فَسَمَّى عَلِيًّا، وَعُثْمَانَ، وَالزُّبَيْرَ،

وَطَلْحَةَ، وَسَعْدًا، وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ۔ (رواه البخاری)

ترجمہ:...... حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: خلافت کا حق داران لوگوں سے زیادہ کوئی نہیں جن سے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی وفات تک راضی رہے پھر آپ نے حضرت علیؓ، عثمانؓ، زبیرؓ، طلحہؓ، سعدؓ اور عبدالرحمنؓ کا نام لیا۔ (صحیح بخاری)

ف:...... مقصود یہ ہے کہ ان چھ حضرات کو علاوہ قابلیت کے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضامندی کی دولت بھی حاصل ہے دوسروں سے اس کی نفی مقصود نہیں۔

خاتمۃ الکتاب

مؤلف کے چند معروضات

① ...... اس کتاب میں جس قدر مضامین لکھے گئے ہیں سب حضرت شیخ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ازالۃ الخفاء سے لیے گئے ہیں اور اگر کوئی مضمون کسی اور کتاب سے لیا گیا ہے تو وہاں اس کتاب کا حوالہ دے دیا گیا ہے۔

② ...... اس کتاب کا مقصد صرف یہ ہے کہ ہمارے ناواقف بھائیوں کو اپنے بزرگان دین کے حالات سے ضروری واقفیت حاصل ہوجائے، تمام حالات کا استیعاب مقصود نہیں اور اس وجہ سے مخالفین کے اعتراضات اور ان کے جوابات کی طرف توجہ نہیں کی گئی مگر اتنی بات ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ جن کی تعریف قرآن مجید سے ثابت ہو ان پر کسی روایت کے ذریعہ سے اعتراض کرنا کہاں تک درست ہوسکتا ہے اور ان اعتراضات کے کرنے والے کس حد تک مسلمان کہے جاسکتے ہیں۔

③ ...... بعض علمائے کرام نے خلفائے راشدین میں حضرت علی مرتضیٰ کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے نام کا اضافہ کیا ہے مگر میں نے باتباع جمہور حضرت علی رضی اللہ عنہ پر خلافت راشدہ کو اس لیے ختم کردیا کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت صرف چھ ماہ رہی پھر انہوں نے خود ہی خلافت کی باگ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دے دی اور خود بھی ان سے بیعت کرلی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اگرچہ صحابی رسول ہونے کے سبب سے صاحب فضائل ہیں اور ان کے بعد پھر مسند خلافت کو کوئی صحابی نصیب نہیں ہوا، مگر بایں ہمہ ان کو خلفائے راشدین میں شمار کرنا خلاف تحقیق ہے، خلافت راشدہ کے لیے جن اوصاف کی ضرورت ہے وہ اوصاف سوائے جماعت مہاجرین کے اور کسی میں نہیں پائے جاتے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ان میں نہیں ہیں۔

④ ...... اس کتاب کے ساتھ ساتھ ان آیات قرآنیہ کا مطالعہ کرنا ضروری ہے جو صحابہ کرام کی مدح وستائش یا خلفائے راشدین کی خلافت سے تعلق رکھتی ہیں ان تمام آیات کی تفسیر اس حقیر نے اس طور پر لکھ دی ہے کہ ہر آیت کی تفسیر میں علیحدہ علیحدہ مستقل رسالے ہیں۔

۵ ...... بزرگانِ دین خصوصاً صحابہ کرام اور خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے تذکروں کے پڑھنے کا اصل مقصد یہ ہے کہ ان بزرگوں کے اتباع کا ولولہ دل میں پیدا ہو اور ان کی محبت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا زینہ بنے ، اگر کسی کو یہ بات حاصل نہ ہو تو اس کو ان مقدس تذکروں کا پڑھنا بے کار ہے، یہ کوئی قصے اور افسانے نہیں ہیں جو دلچسپی کی نیت سے پڑھے جائیں یہ عبرت و نصیحت کے سبق ہیں، یہ سونے والوں کے جگانے کے لیے تازیانے ہیں۔ کم از کم مسلمانوں کو ان تذکروں سے اس نتیجہ پر پہنچنا چاہیے کہ ہمارے اسلام کو جو خدا نے یہ عزت دی تھی کہ دنیا کی ساری طاقتیں ان کے سامنے جھک گئیں دنیا کی بڑی بڑی سلطنتوں کی باگ ان کے ہاتھ میں آئی، جانور تک ان کی اطاعت کرتے تھے پہاڑ اور دریا ان کا حکم مانتے تھے آج یہ عزت ہم سے کیوں چھین لی گئی، جس طرح ہمارے اسلاف کی عزت عروج پر تھی، آج ذلت پر ہے خداوند کریم کا تو ارشاد یوں ہے کہ

ذٰلِكَ بِأَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً أَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِأَنْفُسِهِمْ [سورۃ انفال:۵۳]

ترجمہ: ...... اللہ تعالیٰ کا یہ قانون ہے کہ جب وہ کوئی انعام کسی قوم کو دیتا ہے تو اس انعام کو تبدیل نہیں کرتا یہاں تک کہ وہ قوم اپنے ذاتی حالات کو بدل دے۔

یقیناً اگر مسلمان اس نتیجہ پر پہنچیں تو ان کی آنکھیں کھل جائیں کہ سلف صالحین کی حالت سے جو تبدیلی ہم میں پیدا ہوئی ہے وہ صرف یہ ہے کہ ہم نے دینداری کو چھوڑ دیا، دین کی عظمت و محبت ہمارے دلوں میں نہ رہی ، نیتیں ہماری خراب ہو گئیں۔ ہمارے سلف صالحین جو کام کرتے تھے اس کا مقصد سوا اللہ کی خوشنودی کے کچھ نہ ہوتا تھا، وہ دنیا کا کوئی کام کرتے تھے تو اس کے پردے میں دین کی خدمت چھپی ہوتی تھی اور ہم جو کام کرتے ہیں، اس کا مقصد سوائے حظِّ نفس کے کچھ نہیں ہوتا، ہم دین کا بھی کوئی کام کرتے ہیں تو اس کے پردے میں کوئی دنیاوی غرض ہوتی ہے۔ اگر کاش! یہ تنبّہ ہم میں پیدا ہو جائے اور ہم اپنے اس چھوڑے ہوئے راستہ پر پھر آ جائیں تو آج خدا کی وہ ساری نعمتیں ہم پر بارش کی طرح برسنے کو تیار ہیں ۔

ہنوز آں ابر رحمت دُر فشاں است — خم وخم خانہ با مہرو نشان است

۶ ...... قارئینِ کرام جو اس کتاب سے فائدہ اٹھائیں ان سے صرف یہ التجا ہے کہ اس حقیر مسکین کو دعائے خیر میں یاد رکھیں اور اگر کسی مقام پر کوئی خطا ولغزش محسوس ہو تو اس کی اصلاح فرما دیں۔

واللّٰه عنده أجر عظيم

یا اللہ! اس کتاب کو میرے باقیات صالحات میں سے بنا دے اور چند روز زندگی کے جو باقی گئے ہیں وہ اپنی مرضیات میں صرف کرا دے۔ (آمین ثم آمین)

هٰذا آخر الكلام في هٰذا المقام والحمد لله رب العلمين وصلى الله تعالى على نبيه وعلى آله وصحبه أجمعين

امتِ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو رسول اللہ ﷺ کی صحبت سے جو مرتبہ ومقام حاصل ہے بعد میں آنے والا کوئی شخص اس کے برابر نہیں ہو سکتا۔ صحابۂ کرامؓ خصوصًا خلفائے راشدین ؓ کا تذکرہ ان کے اوصاف وکمالات کا بیان درحقیقت آنحضرت ﷺ کے ذکرِ مبارک کا تتمہ وتکملہ ہے۔ ان حضرات کے کمالات کے مطالعہ سے جو عظمت ورفعت ومحبت رسول اللہ ﷺ کی دل میں پیدا ہوتی ہے وہ ہرگز کسی دوسرے طریقہ سے نہیں ہوسکتی۔

"خلفائے راشدینؓ" میں چاروں خلفاء حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کے حالات قبل از اسلام و بعد از اسلام، فضائل ومناقب، ہجرت، غزوات میں شرکت، متفرق واقعات، کارنامے، فتوحات، اخلاق، مکاشفات واقوال کا مختصر تذکرہ ہے۔ نیز صحابۂ کرامؓ سے متعلق ضروری عقائد کا ذکر ہے۔ دلوں میں ایمانی قوت وتازگی پیدا کرنے کے لیے نسخۂ کیمیا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان حضرات سے محبت اور ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

www.darulishaat.com.pk

E-mail : sales@darulishaat.com.pk
ishaat@cyber.net.pk
ishaat@pk.netsolir.com

خلفائے راشدینؓ

